فہرس مضامین کتاب معارج الدین حصہ اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

دیباچہ

جنگ طرابلس اور بلقان کی یہ خصوصیت خاص طور سے یادگار رہیگی کہ اسکے باعث سے مسلمانان عالم غفلت کی گہری نیند سے چونک پڑے ہین اور اپنی حالت زار کا احساس پیدا ہو گیا ہے۔ گذشتہ سال اطالیہ کی حرمین شریفین پر حملہ کرنے کی کوشش نے یہ ثابت کر دیا کہ دشمنان دین نہ صرف اسلامی حکومت کا خاتمہ کرنا چاہتے ہین بلکہ اسلام کا نام و نشان بھی صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹانا چاہتے ہین۔ ایسی خطرناک حالت مین ہر مسلمان کا فرض ہے کہ جنگ یا صلح ہر صورت مین اسلام کی حمایت کے واسطے جس طور سے ممکن ہو کمر بستہ رہے۔

اس فرض کا احساس کر کے اور زمانہ کا یہ رنگ دیکھکر کہ علم دین کی طرف سے لوگ کیسے غافل ہین مین نے ارادہ کیا کہ علوم جدیدہ کے طیارون سے جو شکوک و اعتراضات کے گولے دشمنان دین برسا رہے ہین انکے شر سے حرم اسلام کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرنا چاہیے چنانچہ مین نے اس کتاب کو لکھنا شروع کیا۔ دوران تحریر مین اگرچہ بلاد اسلامیہ کی تباہی اور بربادی کے خونی مناظر ہوش اڑا دیتے تھے اور زوال حکومت سے قومی مذلت کا

ہولناک نقشہ آنکھوں کے سامنے کھینچکر طبیعت کو بے قابو کر دیتا تھا لیکن خدای پاک کی اس بشارت سے

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ۔ (سورہ صف)

اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اُسے سب دینوں پر غالب کردے اگرچہ مشرک برا مانین۔

دل قوی رہا اور ایک ہاتھ مین قلم اور دوسرے سے کلیجہ تھامتے ہوے اپنے فرض کو خاموشی سے ادا کرتا رہا۔ شکر ہے کہ حصۂ اول پورا ہوگیا۔ چونکہ معرفت نفس معرفت الہی کا ذریعہ ہے اسلیے پہلے روح اور معاد سے بحث کی ہے۔ باب اول مین مسائل سائنس کا ایک مختصر مگر مسلسل خاکہ کھینچا گیا ہے تاکہ آیندہ ابواب مین جہان ان مسائل سے استشہاد کیا گیا ہے ناظرین کو سمجھنے مین سہولیت ہو۔ آیندہ حصون مین انشاءاللہ تعالی وجود باری نبوت بقیہ عقائد اور اعمال سے بحث ہوگی وباللہ التوفیق۔

اس حصہ کی تالیف مین مہاراجہ صاحب گائیکواڑ کے مشہور کتب خانہ سے مدد لیگئی ہے۔ جن کتابون سے خاص طور پر استفادہ کیا گیا انکے نام مع اسامی مصنفین ذیل کے نقشہ مین درج ہین۔

غیر اسلامی		اسلامی	
نام مصنف	نام تصنیف	نام مصنف	نام تصنیف
ڈاروِن	ڈی آریجن آف اسپیشیز (اصل انواع)	بخاری و مسلم	صحیحین
	ڈسنٹ آف مین (ہبوط انسان)	محمد ابن حزم	الفصل فی الملل والاہواء والنحل
	سوانح عمری و خطوط	امام غزالی	احیاء العلوم۔ المضنون بہ علی غیر اہلہ

نام مصنف	نام تصنیف	نام مصنف	نام تصنیف
اسپنسر	فرسٹ پرنسپلز (اصول اولیہ)	شاہ ولی اللہ	حجۃ اللہ البالغہ
ہیکل	رڈل آف دی یونیورس (معمائے کائنات)		تفہیمات الہیہ
	لاسٹ اِنگ (حلقہ آخر)	جلال الدین سیوطی	اتقان فی علوم القرآن
آلیورلاج	ماڈرن ویوز آن میٹر (مادہ کے متعلق جدید آرا)	امام رازی	تفسیر کبیر
		شہرستانی	الملل والنحل
	مین اینڈ دی یونیورس (انسان اور کائنات)		
اڈورڈ کلاڈ	دی اسٹوری آف کری ایشن (ذکر تخلیق)		
ہکسلی	مینز پلیس ان نیچر (فطرت میں انسان کا درجہ)		
ویلس	ڈاروزم (ڈارونیت)		
	ونڈرفل سنچری (عجیب صدی)		
میکس مولر	سائنس آف ریلیجن خطبات وغیرہا		
اسٹورٹ اینڈ ٹیٹ	ان سین یونی ورس (عالم غیب)		
ہافڈنگ	تاریخ فلسفہ		
زلر	تاریخ فلسفۂ یونان		
رینان	لائف آف کرائسٹ (حیات مسیح)		
افلاطون	مکالمات		
	سلسلۂ کتب مقدسۂ مشرق مرتبۂ مستشرقین یورپ		

نام مصنف　　　نام تصنیف

سلسلۂ کتب مذاہب قدیم
یونان۔ مصر۔ بابل وغیرہما
انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن۔
انسائیکلوپیڈیا برٹینکا۔
توراۃ۔ اناجیل۔ اوستا وغیرہما۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں نے محض ان تصانیف سے فائدہ نہیں اُٹھایا بلکہ

ہرچہ کردم ہمہ از دولت قرآن کردم

وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرْ۔ فقط۔

نواب علی

بڑودہ (گجرات)

باب اول

سائنس کی کائنات

تمہید انیسوین صدی عیسوی مین یورپ نے جسطرح عجیب و غریب آلات حرب ایجاد کر کے کشمکش حیات کے میدان کو سخت ہولناک بنادیا اسیطرح سائنس نے جدید تحقیقات اور انکشافات کی روشنی مین مذہب پر اس زور و شور سے حملے کیے ہین کہ گویا اب اسکو نیست و نابود کر دیگا۔

یہ حملے اگرچہ براہ راست عہد عتیق اور جدید کی مروجہ اناجیل پر ہوے جسکا یہ نتیجہ نکلا کہ یہ الہامی کتابین پایۂ صداقت سے گر گیئن اور کلیسا کی حکومت زیر و زبر ہو گئی لیکن یہ معرکہ ایسا نہ تھا جسکا اثر ایک ہی مذہب تک محدود رہتا مثلاً توریت کی کتاب پیدایش مین عالم کا چھ دن مین پیدا ہونا۔ قصۂ آدمؑ و حوا۔ طوفان نوحؑ کی سرگذشت اور دنیا کا از سر نو آباد ہونا غرض کہ اس قسم کے روایات علم طبقات الارض اور علم ہیئت کے انکشافات سے قابل وثوق نہ رہین لیکن ساتھ ہی علی العموم یہ خیال بھی پھیل گیا کہ رب السموات والارض نہ قادر مطلق ہے نہ خالق برحق اور نہ کائنات مین اسکی مداخلت کی ضرورت ہے۔ یا مثلاً روح القدس کی وساطت سے مسیحؑ کی پیدایش اور معجزات کا ظہور۔ گنہگار انسان کی نجات کے واسطے کفارہ کے طور پر ابن اللہ کا مصلوب ہونا اور پھر زندہ ہو کر آسمان پر چڑھ جانا غرض کہ یہ عقائد جو مسیحی مذہب کی روح روان ہین این تھرو پولاجی (علم الانسان) اور مسئلۂ ارتقا کی رو سے

قابل اعتبار رہے لیکن ساتھ ہی خدا۔ روح۔ اور معاد کے عقائد بھی جو مذہب کے مایۂ خمیر ہیں مذبذب ہوگئے اور دہریت اور الحاد کی وبا عام طور سے پھیل گئی۔

ہمارے زمانہ کا اب رنگ ہی بدل گیا ہے۔ شخصی آزادی کا دور ہے۔ واقفیت کے وسائل اور اطلاع کے ذرائع آسان ہوگئے ہیں اور علم کے "شجر ممنوعہ" کا پھل سربازار بک رہا ہے۔ جن مسائل پر گفتگو کرنا عوام کے واسطے مضر تھا آج اُنھیں پر بیدھڑک جرح ہو رہی ہے جن اسرار اور رموز پر ادب اور تعظیم کا پہرہ تھا اور صرف خواص تک محدود تھے آج عامیوں کے تختۂ مشق ہیں۔ ایسے فتنہ اور آشوب کے زمانہ میں سچی حمایت دین اسکا نام ہے کہ سائنس اور مذہب کے اصول و فروع کو انصاف اور تعمق کی نظر سے دیکھکر اصل حقیقت کو آئینہ کرنا چاہیے تاکہ جن قلوب پر سائنس کا رعب چھایا ہوا ہے اور اسلیے مذہب کو کھینچ تان کر سائنس کے ہر مسئلہ سے مطابق کرنا چاہتے ہیں یا جو طبائع متبعین سائنس کے ہر قول کو آمنّا و صدّقنا کہکر قبول کر لیتے ہیں مگر مذہب کے نام سے چڑھتے ہیں اور مُنہ بنا کر قلوبنا غلف[ل] کا فقرہ چست کرتے ہیں حقیقت حال سے واقف ہو جائیں ؎

خوش بود گر محک تجربہ آید بمیان
تا سیہ روی شود ہر کہ درو غش باشد

چونکہ اس کتاب میں جا بجا مسائل سائنس کا حوالہ دیکر بحث کیجائیگی اسلیے سب سے پہلے ہم تعلیمات سائنس کا ایک مختصر مگر مسلسل عام فہم خاکہ ناظرین کی سہولت کیواسطے پیش کرتے ہیں۔

موزرم یعنی مسئلہ توحد

سائنس کے مختلف علوم و فنون کے انکشافات گذشتہ صدی کے آغاز تک ایک مستقل جداگانہ حیثیت رکھتے تھے اور ایک کو دوسرے سے کچھ تعلق نہ تھا لیکن اب یہ کڑیاں آپس میں ملکر ایک مضبوط زنجیر بن گئی ہیں مثلاً علم ہیئت

ل یہود مدینہ کلام مجید کو سنکر اپنے معلومات کے زعم میں کہتے تھے قلوبنا غلف۔ یعنی ہمارے دلوں پر غلاف ہے مطلب یہ کہ تعلیمات قرآنی کا ہم پر کچھ اثر نہیں ہو سکتا ۱۲

مین اجرام علوی کی تخلیق اور نظام کو کمسٹری (کیمیا) اور فزکس (طبیعات) سے کچھ تعلق نہ تھا لیکن آلات جدیدہ اسپکٹر اسکوپ اور فوٹومیٹر کی ایجاد اور سنہ ۱۸۶۰ء مین علمای سائنس کرخیف اور بنسن کی توضیحات متعلق انعکاس انوار نے علم ہیئت کو کیمیا اور طبیعات سے متحد کردیا اور آخر یہ ثابت ہوا کہ کائنات کے ہر حصہ مین خواہ اعلے ہو یا اسفل ایک ہی قسم کا مادہ سائر و دائر ہی جس کے جواہر فردہ متحد الحقیقۃ ہین -

ہمارے زمانہ کا مشہور ماہر سائنس ہیکل اپنی کتاب رڈل آف دی یونیورس (معمای کائنات) کے باب بستم مین کہتا ہی

"کائنات کی کیمیاوی اور طبعی اتحاد کا عقیدہ تو صد بے شبہہ وہ قیمتی اصول حقہ ہی جو ہیئت علم ہیئت کی اُس شاخ سے حاصل ہوا ہی جسکا نام "اسٹروفزکس ہے" اور جو ژولنر کی طرف منسوب ہے - اسیطرح وہ علم بھی راسخ ہی جسکی بناپر یہ دریافت ہوا ہے کہ وہی قوانین قدرت جنپر زمین کے مادی نظام کا عمل ہی کائنات کے لامتناہی سلسلہ مین ایک ہی قاعدہ کی پابندی سے نافذ ہین"

ہیکل کا عقیدہ "توحد" متکلمین اسلام کے مسئلہ تماثل اجسام کی آواز بازگشت ہی[۱] لیکن فرق یہ ہے کہ متکلمین نے اس مسئلہ سے خدا کے قادر مختار ہونے پر استدلال کیا لیکن ہیکل خالق قدیر کا منکر ہوکر خود کائنات کو خدا سمجھتا ہی - اسکے متعلق ہم باب دوم مین بحث کرینگے -

ارتقا کا مفہوم

غرض کہ اب اس بیسوین صدی مین سائنس نے گویا اپنا نظام شمسی مرتب کرلیا ہی - اس نظام کا آفتاب مسئلہ ارتقا ہے جسکے گرد دیگر مسائل گردش کرتے ہین - عام طور سے ارتقا کے یہ معنی سمجھے جاتے ہین کہ ڈاروِن نے انسان کو ترقی یافتہ بندر ثابت کیا ہی لیکن حقیقت مین اسکا مفہوم وسیع ہے - گرینٹ الن رکھتا ہی -

[۱] شرح مقاصد - علامہ تفتازانی لکھتے ہین
وھذا اصل یبتنی علیہ کثیر من قواعد الاسلام کاثبات القادر المختار وکثیر من احوال النبوۃ والمعاد
یہ ایک جڑ ہی جسپر اسلام کے بہت سے اصول مبنی ہین مثلاً قادر مختار کا ثبوت اور نبوت اور آخرت کی بہت سی کیفیتین ۱۲

"حضرت انسان بلکہ کائنات کے تمام اشیا مدتہاے دراز سے بتدریج ترقی کے زینہ پر چڑھتے ہوے اور مختلف زمانون مین رنگ برنگ صورتین اور ہزارون قالب بدلتے ہوے موجودہ حالت پر پہونچے ہین"

اس طور سے یہ مسئلہ دو حصون مین منقسم ہے۔

(۱) ارتقاء اجسام غیر عضوی یعنی آسمان اور اُسکے اجرام۔ زمین اور عالم جمادات۔ اس بحث کا تعلق خاصکر علم ہیئت۔ طبیعیات۔ اور طبقات الارض سے ہے۔

(۲) ارتقاء اجسام عضوی یعنی نباتات۔ حیوانات۔ اور انسان۔ ڈارون نے پہلے ارتقاء انواع کے اصول دریافت کیے۔ ہکسلی اور ہیکل نے ان اصول کی تائید مین اپنی مشاہدات سے زبردست شہادتین پیش کین۔ پھر رومانیس نے انسان کے دماغی ارتقا اور اسپنسر نے ارتقاء کائنات کو فلسفیانہ رنگ مین پیش کرکے مسئلہ ارتقا کو منتہائی کمال پر پہونچا دیا۔ اس اجمال کی تفصیل مندرجہ ذیل تعلیمات سائنس سے سمجھ مین آئیگی۔

سائنس کی تعریف سائنس لاطینی زبان کا لفظ ہے جسکے معنی "جاننا" ہین۔ آجکل جس معنی مین سائنس کا اطلاق ہوتا ہے وہ یہ ہے۔ پروفیسر سے لنکسٹر کہتا ہے۔

"سائنس نظام فطرت کے علم کا نام ہے جو مشاہدہ۔ تجربہ اور عقل سے حاصل ہوتا ہے"

جمہور علما کی راے مین "سائنس اُن قوانین کے علم کا نام ہے جو فطرت کی قوتون پر نافذ ہین"

انتباہ۔ ہربرٹ اسپنسر اپنی مشہور کتاب "اصول اولیہ" کے صفحہ ۶۶ و ۶۷ مین کہتا ہے۔

ماہیت اشیا سے ہم بالکل ناواقف ہین نہ ہمکو آغاز کی خبر ہے نہ انجام کی زیادہ سے زیادہ سائنس یہی کہہ سکتا ہے کہ مادۂ کائنات ازل مین حالت منتشرہ مین تھا لیکن پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ حالت کیونکر پیدا ہوئی۔ اسیطرح مظاہر موجودات کی نیرنگی کا سلسلہ کچھ ایسا لامتناہی ہے کہ سمجھ مین نہین آتا کہ انجام کیا ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ **علم حقیقی** نہ حاصل ہوا ہے نہ ہوسکتا ہے"

اس بنا پر سائنس کو صرف بقدر طاقت بشریہ محسوسات سے بحث ہے۔ کائنات جس حیثیت سے

انسان کو جستجو ہے حقیقت کی۔ حقیقت یا مادہ و نظام کا انکشاف سائنس کا موضوع ہے-

اصولی موضوع | کائنات کی بنا مادہ اور حرکت پر ہے-

مادہ - جس کی تین حالتیں ہیں ٹھوس۔ سیال۔ بخار (گیس)۔ ماورا النظر - یہ حالتیں کبھی ایک دوسرے سے تبدیل نہیں ہوتیں کیونکہ مادہ ہمیشہ کسی نہ کسی شکل میں ہوتا ہے۔ ٹھوس انجمادی حالت سے لیکر نا محسوس ماورالنظری کیفیت تک جس کا ادراک صرف قوت خیال سے ہوتا ہی موجود ہے[۱]"

مادہ بیشمار چھوٹے چھوٹے غیر منقسم ذرات سے بنا ہے یعنی جواہر فردہ سے مرکب ہے- جواہر فردہ ستر سے اسی تک شمار ہوتے ہیں اور اب تک بسیط سمجھے جاتے تھے لیکن جدید تحقیقات نے اس رائے کو غلط قرار دیا ہے- آلیور لاج کہتا ہے-

> اجزائے لایتجزیٰ دراصل الکٹران (برق پارہ) کا مجموعہ ہیں- یہ الکٹران امواج ایتھر میں جو فضائے تمام میں سایر و دایر ہے سرعت کے ساتھ تڑپتے ہیں اسلیے مادہ کی اصل الکٹرسٹی (کہربائیت) ہے- اگر حساب لگایا جاوے تو ہیڈروجن کے ایک ذرہ میں سات سو الکٹران موجود ہیں سوڈیم میں سولہ ہزار (16000) اور ریڈیم کے ایک ذرہ میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار (160000)- (صفحہ ۱۱ و ۱۲ ماڈرن ویوز آن میٹر)

بہرحال جواہر فردہ کی اصلیت جو کچھ ہو لیکن ہمیں شک نہیں کہ یہ جواہر جیسا کہ ڈالٹن نے ثابت کیا ہے بلحاظ اپنے وزن اور مقدار کے ہمیشہ ایک مقررہ نسبت کے ساتھ باہم دگر متحد ہوتے ہیں مثلاً پانی کا ایک قطرہ خواہ بادل میں ہو یا سمندر میں یا ذی حیات اجسام میں ہمیشہ $\frac{\text{آکسیجن} = 16}{\text{ہیڈروجن} = 2}$ کے نسبت سے مرکب ہوگا- حال میں مشہور روسی ماہر کیمیا مندلیف نے ایک نقشہ وزن جوہری کا مرتب کیا ہے جسمیں یہ دکھایا ہی کہ اگر ہیڈروجن سے شروع کرکے ریڈیم پر جو سب سے زیادہ وزنی عنصر ہے شمار ختم کریں اس طور سے کہ $\frac{\text{ہیڈروجن} = 1}{\text{ریڈیم} = 225}$ تو صاف نظر آتا ہی کہ عناصر ایک باقاعدہ تناسب سے مرتب ہوئے ہیں-

---

۱؎ باب اول ذکر تخلیق مصنفہ اڈورڈ کلاڈ-

حرکت | حرکت دو غیر فانی اور متضاد قوتوں پر منحصر ہے - ایک کا نام فورس (جاذبہ) اور دوسری کو انرجی (دافعہ) کہتے ہین -

فورس کی تین صورتین ہین - میل مرکزی - کشش اتصال اور اتحاد کیمیاوی -

انرجی کی دو صورتین ہین (۱) منفعلہ مثلاً ایک پتھر پہاڑ پر پڑا ہو یا ایک گھڑی مین کوک بھری ہے یا ایک تھیلے مین بارود -

(۲) فاعلہ مثلاً پتھر نیچے گرنے لگے یا گھڑی چلنے لگے یا بارود اڑ جائے -

کائنات مین اگر صرف فورس کا عمل ہوتا تو زمین - چاند - سورج بلکہ تمام ذرات کائنات ایک ہی مرکز اصلی پر کھنچ آتے اور اسلیے حیات کا وجود نہو سکتا - اسیطرح اگر انرجی کا دخل ہوتا تو ذرات کائنات ہمیشہ منفصل رہتے لیکن ایسا نہین ہے -

فورس اور انرجی گویا ایزد اور اہرمن کی طرح فضای کائنات مین مصروف جنگ و جدال ہین - فورس مادہ سے کبھی منفک نہین ہو سکتا لیکن انرجی ایتھر کی وساطت سے ایک ذرہ سے دوسرے ذرہ مین اور ایک جسم سے دوسرے جسم مین گذر کر خارج ہو رہی ہو اسلیے یہ ضرور ہے کہ کبھی نہ کبھی کائنات کی انرجی صرف ہو کر خارج ہو جائیگی اور مادہ کائنات سرد ہو کر بیکار ہو جائیگا - یہ رای لارڈ کلون آلیور لاج اسٹیورٹ اور ٹیٹ کی ہو لیکن ہیکل ہکسلی اور اُنکے ہمخیال جو گویا سائنس کی "اکسٹریمسٹ پارٹی" (گروہ معتدین) مین شامل ہین اس رای کے مخالف ہین انکی رای مین انرجی کی خرج و دخل کا سلسلہ لامتناہی اور ارتقا اور انعدام - انعدام اور ارتقا کا دور پیاپے چلتا ہی رہیگا -

ایتھر | نیوٹن نے میل مرکزی کی قوت کا ذکر کرتے وقت کہا تھا کہ ایک جسم کا دوسرے جسم پر خلا مین عمل کرنا بعید از عقل ہو آج اس قیاس کے روسے زمانہ حال کے ماہرین طبیعات ٹامسن کروکس اور آلیور لاج کہتے ہین کہ جواہر فردہ کے مجموعہ یعنی الکٹران کے مابین کوئی شئی فاصلہ پر کرنیوالی ہونا چاہیے - وہ شئی ایتھر ہے - آلیور لاج کہتا ہو

"ایتھر ایک ہمہ گیر مسلسل اور متصل کرنیوالا واسطہ ہے جس سے تمام کائنات معمور ہے۔ جو نسبت گرہ کو دھاگے سے ہوتی ہے وہی نسبت الکٹران کو ایتھر سے ہے۔ ایتھر کا تعلق عالم اجسام سے ہے لیکن کیا عجب کہ اسکے سوا کسی اور عالم سے اسکا تعلق ہو۔ لیکن ان عالموں کے باہمی تعلق سے ابھی تک ہم بالکل ناواقف ہیں (صفحہ ۲۳۰ "انسان اور کائنات")

اسیطرح ہیکل "معمای کائنات" کے باب ۱۲ میں کہتا ہے۔ "ایتھر غالباً کیمیاوی صفت سے معرا ہے اور جواہر فردہ کو اسکی ساخت میں کچھ دخل نہیں کیونکہ ایتھر خلاء جواہر فردہ کا پُر کرنیوالا ہے اسلیے اگر جواہر فردہ اصل ایتھر قرار پائیں تو تسلسل لازم آتا ہے۔ رابرٹ ڈنکن اپنی کتاب "علم جدید" مطبوعہ ۱۹۱۰ع کے صفحہ ۳ و ۴ میں کہتا ہے۔

ایتھر میں ایسے صفات سلبی پائے جاتے ہیں جنکی سبب سے کسی کو مشکل اسکی ہستی کا یقین آتا ہے مثلاً نہ ہم اسکو دیکھ سکتے ہیں نہ سُن سکتے ہیں نہ چکھ سکتے ہیں نہ وزن کرسکتے ہیں نہ پیمائش کرسکتے ہیں لیکن اگرچہ چشم ظاہر سے نظر نہ آئے تو کیا مضایقہ ہے ہم اُسکو خیال کی آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں"

غرض کہ اس بیسویں صدی میں مادہ کے عوض اب ایتھر سائنس کا تختۂ مشق ہے علم مناظر و مرایا اور علم البرق کے انکشافات جدیدہ (مثلاً بے تار کے پیام کی ایجاد) - ریڈیم یورانیم اور تھوریم عناصر کی خود بخود روشن رہنے والی شعاعوں کی تحقیقات سے ایتھر کے متعلق دنیا حیرت انگیز انکشافات کی منتظر ہے۔ لیکن یہ خیال رکھنا چاہیے کہ اگرچہ زمانہ کی ترقی کے ساتھ عجیب و غریب ایجادات اور اختراعات ہوتے رہیں گے لیکن راز دہر سربستہ ہی رہیگا۔[۱]

اڈورکلاڈ کہتا ہے کہ بیسویں صدی کے انکشافات گذشتہ صدی کی تحقیقات سے بازی لیجائینگے لیکن

یہ عجیب بات ہے کہ ہم جسقدر علم میں ترقی کررہے ہیں اسیقدر اسرار کائنات پیچیدہ ہوتے جاتے ہیں۔

۱؎ ذکر تخلیق باب ششم ۱۲

تخلیق عالم

یعنی سائنس کے سامنے اگر خدا کو خالق عالم کہیں تو اعتراض [illegible] پیدا
کرینگے کہ جس سے سامع حیران ہوجائیگا آخر اصل حقیقت کیا ہو [illegible] تخلیق
عالم کے متعلق جو راے سائنس کی طرف سے پیش ہوتی ہے اسپر بھی اعتراضات وارد ہوتے
ہین پھر بھی اُس راے کی ایسی بلند آہنگی سے تصدیق کیجاتی ہے کہ گویا مشاہدہ اور تجربہ سے ثابت
ہے اور اسلیے واجب التسلیم ہے۔

اس نکتہ کو ہربرٹ اسپنسر نے جسے مسائل سائنس کو فلسفیانہ رنگ مین بیان کرنے مین
ید طولی حاصل ہے اپنی مشہور کتاب اصول اولیہ صفحہ ۳۰ لغایت ۳۵ مین نہایت خوبی سے
ادا کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ کائنات کی ابتدا کیونکر ہوئی اسکے متعلق مذہب کہتا ہے کہ کسی خارجی
قوت یعنی خدا نے پیدا کیا۔ فلسفہ وحدت وجود کہتا ہے کہ عالم اپنا آپ خالق ہے۔ سائنس
کہتا ہے کہ کائنات خود بخود موجود ہے۔ مذہب اور فلسفہ کے عقائد پر اعتراضات پیش کرکے
اسپنسر کہتا ہے کہ کیا اب یہ سمجھنا چاہیے کہ عقیدہ سوم یعنی سائنس کی راے قطعاً صحیح ہے؟
ہرگز نہین۔ اسپر بھی وہی اعتراض عائد ہوتے ہین جو مذہب اور فلسفہ کے عقائد پر
ہوے ہین۔ ذیل مین ہم اسکے الفاظ کا ترجمہ درج کرتے ہین۔

> اگر یہ کہو کہ کائنات خود بخود موجود ہے یعنی قائم بالذات ہے تو ایک ایسی شے کا تصور جس کی
> کوئی علت نہو اور اسلیے اسکا آغاز بھی نہین خارج از قیاس ہے۔ لا انتہا ہی زمانۂ ماضی کا
> تصور اول تو محال ہے لیکن اگر فرض بھی کرلیا جاے تب بھی یہ مسئلہ حل نہین ہوتا۔ ایک چیز
> ہمارے سامنے اسوقت موجود ہے ہمنے یہ دریافت کرلیا کہ یہ چیز ایک گھنٹہ پہلے یا ایک دن
> یا ایک سال پہلے بھی موجود تھی کیا ہمارے اس دریافت کرلینے سے اُس شے کی وجود مین آنے کی
> کیفیت سمجھ مین آگئی۔ اب خیال کو وسعت دو اور ایک سال سے بڑھتے بڑھتے لا انتہا ہی زمانہ
> کی سرحد مین قدم رکھو عقدہ ویسا ہی لاینحل رہتا ہے۔ اسلیے ملحدین کا یہ خیال کہ کائنات
> خود بخود موجود ہے نہ صرف بعید از قیاس ہے بلکہ اگر فرض بھی کرلین تب بھی یہ مسئلہ کہ کائنات کا

(آغاز کیونکر ہوا حل نہیں ہوتا۔ از اصول اولیہ صفحہ ۱۳۱ و ۳۲۳)

اسپنسر کا مسلک "لاادریت" ہے یعنی عقول انسانی علم حقیقی کے حصول سے عاجز ہیں جسطرح مذہب کنہ ذات اور عالم غیب کی حقیقت نہیں بتا سکتا اُسی طرح فلسفہ اور سائنس مادہ اور حرکت کی ماہیت ۔ زمان اور مکان کی کیفیت نہیں بتا سکتا ۔ مذہب فلسفہ اور سائنس ان تینوں کی سرحد اگر ملتی ہے تو اس مقام پر کہ وہ طاقت جسکا مظہر یہ عالم ہے کلیۃً ہمارے ادراک سے باہر ہے[1]

انتباہ شاید یہ کہا جائے کہ جب ہماری معلومات کی یہ حالت ہے اور "لاادریت" کا یہ زور ہے تو پھر مذہب فلسفہ اور سائنس سب ہی کو خیرباد کہنا چاہیے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے ۔ وہ گروہ جنکو اپنے علم پر غرہ ہے ۔ جنکو اپنی عقلوں پر ناز ہے ۔ جو سمجھتے ہیں کہ ہم سب جانتے ہیں "لاادریت" انکی صورت حال کی آئینہ دار ہے ۔ لاادری کی حقیقت منتہی کو منکشف ہوتی ہے نہ کہ مبتدی کو لیکن اس نکتہ کو یاد رکھنا چاہیے کہ لاادریت مذہب فلسفہ اور سائنس پر جداگانہ اثر ڈالتی ہے یعنی فلسفہ اور سائنس پر اسکا اثر "حجاب اکبر" ہوجاتا ہے ۔ مذہب پر اسکا اثر خضوع و خشوع پیدا کرکے عرفان کامل کے درجہ پر پہونچا دیتا ہے ۔ یہی مطلب ہے اس حدیث شریف کا

لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک ۔ اے خدا میں تیری توصیف اسطرح نہیں کر سکتا جسطرح تو نے خود کی ہے ۔

اس تقریر سے یہ معلوم ہوگیا کہ کائنات کے آغاز کا معمّا عقل انسانی سے نہ حل ہوا ہے اور نہ ہوسکتا ہے اسلیے اگر ماہیت اشیا کی بحث کو چھوڑ کر مادہ اور اسکی ازلی حرکت کو فرض کرلیں تو تخلیق عالم کے متعلق سب سے زیادہ قرین قیاس رائے مشہور محقق کانٹ اور لیپلاس کی ہے جو نبولر تھیوری[2] (مسئلہ ضبابۃ النجوم) کے نام سے مشہور ہے یہ مسئلہ اولاً نظام شمسی کی کیفیت تخلیق تک محدود تھا لیکن بعد کو مشہور ہیئت دان ہرشل کے اکتشافات

[1] اصول اولیہ صفحہ ۴۶ ۔

[2] نبولا یعنے گرد تابان ۱۲

جدید نے اس مسئلہ کو تمام نورانی اجرام کی تخلیق پر منطبق کر دیا۔

مسئلہ ضبابۃ النجوم اس مسئلہ کی تشریح حسب ذیل ہے۔

ازل مین مادہ ایک ظلمانی گرد محیط کی شکل مین اسطور سے موجود تھا کہ اسکے اجزاے دیمقراطیسی حالت منفصلہ مین منتشر تھے یہان تک کہ فورس (قوت فاعلہ) نے ان اجزا کو کیمیاوی اتحاد کے قانون سے متحد کر دیا پھر قانون کشش اتصال کے رو سے ان متحدہ اجزا کو اجسام کی صورت مین ترتیب دیا۔ بعد ازان کشش ثقل کے قاعدہ سے ان اجسام کو اپنے اپنے مرکزون کی جانب کھینچ لیا۔ فورس جب یہ رنگ اختیار کر رہا تھا تو انرجی (قوت دافعہ) جو ابھی تک حالت منفعلہ مین پنہان تھی اجزاء دیمقراطیسی کے تصادم سے حرکت مین آئی اور گرمی اور پھر گرمی سے روشنی پیدا کر دی۔ اسطرح فضای کائنات مین بے شمار ضبابۃ النجوم پیدا ہو گئے جنکے حرقت اور التہاب کے اندازہ کرنے سے طائر وہم وخیال کے پر جلتے ہین۔ یہ ضبابہ ان لاکھون کرورون کواکب کے مبدا ہین جو بجاے خود اپنے اپنے عالم کے شموس ہین انکی بعد مسافت کا ادنے سا اندازہ یون ہو سکتا ہی کہ سب سے قریب ستارہ الفا سنتاری کی روشنی جو ایک سکنڈ مین ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل کا فاصلہ طے کرتی ہی ہم تک ساڑھے تین برس مین پہونچتی ہے[1]۔ لیکن یہ بعد مسافت عقل انسانی کی سنگ راہ نہین ہے۔ ہم انکی روشنی کے رنگ سے جو آلہ اسپکٹر اسکوپ سے نظر آتا ہے انکی حالت کا اندازہ کر سکتے ہین۔ مشہور ہیئت دان نارمن لاکیار کہتا ہے" ایک لوہے کی سیخ کو اسپکٹر اسکوپ سے گرم ہوتے دیکھو پہلے سرخ رنگ پھر نارنجی اور زرد سے بتدریج ساتوین رنگ بنفشئی تک غور کرو اور ان الوان کا فوٹو لیتے جاؤ تو معلوم ہو جائیگا کہ جسقدر سیخ گرم ہوتی جائے گی اسپکٹرم کا طول تغیرلون کے ساتھ بڑھتا جائیگا۔ یہی کیفیت کواکب کی ہے اسپکٹر اسکوپ سے انکے الوان کا فوٹو انکی حالت کا آئینہ ہے اور اسلیے ہم بتا سکتے ہین کہ بعض بے انتہا

[1] ماخوذ از" ذکر تخلیق" مصنفہ کلاڈ

گرم ہین اور بعض بالکل سرد ہو گئے ہین ؂

نظام شمسی — ثورس اور انرجی کے قوانین مذکورۂ بالا کے رو سے ایک "صنبابہ" کی گردش اور التہاب سے چند جدا جدا حلقے نکل آئے جو سیارے اور اقمار کی شکل مین ایک ہی سمت گردش کرنے لگے۔ وسط صنبابہ مین ان سب سے حجم مین بڑا ہمارا آفتاب باقی رہگیا ہو جسکے گرد یہ سیارے اور اقمار گردش کرنے لگے۔ اس باضابطہ مجموعہ کا نام نظام شمسی ہے اور اسی سے براہ راست ہمارا تعلق ہے۔

انتباہ - زمانہ حال کا مشہور ہیئت دان پراکٹر اپنی کتاب "توسیع افلاک" کے مضمون سیارے کیونکر پیدا ہوئے مین لکھتا ہے

> ہم تسلیم کرتے ہین کہ سیارے اور آفتاب ابتدا مین صرف ایک "عظیم گرد تالاب" یعنی صنبابہ مین شامل تھے لیکن بڑے بڑے عقلا ابھی تک حیران ہین اور کچھ فیصلہ نہین کر سکے کہ آخر سیارون کا یہ باقاعدہ نظام اور انکا باہمی فرق مراتب کیونکر عمل مین آیا۔

نظام شمسی کے ارکان یہ ہین آفتاب سیارے جنمین زمین بھی شامل ہے اقمار شہاب ثاقب۔ آفتاب کا حجم اپنے ارکان نظام کے مجموعی حجم سے ۷۰۰ حصہ زیادہ ہے اسکے قرص کے پگھلے ہوئے مادہ کی آتش مزاجی اس حد تک ہے کہ جسکا اندازہ مشکل ہے۔ فضای آفتاب ہیڈروجن اور ہیلیم (جو بقول ولیم ریمزے "ریڈیم سے نکلا ہے") سے معمور ہے جنکے سبب سے ہولناک طوفان نار اٹھتے ہین اور خوفناک لیے بانہای آتشین ہزارون میل تک بلند ہوتے نظر آتے ہین۔ آفتاب اپنے محور یا "مستقر" کے گرد ۲۵ دن مین گھومتا ہے لیکن اسکے نظام کے ارکان اسی کے گرد گردش کرتے ہین۔

بعض سیارے مثلاً زحل اور مشتری اپنے حرقت اور التہاب۔ تلاطم اور طوفان کے لحاظ سے ہمرنگ آفتاب ہین لیکن بعض چھوٹے چھوٹے سیارون کا یہ قیامت خیز جوش وخروش

؂ علم جدید مصنفہ ڈنکن ۵۲ اشارہ ہے اس آیت پاک کی طرف والشمس تجری لمستقر لہا۔

فرو ہو گیا ہے اور برودت کے درجہ تک پہنچکر انجمادی حالت پیدا ہو گئی ہے۔ گرمی اور روشنی نام کو نہیں رہی اور انرجی کا ذخیرہ ختم ہو گیا ہے۔ یہی حالت ہمارے چاند کی ہے نہ آکسیجن ہوا ہے نہ گرمی اسکے آتش فشان پہاڑ گویا اپنی آتش باری کی بہار دکھا چکے یہی حال ایک دن اور سیاروں کا بھی ہونے والا ہے۔ کیونکہ انرجی اگرچہ بحیثیت مجموعی فنا نہیں لیکن موجودہ اجسام سے ایک نہ ایک دن زائل ہو جائیگی اُسوقت اذا الشمس کورت واذا النجوم انکدرت کے معنی آئینہ ہو جائینگے۔

کرۂ زمین | ہماری زمین بھی ابتدا میں رقت اور التہاب کے لحاظ سے چھوٹے پیمانہ پر آفتاب کے ہمرنگ تھی لیکن رفتہ رفتہ حرارت کے کم ہونے سے اسکا ملتہب وہ عناصر مثلاً نیٹروجن اور آکسیجن کے امتزاج سے بشکل غاز یعنی ہوا اور آکسیجن اور ہیڈروجن کے امتزاج سے سیال یعنی پانی کی شکل میں نمودار ہوا اور بالائی حصہ منجمد ہو کر سطح زمین کہلایا۔ زمین کے اندر تخمیناً پچیس میل تک آتشی اور آبی عمل سے ظہور میں آئی ہوئی چٹانوں کا سلسلہ دریافت ہوا ہے جسکے نیچے قیاساً یہ کہا جاتا ہے کہ پگھلا ہوا ملتہب مادہ موج زن ہے جسکا ثبوت پہاڑوں کی آتش فشانی اور زلزلوں سے ملتا ہے[1]۔

زمین کی عمر | زمین کی عمر کے متعلق مختلف رائیں ہیں اور لاکھوں اور کروڑوں کے اعداد پیش کیے جاتے ہیں علمائے طبیعیات مثلاً لارڈ کلون ۲ کروڑ سے دس کروڑ تک بیان کرتے ہیں لیکن طبقات الارض کے ماہر اس سے زائد مدت بتاتے ہیں[2] بہرحال اسقدر تحقیق ہے کہ زمین کی عمر بہت زائد ہے نہ یہ کہ سات ہزار کی مدت جو مروجہ اناجیل میں بیان کی گئی ہے کسی طرح قیاس میں نہیں آتی۔ یہود و نصاریٰ کی پیروی میں جن مسلمانوں نے اناجیل کی اس روایت کو تسلیم کیا ہے وہ دیکھیں کہ خود محققین اسلام سائنس کے انکشافات سے کئی سو برس پیشتر کیا کہتے ہیں۔

---

[1] طبقات الارض، مصنفہ گیکی جلد اول صفحہ ۳۔ [2] ماخوذ از انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا طبع جدید۔

علامہ ابن حزم (المتوفی ۴۵۶ھ) جو اندلس کے ایک مشہور محدث ہونے کے علاوہ ایک متبحر متکلم بھی تھے اپنی معرکۃ الآرا کتاب الفصل فی الملل حصہ دوم صفحہ ۱۰۵ مین فرماتے ہین

واما اختلاف الناس فی التاریخ فان الیهود یقولون للدنیا اربعة الاف سنة ونیف والنصاری یقولون للدنیا خمسة الاف سنة واما نحن فلا نقطع علی عدد معروف عندنا واما من ادعی فی ذلک سبعة الاف سنة او اکثر او اقل فقد کذب وقال مالم یات قط عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فیه لفظة تصح بل صح عنه علیه السلام خلافه بل نقطع علی ان للدنیا امرا لا یعلمه الا اللّٰه عز وجل قال اللّٰه تعالی ما اشهدتهم خلق السموات والارض ولا خلق انفسهم -

اور لوگوں کی اختلاف تاریخ کے بارہ مین پس یہودی دنیا کی عمر چار ہزار اور کچھ زائد بتاتے ہین اور عیسائی پانچ ہزار کہتے ہین لیکن ہم مسلمانون کے نزدیک کوئی خاص عدد مقرر نہین ہے اور جس کسی نے عمر دنیا کے بارہ مین سات ہزار سال سے کچھ زائد یا کم کا دعوی کیا اُسنے جھوٹ کہا اور ایسی بات کہی جسکے متعلق رسول اللہ صلعم سے کوئی صحیح روایت مروی نہین بلکہ اسکے خلاف مین مذکور ہے - یہ امر قطعی ہے کہ عمر دنیا کا علم بجز خدائے عزوجل کے اور کسی کو نہین - حق تعالی اپنے کلام پاک مین ارشاد فرماتا ہے - نہ حاضر کر لیا تھا مینے انکو بنانے مین آسمانون کے اور زمین کے اور نہ بنانے مین اُنکی جانون کے -

آگے چلکر محدث موصوف آثار قدیمہ کا حوالہ دیتے ہوے لکھتے ہین کہ ہندوستان مین بہت سے ایسے مجسمے اور سنگی آثار پائے گئے جنکی تاریخ بنا کے متعلق ہزارون سال سے بھی زائد روایت مشہور ہے چنانچہ سلطان محمود ابن سبکتگین نے یہان ایک ایسا مقام دیکھا جسکے متعلق ۴ لاکھ سال کی روایت بیان کیجاتی ہے واللہ اعلم کہان تک صحیح ہے -

محدث موصوف کے زمانہ مین کالڈیہ اور مصر کے گذشتہ تہذیب کے مدفون آثار قدیمہ دریافت نہین ہوسے تھے اور نہ قدیم انسان کے "دور حجریہ" کے آلات پُرانے غارون اور دریا کے دہانون سے کھود کر نکالے گئے تھے ورنہ وہ ضرور ان آثار کو اپنے دعوے کے ثبوت مین پیش کرتے اور ہندوستان کے مبالغہ آمیز افسانون کا حوالہ نہ دیتے -

بہرحال قدیم تاریخ ارض کے دو خاص ماخذ ہین -

اول طبقات احجار یعنی تہ بتہ جمی ہوئی چٹانین جو آتشی اور آبی عمل سے مرتب ہوئی ہین -

انکی طبقات سے زمین کی عمر کا اندازہ کیا جاتا ہے۔

دوم آثار متحجرہ یعنی اُن چٹانون مین جو نشانات نظر آتے ہین اُنکی نسبت پہلے یہ خیال تھا کہ یہ صرف قدرت کی گلکاریان ہین لیکن طبقات الارض اور علم الآثار کے ماہرین کی تحقیقات سے یہ ثابت ہوا کہ قرون ماضیہ مین نباتی اور حیوانی عالم کے افراد جو اپنی زندگی کے مدارج طے کر کے فنا ہوگئے یہ انھین کی نشانیان ہین۔ کوئلہ کی کانون مین۔ کھریا مٹی کی پہاڑیون مین اور اُن مقامات مین جہان زمین دھس گئی یا جہان اُبھر آئی یہ نشانیان جنسے گذشتہ زمانہ کی عجائبات کا فوٹو کھنچ جاتا ہے صاف نظر آتی ہین۔

زمین کے قرون ماضیہ کے چار دور — ان دو ماخذ کی بنا پر قرون ماضیہ کی تاریخ کے چار دور قرار دیئے گئے ہیں جن کا ہم ایک نقشہ جو اڈورڈ کلاڈ کی کتاب "ذکر تخلیق" کے باب چہارم سے اخذ کیا گیا ہے درج کرتے ہین۔

ہر دور کے مخصوص ذی حیات کا نقشہ

دور	طبقات ارض	حیوانات	نباتات
دور اول یا دور "ماہی"	۲ قسم کے ابتدائی طبقات	اسفنج۔ مرجان۔ ایک قسم کی چھلدار مچھلیاں گھونگے۔ عظیم الجثہ کچھوے وغیرہ	بے برگ و بار سبزہ
دور ثانیہ یا دور "ہوام الارض"	تین قسم کے طبقات	دہشتناک ہولناک بحری اژدہے۔ عظیم الجثہ چھپکلیان جنکی شکل کے پردار جانور جنکے دانت گھڑیال کی طرح ہوتے تھے	تناور اشجار اور قسم قسم کی سبزیان
دور ثالثہ یا دور "ذوات الثدی"	″	دودھ پلانیوالے جانور۔ وہیل مچھلی۔ سانپ۔ بندر۔ نسناس یا بن مانس۔	ہرے پتوں والے درخت اور جھاڑیان
دور رابعہ یا دور "انسان" ا۔ دور اولی	ایک قسم	ہاتھی کی قسم کے بہت بڑے لمبے بالون والے "جانور ماسٹوڈان" اور ممتھ (فیل شرائی) ۔ اسد کہفی ۔ وحشی انسان جو پتھر کے اوزار استعمال کرتا تھا	موجودہ انواع نباتات
ب۔ دور آخری یا انسان کا تاریخی دور	″	موجودہ انواع حیوانات	

بظاہر ہر دو جدا جدا معلوم ہوتا ہی لیکن حقیقت مین ایک کا سلسلہ دوسرے سے ملا ہوا ہی اور ہر نوع کا ظہور اور ارتقا بتدریج لاکھون برس مین عمل مین آیا ہے - اگرچہ سر چارلس لائل نے اپنی مشہور کتاب اصول طبقات الارض مین جو سنہ ۱۸۳۰ع مین شائع ہوئی یہ مسئلہ طی کر دیا کہ طبقات زمین کا وجود بقاعدہ تسلسل کے ساتھ بتدریج عمل مین آیا ہی پھر بھی انواع ذی حیات کے متعلق وہی پرانا خیال قائم رہا کہ ہر نوع علحدہ علحدہ اور یکایک ظہور مین آئی اور ایک کا دوسرے سے کوئی تعلق نہین ہے

فرانس کے مشہور ماہر سائنس لمارک نے اگرچہ سنہ ۱۸۰۹ع مین یہ اصول قائم کیے تھے کہ "احول یعنی گرد و پیش کے طبعی اثر اور اعضا کے استعمال یا عدم استعمال سے انواع کا ارتقا عمل مین آیا ہے اسلیے ہر دو کے انواع کا ایک دوسرے سے ارتقائی تعلق نظر آتا ہی لیکن چونکہ اسوقت تک علم الحیات اور علم الآثار کے معلومات وسیع نہین ہوے تھے اسلیے لمارک کے اس خیال کی کسی نے تائید نہ کی اور یہ مسئلہ یون ہی لاینحل رہا لیکن جب چارلس ڈارون نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب "اصل انواع" سنہ ۱۸۵۹ع مین شائع کی تو علمی دنیا مین ایک ہلچل مچ گئی۔

چارلس ڈارون

چارلس ڈارون انگلستان کے ایک قصبہ شروسبری مین ۱۲ فروری سنہ ۱۸۰۹ع کو پیدا ہوا - طالب علمی کے زمانہ مین کوئی نمایان ترقی نہین کی - اسکول مین بدشوق مشہور رہا اور کالج مین بغیر کسی اعزاز کے ڈگری حاصل کی - ۲۲ برس کی عمر مین سیاحت کا شوق دامنگیر ہوا - اتفاق سے ایک سرکاری جہاز بیگل تمام دنیا کے گرد چکر لگانے کو جا رہا تھا - ڈارون بھی ساتھ ہو گیا - اس سفر نے اسکی طبیعت مین ایک نمایان انقلاب پیدا کر دیا - مختلف ملکون اور جزائر خاص کر آسٹریلیا اور جنوبی امریکہ کی عجیب و غریب جانور اور نباتات کو دیکھکر اسکی قوت مشاہدہ مین ایک زبردست ہیجان پیدا ہو گیا - اسنے ہر چیز کو اب نہایت غور اور تامل سے دیکھنا شروع کیا اور ہر وقت اس فکر مین مبتلا رہنے لگا کہ کسی طرح انواع نباتات اور حیوانات کی اس تغیر عظیم کی علت دریافت کرے - پانچ برس کے بعد ڈارون سفر سے واپس آیا - اسنے اپنی مشاہدات کی ایک یادداشت تیار کی

اور دوسرے سال یعنی ۱۸۳۷ء سے اسنے اپنی معرکۃ الآرا کتاب "اصل انواع" کو لکھنا شروع کیا جسکو اسنے بائیس ۲۲ برس تک نہایت محنت اور کوشش سے ترتیب دیکر شائع کیا۔ ڈارون نے اپنی سوانح عمری مین اس کتاب کی ترتیب کے متعلق دلچسپ واقعات لکھے ہین جنکو ہم ذیل مین اختصار کے ساتھ درج کرتے ہین وہ کہتا ہے

کچھ شک نہین کہ سمندر کی طرح انسان کی زندگی مین بھی مدوجزر ہوتا ہے۔ ۲۷ دسمبر ۱۸۳۱ء کو جب مین گھر سے نکلکر بیگل جہاز پر سیاحت عالم کو چلا تو فطرت کے عجیب و غریب نظارہ سے میری آنکھین کھل گئین۔ پانچ برس کے بعد وطن واپس آکر مین نے مصمم ارادہ کرلیا کہ انواع کی اصلیت کے متعلق اپنے مشاہدات کی مدد سے کچھ لکھون۔ چنانچہ جولائی ۱۸۳۷ء کو مین نے اپنے مسودہ کی ابتدا کی۔ پندرہ مہینے بعد یعنی اکتوبر ۱۸۳۸ء کو۔ ایکدن مین مالتھوس کا مضمون آبادی عالم کے متعلق تفریحاً پڑھ رہا تھا جسکا مطلب یہ تھا کہ انواع کی پیدایش اس کثرت سے ہوتی ہے کہ اگر مختلف حادثات مثلاً امراض مہلکہ۔ کشت و خون۔ اور سیلاب و طوفان وغیرہ واقع نہون تو تھوڑے عرصہ مین مختلف انواع کا کیا ذکر ایک ہی نوع کے افراد سے دنیا بھرجائے مثلاً خود انسان اگر حوادث سے محفوظ رہے تو ایک ہزار برس مین انسانون کی وہ کثرت ہوجائے کہ کہین تل دھرنے کو جگہ نہ رہے یا مثلاً ہاتھی جسکے دیگر انواع کے مقابلہ مین بہت کم بچے ہوتے ہین اسکے ایک جوڑے سے ۷۵۰ برس مین ایک کروڑ نوّے لاکھ ہاتھی موجود ہوجائینگے۔ مین نے جسوقت ان واقعات پر غور کیا یکایک میرے دل مین انتخاب طبعی کا خیال پیدا ہوا جس سے صرف افراد قابل ہو "کشمکش حیات" مین زندہ بچکر آیندہ نسلون کے مورث ہوتے ہین۔

الغرض مین نے انتخاب طبعی کا کلیہ قائم کرکے ارتقاء انواع کے مسئلہ کو حل کرنا شروع کیا بیس برس کی مدت مین مین نے نہایت غور اور احتیاط سے اپنے فرض کو انجام دیا لیکن مین نے اپنے مسودات کو شائع نہین کیا۔ اس اثنا مین ڈاکٹر ویلس نے جو مجمع الجزائر

ملایا مین علم الحیات کی تحقیقات مین مصروف تھا اپنا ایک تذکرہ میرے معاینہ کیواسطے بھیجا۔ مجھے یہ دیکھکر حیرت ہو گئی کہ ویلس نے بھی میرے ہی اصول بطور خود دریافت کر لیے۔ تب میری دوست سر چارلس لائل نے یہ دیکھکر مجھے مجبور کیا کہ ڈاکٹر ویلس کے تذکرہ کے ساتھ مین اپنے مسودات شایع کرون۔

ڈارون کی کتاب "اصل انواع" کا ملخص

اب ہم "اصل انواع" کے ضروری مقامات کا ملخص ذیل مین درج کرتے ہین ڈارون نے مسئلہ ارتقا کی بنیاد جن قواعد پر قائم کی ہے پہلے انکو ذہن نشین کر لینا چاہیے وہ کہتا ہے۔

(۱) ایک نوع کے دو افراد مین ہر حیثیت سے مشابہت تام نہین پائی جاتی بلکہ ہر فرد مائل بہ اختلاف ہے۔ یہ طبعی میل اختلاف "ماحول" یعنی گرد و پیش کے اثر سے نمایان تغیر پیدا کر دیتا ہے جیسا کہ جانوران صحرائی اور اہلی مین پایا جاتا ہے۔

(۲) یہی وہ طبعی میل اختلاف ہے جس سے انسان فائدہ اُٹھاکر ایک نوع سے سیکڑون اقسام جنمین مورث کا امتیازی نشان اسی کے وارث مین منتقل ہو کر مستقل صورت اختیار کر لیتا ہے اپنی پسند کے موافق تیار کرتا ہے جیسے کبوتر۔ کتا۔ سیب وغیرہما۔ جب انسان محدود مکان اور زمان مین ایسے تغیرات انواع مین پیدا کر لیتا ہی تو فطرت جسکا اختیار اور دائرہ عمل کہین زیادہ وسیع ہی کیا کچھ نہین کر سکتی لیکن انسان اور فطرت کے انتخاب مین یہ فرق ہی کہ انسان اپنے مفید مطلب اقسام کو تیار کرتا ہے لیکن فطرت اُنھین اقسام کو منتخب کرتی ہی جو قابلیت کے لحاظ سے بقای نوع کے واسطے موزون ہوتے ہین۔

(۳) چونکہ ہر نوع کے افراد کی پیدایش جلد جلد اور کثرت سے ہوتی ہے اسلیے غذا مسکن اور ازدواج کے واسطے جنگ وجدال کا معرکہ گرم رہتا ہی۔ اس کشمکش کی حالت مین "انتخاب طبعی" صرف اُنھین افراد کو جنمین کوئی خاص تفوق یا نمایان امتیاز ہوتا ہی باقی رکھتا ہے اور بقیہ کو فنا ہو جانے دیتا ہے۔ اس تفوق یا امتیاز کی بنا کبھی قوت پر ہوتی ہی جیسے شکاری جانورون مین

کبھی رنگ صوت اور حسن پر جیسے خوشرنگ اور خوش نغمہ سنج طیور میں۔ کبھی ذائقہ اور خوشبو پر جیسے پھلوں میں غرض کہ ایسے بہت سے دقیق وجوہ ہوتے ہیں جنکی بنا پر انتخاب طبعی اپنا عمل کرتا ہے۔

(۳) انتخاب طبعی انھیں افراد کو باقی رکھتا ہے جو اپنے "ماحول" سے اثر پذیر ہوتے رہتے ہیں مثلاً غذا کے ذرائع حصول پر آب و ہوا و مسکن کا اثر بدرجۂ اولی ہوتا ہے اسلیے جن افراد کے عضو حالت متغیرہ کے ساتھ مناسبت پیدا کر لیتے ہیں وہی کشمکش حیات میں زندہ رہتے ہیں۔ علاوہ اسکے کسی عضو کا استعمال یا عدم استعمال بھی افراد کی تغیر شکل و صورت کا باعث ہوتا ہے

مذکورۂ بالا قواعد کی بنا پر حسب ذیل دلائل ارتقاء انواع کے ثبوت میں ڈارون کی طرف سے پیش ہوتے ہیں۔

(۱) علم الجنین کی شہادت جسکی تفصیل یہ ہے کہ سنہ ۱۸۲۲ء میں ڈاکٹر بائر نے جو جدید تحقیقات اس علم میں کیے تھے انکی بنا پر ڈارون نے یہ ثابت کیا کہ انواع کی جنین ابتدائی حالت میں باہمدگر مشابہ ہوتے ہیں یہانتک کہ ایک نوع جس زمانہ میں جس شکل میں ظاہر ہوئی ہو ان تمام اشکال کا ابتدا سے انتہا تک جنین کی مدت قیام شکم مادر میں پورا اعادہ ہو جاتا ہے[1]

(۲) علم ترکیب الاعضا (مرفالوجی) انواع کے بڑے اقسام جنکے عادات بالکل مختلف ہیں اعضا کی ابتدائی ساخت کے لحاظ سے مشابہ ہوتے ہیں مثلاً بندر کے ہاتھ مویشیوں کے اگلے پاؤن۔ طیور کے بازو کی ساخت یکسان ہے لیکن جس سے جو کام لیا جاتا ہے صرف اس حیثیت سے مختلف ہے غرض کہ اسطرح غور کرنے سے مختلف انواع کی اعضا کی یکسان ساخت نظر آتی ہے فرق صرف طریق عمل سے پیدا ہوتا ہے۔

---

[1] ڈارون کے بعد اسکے شاگرد ہیکل نے جو علم الحیوان کا ایک مسلم الثبوت استاد ہے اپنی کتاب "ارتقاء انسان" کی جلد اول میں تین جنین یعنی کتا۔ انسان اور کچھوا کے فوٹو کا موازنہ کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ ان تینوں انواع کے چار ہفتہ کی جنین بالکل باہمدگر مشابہ ہوتے ہیں اسی طرح ایک دوسرے فوٹو میں گائے۔ سور۔ خرگوش اور انسان کے جنین بھی مشابہ ہیں ۱۲

اعضای ساقط العمل کا وجود بھی ارتقا کی ایک دلیل ہے مثلاً بعض طیور کے جنین کی چونچ مین دانتون کے نشان بعض سانپون مین پچھلے پاؤن کے آثار وغیرہا۔

(۳) آب وہوا کے اختلاف اور بحر وبر کی جغرافیائی انقلاب سے جو نمایان تغیر انواع مین پیدا ہوتا ہی اس سے انکی ارتقا کا پتہ چلتا ہی۔ اگرچہ ہر ذی حیات کا رقبہ مخصوص ہے مثلاً دریائی گھوڑا افریقہ مین "سلاتھ" امریکہ مین۔ قطب شمالی کی نباتات کا منطقہ حارہ مین موجود نہ ہونا وغیرہ۔ لیکن قدیم زمانہ مین انتقال کے طبعی اسباب مثلاً طوفان [illegible] وغیرہ پر جسوقت غور کیا جائے تو تشابہ اور تباین کے وجوہ آئینہ ہو جاتے ہین۔ اس عقدہ کے حل کرنے مین جزائر قریب البر کے انواع کا موازنہ ان جزائر کے انواع سے جو مثلاً قطبین کے سمت دورن مین واقع ہین اثبات دعوے کے واسطے ایک عمدہ مثال ہے۔ جزیرہ آسٹریلیا جو قرون ماضیہ مین براعظم ایشیا کا ایک جزو تھا قدیم زمانہ کے ادنےٰ انواع ذوات الثدی سے مثلاً کانگرو کا ایک زندہ نمونہ ہے برخلاف اسکے بحر شمالی و جنوبی کے جزائر آزور اور سینڈوچ مین بجز چمگادڑ کے نہ کوئی دودھ پلانے والے جانور ہین نہ مینڈک نہ کچھوے البتہ تیز بال طیور جو سمندرون کو طے کر سکین پائے جاتے ہین ان طیور کے ذریعہ سے نباتات براعظم کے تخم کبھی انکے پنجون اور چونچ مین کیچڑ کے ساتھ لپٹ کر کبھی انکے پرون مین اور کبھی سوء ہضم یا قبل ہضم شکار ہو جانیکے باعث سالم تخم اور گٹھلیان دور دراز مقامات مین اسطرح سے منتقل ہو کر سرسبز ہو جاتے ہین۔

ڈارون نے جن اصول پر ارتقاء انواع کے ثبوت پیش کیے انپر جو اعتراض ہو سکتے تھے انکو اسنے کمال دور اندیشی سے اپنی اسی کتاب "اصل انواع" کے ابواب ششم اور ہفتم اور دہم مین درج کر کے رد کیا ہی مثلاً یہ اعتراض کہ انواع کے درمیانی حلقے مفقود ہین اسلیے سلسلہ ارتقا ٹوٹ جاتا ہے آثار قدیمہ کے جدید اکتشافات سے خود بخود دفع ہوتا جاتا ہی یا یہ اعتراض کہ دو مختلف اقسام انواع کی جو نسلین پیدا ہوتی ہین انکا سلسلہ توالد و تناسل منقطع ہو جاتا ہے

مثلاً خچر اسلیے انکا ارتقائی تعلق بھی قائم نرہا- اسکے متعلق ڈاروِن نے چند مثالین جنوبی امریکہ کی ایک قسم کی بھیڑ اور بکری اور چند اقسام کی جھاڑیان پیش کین، اور یہ ثابت کیا کہ توالد اور تناسل کا دارومدار زیادہ تر دقیق میلان طبعی پر رہے۔ انتخاب طبعی کے کلیہ پر مشہور محقق ویسمن کا یہ اعتراض کہ مورث کے خصوصیات انتخاب طبعی کے قاعدہ سے وارث تک منتقل نہین ہوسکتے البتہ بہت زبردست ہے۔

اگرچہ ڈاروِن نے صاف کہدیا تھا کہ انتخاب طبعی ایک عام کلیہ ہے لیکن یہ ضرور نہین کہ ہر جگہہ بذات خود اسی کا عمل رہے مگر پھر بھی اس اعتراض کی اہمیت کے لحاظ سے ڈاروِن کے متبعین نے انتخاب طبعی کی جگہہ اسپنسر کے معنی خیز اصطلاح "بقای اصلح" کا استعمال ضروری سمجھکر دفع اعتراض کی کوشش کی۔

بہرحال ڈاروِن نے انواع کا ارتقا جن قواعد کے رو سے ثابت کیا اسپر اگرچہ بہت کچھ جرح وقدح ہوئی لیکن نفس الامر مین دعوی ارتقا باطل نہوسکا اور اب یہ مسئلہ سائنس کا ایک مسلمہ مسئلہ ہے۔

ارتقاءِ انسان ڈاروِن نے اپنی کتاب مین انسان کے ارتقا سے بحث نہین کی تھی وہ خوب سمجھتا تھا کہ یہ ایک نازک مسئلہ ہے۔ "اصل انواع" کے شائع ہونے کے بعد اُسنے جو خط گرے کے نام ۱۸۶۰ء مین لکھا اسمین صاف صاف کہتا ہے۔

"مذہبی معاملات مین بحث وجدال کرنے سے مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے مین نہین چاہتا کہ میرا دامن تحریر الحاد سے آلودہ ہو جائے" (سوانح وخطوط ڈاروِن جلد دوم صفحہ ۳۱)

لیکن بعد کو ایسے واقعات پیش آئے جن سے اسکی حالت بدل گئی۔ "اصل انواع" مین جو طرز استدلال اُس نے اختیار کیا تھا وہ ایک ایسی آگ تھی جس نے بتخانہ کے ساتھ مسجد کو بھی جلادیا۔ ہکسلے جو علم الحیات اور علم الآثار کا ایک مشہور عالم تھا ڈاروِن کے استدلال کے پیچھے توریت وانجیل کی روایات متعلق تخلیق عالم پر سر کرنے لگا اور اپنے لکچرون مین دعوے کیا کہ نوع انسان کو بھی کوئی جداگانہ نوع نہین کہسکتے

بلکہ تشریح الابدان[1] سے صاف نظر آتا ہے کہ دیگر انواع کی طرح اسکا سلسلہ بندرون سے ملجاتا ہے ہکسلے نے اپنے لکچرون کو ایک کتاب کی صورت مین جسکا نام کائنات مین انسان کا درجہ ہے ۱۸۶۳ء مین شائع کردیا۔ ہکسلے چونکہ نہایت تندخو۔ دریدہ دہن اور رند مشرب تھا یہان تک کہ فخریہ کہا کرتا تھا کہ "مین تو ڈارون کا بل ڈاگ (کتا ہون)[2]" اسلیے مقتدایان دین کا گروہ سخت برافروختہ ہوگیا اور سب سے پہلے ڈارون کو کافر اور ملحد کا لقب دیکر بغیر اسکے کہ اسکے دلائل کو معقول طرز سے رد کرین یہ طعنہ دیا کہ ڈارون اخلاقی کمزوری اور کمینہ پن سے اپنے عقائد کا اخفا کرتا ہے۔

مقتدایان دین کے اس دلشکن طعنہ کی برداشت ڈارون سے نہو سکی وہ ایک خط مورخہ ۲۲ فروری ۱۸۶۹ء مین اپنے ایک دوست مولر کو لکھتا ہے

"مجھے اخفاے خیالات کا طعنہ دیا جاتا ہے اچھا اب مین نسل انسان کی اصلیت کے متعلق کچھ لکھتا ہون" سوانح و خطوط ڈارون جلد سوم صفحہ ۱۱۲"

چنانچہ ۱۸۷۱ء مین اسنے اپنی دوسری کتاب ہبوط انسان کے نام سے شائع کی اور علم الجنین علم الآثار علم تشریح الابدان کے ذریعہ سے اسنے یہ دعوے کیا کہ جسمانی۔ دماغی اور روحانی ہر حیثیت سے انسان ترقی یافتہ بندر ہے صدق اللہ العلی العظیم حیث قال ارایت من اتخذ الٰھہ ھواہ واضلہ اللہ علی علم۔ تونے دیکھا اسکو جسنے پکڑا اپنی خواہش کو اپنا معبود اور گمراہ کیا اسکو اللہ نے علم پر۔

لیکن یہ خیال رہے کہ ڈارون کی گمراہی کے ذمہ دار زیادہ تر پیشوایان مسیحیت ہین جنھون نے

---

[1] ہکسلے نے انسان اور چار قسم کے مردم نما بندر چمپینزی۔ گوریلا۔ گبن۔ اُرانگ اٹانگ کے ڈھانچون کا موازنہ کرکے یہ ثابت کیا ہے کہ انسان اور بندر مین اگر کچھ فرق ہے تو دماغ کے نظام عصبی کی ساخت مین اور وہ بھی چمپینزی مین بہت خفیف یہانتک کہ انسان اور چمپینزی کے نوزائیدہ بچون مین کچھ بھی فرق نہین ہے ماخوذ از مینز پلیس ان نیچر"

[2] سوانح ہکسلے جلد اول صفحہ ۳۶۳

ادعُ الیٰ سبیلِ ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ بلا طرف راہ اپنے رب کے ساتھ حکمت اور نصیحت پسندیدہ
وجادلھم بالتی ھی احسن۔ کے اور جھگڑ تو انسے اُس طرح کہ وہ بہت اچھی ہے۔
کے زرین اصول کے خلاف عمل کیا۔ ڈارون کہتا ہے

"ابتدائی تورات کے روایات مجھے ہنود کی مذہبی کتابوں کی طرح معلوم ہونے لگیں
دین عیسوی کی بنیاد جن معجزوں پر رکھی گئی ہے اور خود اناجیل کی باہمی متناقض روایات
پڑھکر مجھے یقین ہو گیا کہ یہ کتابیں الہامی نہیں ہیں یہانتک کہ بد اعتقادی کا اثر
آہستہ آہستہ مجھے محسوس ہونے لگا اور پڑھتے پڑھتے بالکل سرایت کر گیا ...."
پھر کہتا ہے کہ "اشیا کی ماہیت کا معمہ حل کرنے سے ہم عاجز ہیں اور اب میرے واسطے
یہی ایک صورت ہے کہ لا ادریت پر قانع رہوں"

(سوانح ڈارون جلد اول صفحہ ۳۰۸ و ۳۱۷)

کیون نہیں ؎

دلم ز صومعہ بگرفت و خرقۂ سالوسی
کجاست دیر مغان و شراب ناب کجا

ڈارون کا انتقال ۱۹۔ اپریل ۱۸۸۲ء کو ہوا۔ اسکے آخری الفاظ یہ تھے۔

"مجھے یقین ہے کہ میں اپنی زندگی کو سائنس کے واسطے بہترین وقف کر دینے میں حق پر رہا
میں کبیرہ گناہوں سے مجتنب رہا۔ مجھے اکثر اوقات بار بار یہی افسوس ہوتا تھا کہ میں
اپنے ہمجنسون کو براہ راست بہت کم نفع پہونچا سکا"

ڈارون نے اپنی تصانیف میں مسئلہ ارتقا کے ہر پہلو کو اس جامعیت سے بیان کیا ہے کہ بعد کو
جو کچھ اضافہ ہوا وہ ایسا ہے جیسے کہ ایک متن کی متعدد شرحیں۔ ڈارون کے انتقال کے بعد
علم الحیات اور علم الآثار میں جدید انکشافات ہوئے لیکن یہ تمام انکشافات اسکے خیال کے
مؤید ثابت ہوئے مثلاً زمانہ حال کی مشہور سلولر تھیوری یا مسئلہ میوٹیشن جسکا ماحصل یہ ہے

سلولر تھیوری یعنی مسئلہ بیوت اور ارتقائی حیات	حیات کے واسطے نمی اور گرمی مخصوصات سے ہیں۔ جسوقت کرۂ ارض کی شدت التہاب میں کمی ہوئی تو آکسیجن اور ہیڈروجن کے امتزاج سے

پانی پیدا ہوا پھر پانی میں کاربن نیٹروجن اور گندھک وغیرہ کے امتزاج سے اُس عجیب نشئے کا ظہور ہوا جو بقول ہکسلے مادۂ حیات ہے۔ خردبین سے حیوانات کے تخم اور نباتات کے تازہ ریشوں کو دیکھو دونوں ایک ہی قسم کے چھوٹے چھوٹے سیلز (بیوت)[1] کا مجموعہ ہیں۔ یہ بیوت یا خانے ایک ہی طرح کی بھوری چمکنے والی رقیق اور متحرک شئے سے معمور ہوتے ہیں اس شئے کا نام علمای سائنس نے پروٹوپلیزم یعنی مادالحیات رکھا ہے۔

تمام اجسام ذی حیات یعنی نباتات۔ حیوانات اور انسان کی ابتدا ان بیوت سے جنمیں مادالحیات بھرا ہوتا ہے ہوتی ہے۔ سب سے پہلے ایک خانہ ہوتا ہے جسکے وسط میں پروٹوپلیزم اپنا مستقر قرار دیکر تغذیہ اور نمو کا عمل شروع کرتا ہے اور جسوقت ایک مقررہ حجم تک نشو و نما پاچکا تو وہ خانہ مستقر کے مقام سے پروٹوپلیزم کے ساتھ دو متساوی بیوت میں تقسیم ہوجاتا ہے اسطرح دو سے چار۔ چار سے آٹھ۔ آٹھ سے سولہ الی غیر النہایہ بیوت پیدا ہوتے جاتے ہیں یہ بیوت گویا اجسام ذی حیات کی ابجد ہیں۔ سب سے ادنے جسم ذی حیات ایک خانۂ واحدسے بنا ہے جسکا نام سائنس کی اصطلاح میں پروٹوزوا یعنی "نشأۃ الاولی" ہے۔ اسمیں حرکت۔ تغذیہ اور نمو کی قوتیں موجود ہوتی ہیں۔ اسکے بعد اسفنج کا درجہ ہے جسمیں بیوت کی تقسیم اور ترتیب دو طبقہ والی نعل کی شکل میں نظر آتی ہے اسکا نام گیسٹرولا ہے بعد اسکے دابہ یعنی کیڑے کا درجہ ہے جسمیں تین طبقے ہوتے ہیں اور یہ جنین کی ابتدائی شکل ہے۔ بالائی طبقہ سے پوست اور اعصاب کی تخلیق ہوتی ہے۔ طبقۂ زیرین سے رودے وغیرہ اور درمیانی طبقہ سے قلب اور اعضای رئیسہ۔ دابہ مراتب ارتقا طے کرتا ہوا "احسن تقویم"[2] کے منتہای کمال پر پہونچکر اشرف المخلوقات یعنی انسان کا جلوہ دکھاتا ہے۔ ذیل میں ہم ایک نقشہ مع شجرہ درج کرتے ہیں

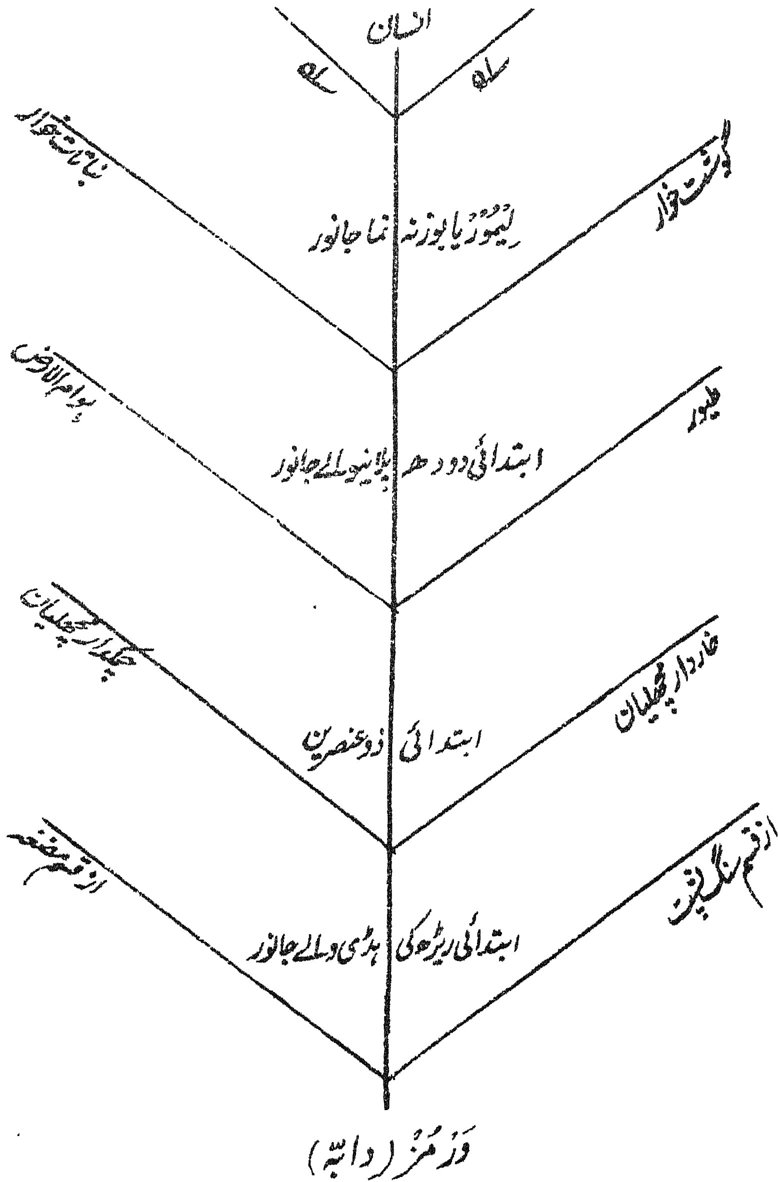
[1] ان بیوت کو جرمنی کے مشہور ماہر علم الحیات شوان نے ۱۸۳۸ء میں دریافت کیا۔ [2] اشارہ ہے اس آیت پاک کی طرف لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم

جو مسئلہ ارتقا کا لب لباب ہے۔ یہ نقشہ جسے ٹیلر کی کتاب انسان ارتقا کی روشنی مین سے ترجمہ کیا گیا ہے

درجات مع مثال	مخصوص حصہ دماغ	قوی ماتحت ارتقا بسرعت تمام	نتائج احساسات	نتائج خواہشات	نتائج ماحول	جدید اکتسابات
پرُوٹوزوا (النشاۃ الاولیٰ) جیسے اُموبا جو پانی مین ایک دھبہ سا نظر آتا ہے	+	×	لامسہ و شامہ	اشتہا	×	سیلز (بیوت)
کلنڈیٹا (جسم مجوف) مرجان وغیرہ	+	ہاضمہ و مولدہ	ایضا	ایضا	ہاضمہ	ہاضمہ و مولدہ
وَرمز (کیڑے) مثلا کیچوا	+	+	باصرہ	ایضا	مولدہ	اعصاب
مچھلی	سلعۃ الراس	اعصاب	ایضا	خوف و غضب	توالدی و قدرت عقل	ریڑھ کی ہڈی۔ جبڑے۔ دماغ۔
ذوعنصرین جیسے مینڈھک	ایضا	ایضا	شامہ	ایضا	ایضا	جوڑی ہوئی ٹانگین اور پھیپھڑا
ہوام الارض جیسے اژدہا	ایضا	ایضا	ایضا	ایضا	ایضا	مخ دماغ
ادنی قسم کے ذوات الثدیے (دودھ پلانیوالے جانور) مثلا آسٹریلیا کا کانگرو	غشائی رقیق مخ	دماغ	باصرہ سامعہ شامہ	ایضا و ہوش تحفظ	فطنت	مشیمہ (بچہ دان)
ذوات الثدی جنکا درختون پر نشیمن ہے مثلا بندر	ایضا	ایضا اور ہاتھ	ایضا	ایضا	ایضا	ہاتھ
قدیم انسان	نظام عصبی	ایضا	ایضا	ایضا	ایضاً	نفس
تاریخی انسان	ایضا	ایضا	عقل	حق و صواب	حسنات	؟ لہ

لہ انتباہ۔ یہ خانہ خالی ہے کیونکہ سائنس کے نزدیک تاریخی انسان کا جدید اکتساب نامعلوم ہے لیکن جسوقت ہم اس آیت پاک پر غور کرتے ہین کہ الا من اتی اللہ بقلب سلیم تو صاف سمجھ مین آجاتا ہے کہ حسنات کے ماحول کا نتیجہ قلب سلیم ہے۔ خداوندا ہمکو اپنے حبیب پاک صلعم کے طفیل مین قلب سلیم عطا فرما۔

شجرۂ بقائے اصلح



سلہ اشتباہ - ہیکلر نے یہ دونون شاخین خالی رکھی ہین - لیکن ہکسل نے اپنی کتاب لاسٹ لنک (آخری حلقہ) مین بے دم کے بندرون کو انسان کا مورث قرار دیا ہے -

مسئلۂ ارتقا مین ڈاکٹر ویلس کی مشہور ترمیم

مسئلۂ ارتقا کی تاریخ مین یہ واقعہ یادر ہیگا کہ ڈاکٹر ویلس جو اصول ارتقا کے دریافت کرنے مین ڈارون کا ہم پلہ اور برابر کا شریک سہیم ہے یہ دیکھکر کہ ڈارون اور اُسکے پرجوش تبعین ہکسلے - رومانیس اور ہیکل نے انسان کی دماغی اور روحانی قوتون کا ماخذ بھی حیوانات ہی کو قرار دیا سخت مخالف ہوگیا اور شیدائیان سائنس کی طعن وتشنیع کی کچھ پرواہ نہ کرکے یہ دعوے کیا کہ جسم کی ساخت کے لحاظ سے انسان بیشک حیوان کی ارتقا صورت ہے لیکن اُسکے نفس کے وجود اور ارتقا کا حیوانات سے کوئی تعلق نہین ہے بلکہ انسان اور حیوان کے مابین یہی مخصوص شے مابہ الامتیاز ہے وہ کہتا ہے کہ ریاضی - فنون لطیفہ اور حاسہ مذہب کا ارتقا انتخاب طبعی اور اُس کے معاون قواعد کے رو سے ثابت نہین ہوتا -

شیدائیان سائنس کو یہ دعوی ایسا عجیب معلوم ہوا کہ وہ لاگ یہی کہتے رہے کہ ڈاکٹر موصوف کا یہ قول ہی نہین یہانتک کہ ڈارون نے بھی یہی سمجھا[۱] - لیکن جسوقت ڈاکٹر ویلس نے اپنی مشہور کتاب ڈارونزم ۱۸۸۹ء مین شایع کی اور اُسکے باب ۱۵ مین اس دعوے کو شرح وبسط کے ساتھ ثابت کیا تو جسطرح ڈارون کو مذہبی گروہ نے ملحد قرار دیا تھا اُسیطرح سائنس کے فریق "معتقدین" نے ویلس کو وہم پرست کا لقب دیکر یہ کہنا شروع کیا کہ ڈاکٹر موصوف پر مذہبی رنگ چڑھ گیا ہے[۲] -

ماہرین سائنس علی العموم پیروان مذہب کو متعصب اور جاہل کہا کرتے ہین مگر اس معاملہ مین ہم انکو کیا کہین ؟ ؎

بیخود بوقت ذبح تپیدن گناہ من | دانستہ دشنہ تیز نکردن گناہ کیست

ذبح ہوتے وقت بیخودی مین تڑپنا یہ میرا گناہ ہے | لیکن جان بوجھ کر چھری کو تیز نکرنا یہ کسکی خطا ہے ؟

---

[۱] صفحہ ۱۱۶ ڈارون وعلوم جدید [۲] - ایضا -

باب دوم

سائنس مذہب کی روشنی مین

آجکل عام طور سے مذہب کو کھینچ تان کر کسی نہ کسی طرح سائنس سے تطبیق دی جاتی ہے گویا سائنس ہی معیار حق ہے لیکن اختلافات کے اصلی وجوہ پر بہت کم غور ہوتا ہے یہی سبب ہے کہ نہ خدا ہی ملتا ہے نہ وصال صنم۔ رفع اختلاف کی ایک یہ صورت نکلی ہے کہ دونون کی سرحد الگ کر دی گئین یعنی سائنس کی بنیاد عقلیات پر ہے اور مذہب کے جذبات پر یہ حد بندی اگرچہ ایک دوسرے کو بیجا طور پر حملہ آور نہین ہونے دیتی لیکن حقیقت یہ ہے کہ بجائے اسکے کہ دونون کے دل صاف ہو جائین باہمی منافرت مین اضافہ ہو جاتا ہے۔ سائنس یہ دیکھکر کہ مذہب کی بنیاد جذبات پر رکھتے ہین اسکو ایک دل خوش کن افسانہ سمجھکر رندانہ طرز مین کہتا ہے ؎

ہمکو معلوم ہے مذہب کی حقیقت لیکن
دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

برعکس اسکے مذہب سائنس کو بندہ عقل دیکھکر حکیمانہ لہجہ مین کہتا ہے ؎

پائے استدلالیان چوبین بود
پائے چوبین سخت بے تمکین بود

حقیقت یہ ہے کہ سائنس اور مذہب کے اختلاف کی بنیاد بہت گہری ہے۔ ذیل مین ہم اصل اختلاف پر کچھ روشنی ڈالنا چاہتے ہین

سائنس اور مذہب کے فلسفہ کا اصل اختلاف

سائنس کی عمارت تصور شئے پر قائم ہے جس سے کائنات ایک خود بخود باقاعدہ چلنے والی مشین نظر آتی ہے۔ مذہب کی بنیاد تصور ذات پر ہے جس سے کائنات ایک زبردست راہ پر لگانیوالے منتظم کی محکوم

معلوم ہوتی ہے - ان دو جداگانہ تصور کے نتائج اس حد تک تو باہم گر مشابہ ہین کہ جس طرح سائنس ماہیت اشیا کے علم کا دعوے نہین کرتا مذہب بھی کنہ ذات سے لاعلمی ظاہر کرتا ہی لیکن جب صفات کی بحث شروع ہوئی اختلاف کی بنیاد قائم ہو گئی - سائنس صرف اُن صفات کو تو تسلیم کرتا ہے کہ ایک شئے قدیم ہے ازلی ہے ابدی ہی لامتناہی ہے لیکن اُن صفات کا منکر ہے جو تصور ذات کے بلا واسطہ نتائج ہین مثلاً ارادہ - قدرت حکمت وغیرہ انکار کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ یہ صفات خواہ کتنا ہی ارفع اور اعلے تصور کیے جائین انسانی ہین اور اسلیے تصور خدا کے واسطے معتبر نہین - لیکن یہ عجیب استدلال ہے سنو کہ خود وہ علماے سائنس جنکی آنکھون پر جحود کا پردہ نہین پڑا ہے کیا کہتے ہین - الیور لاج جو آجکل طبیعات کا مشہور ماہر تسلیم کیا جاتا ہو اپنی کتاب انسان اور کائنات کے صفحہ ۳۳ و ۳۴ مین کہتا ہے -

"یہ عجیب قسم کی ہمہ گیر شئے ہی جسمین پہاڑ - درخت - قوای فطرت اور کل محسوس مادی کائنات تو شامل ہون لیکن عقل - ارادہ اور جذبات تشخص جنکا ہمکو بلا واسطہ ادراک ہی خارج کردیے جائین - ہر ایک قوت اور ہر ایک جذبہ جسکا ہمین ادراک ہی بے شبہہ موجود ہین اور اسلیے کائنات ہمین من حیث المجموع موجود ہونا چاہیے - مذہب مجسمیہ مین اگرچہ بہت سی غلطیان ہین لیکن ایک امر حق بھی پایا جاتا ہی وہ یہ ہے کہ ہر ایک اعلی صفت جو انسان مین موجود ہی خواہ وہ تشخص ہو یا کوئی اور اعلے صفت کائنات مین جسکا ایک جزو انسان بھی ہی ثابت اور قائم ہے اور کل مین داخل ہے"

ریشڈل اپنی کتاب فلسفہ اور مذہب کے لکچر چہارم مین کہتا ہے -

"تشخص کا اطلاق اپنے حقیقی - اعلے اور کامل معنی مین صرف خدا پر ہو سکتا ہی لیکن اگر تشبیہ کے دائرہ سے قدم باہر رکھکر ہم خدا کا ماورا لتشخصی حیثیت سے تصور کرین تو یہ خیال رہے کہ شخصیت کے درجہ سے کمتر کوئی تصور سد راہ نہو جائے مثلاً یہ کہ ہم خدا کو محض ایک قوت یا غیر مدرک شئے

یا صرف اسم جمع نہ سمجھ لیں"

حقیقت میں ان صفات کا انکار اس بنا پر کہ انسانی ہیں صرف ایک مغالطہ ہے اور الحاد کا پیش خیمہ ہے۔ یہی وہ صفات ہیں جو اصل میں معرفت الٰہی کی ابجد ہیں لیکن یہ فرق خوب یاد رکھنا چاہیے کہ جو نسبت الفاظ کو معنی سے ہے وہی نسبت ان صفات کو صفات خداوندی سے ہے غصہ کے غین صاد اور ہائے ہوز کو اس کیفیت سے کسی قسم کی مناسبت نہیں جس سے چہرہ سرخ ہو جاتا ہے اور پیشانی پُرشکن لیکن انسان نے جسطرح ان موضوعہ حروف سے غصہ کی کیفیت کو سمجھا ہے اسیطرح فطرت نے ان صفات سے انسان کو متصف کیا تاکہ انکے ادراک سے اُسکا ذہن اس موصوف کی طرف منتقل ہو سکے جسکی صفت یہ ہے

لیس کمثلہ شیئ — نہیں ہے مثل اسکے کوئی چیز

اب فرض کرو کہ دو اجنبی شخص ایک غیر زبان سیکھنا چاہتے ہیں دونوں کے سامنے حروف تہجی لکھے ہوئے رکھے ہیں۔ انہیں سے ایک شخص ان حروف کی شکل کو دیکھتا ہے۔ انکے طول و عرض کو ناپتا ہے دائروں کی کشش پر غور کرتا ہے نقاط کے مکان کا اندازہ کرتا ہے پھر ان تمام حروف کو نقطوں کی ہیئت اولی کی حرکت کا نتیجہ سمجھکر بیٹھ رہتا ہے اور یہ خیال کرتا ہے کہ بس یہی سمجھنا تھا۔ دوسرا شخص پہلے ان حروف کی مختلف اشکال کو پہچانکر الفاظ کو سمجھتا ہے اور پھر سواد خوانی سے معانی اور مطالب کی طرف رجوع کرتا ہے۔ یہی حال مذہب اور فلسفہ سائنس کا ہے سائنس ان صفات کو صرف اُن نقوش کا جو دماغ کی نظام عصبی کی حرکت سے مرتسم ہوجاتے ہیں نتیجہ سمجھکر اپنے اس علم کے نشہ میں مخمور رہتا ہے۔ مذہب ان فطری نقوش کو پہچانکر دماغ کے قفل ابجد کو کھولتا ہے اور معانی کی طرف رجوع کرکے دریائے معرفت میں غوطے لگاتا ہے۔

ہمارے اس بیان سے بغیر اسکے کہ ہم ذات اور صفات کے مباحث اور معتزلہ اور اشاعرہ کے لفظی نزاعوں کو پھر چھیڑیں تشبیہ اور تنزیہ کے پیچیدہ مسئلہ پر بھی روشنی پڑتی ہے لیکن چونکہ یہ ایک معرکۃ الآرا مسئلہ ہے اسلیے ہم ذیل میں زیادہ وضاحت کے ساتھ اس پر مستقل

میکس مولر کی کتاب سائنس آف ریلیجن کے ایک مقام کا ترجمہ درج کرتے ہیں۔

تشبیہ اور تنزیہ کی اصلیت

آغاز وجود سے انسان کے دل مین اپنے متعلق ایک قسم کا خیال جسکو ہم اپنی زبان مین خواہ تصور ضعف یا نقص یا وابستگی غرض کہ جو کچھ کہین موجود تھا۔

ہم جسطرح یہ نہین بتا سکتے کہ نوزائیدہ بچہ کو بھوک اور پیاس کی خواہش کیون ہوتی ہے اسی طرح ہم اُس خیال کو بھی بیان نہین کر سکتے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ آغاز وجود سے ایسا ہی تھا اور اب بھی ایسا ہی ہے۔ انسان کو یہ خبر نہین کہ وہ کہان سے آیا ہی اور کہان جائیگا۔ اسکو ایک رہبر کی تلاش ہی وہ رفیق کا خواہان ہی۔ ایک آرام جان کی تمنا ہی۔ ایک آسمانی بزرگ کی جستجو ہی۔ علاوہ ان تمام محسوسات کے جو انسان کو وجود فی الخارج کی حیثیت سے محسوس ہوے خود قلب انسانی مین ایک زبردست باطنی جذبہ کا بھی وجود تھا۔ وہ کیا؟ ایک پوشیدہ آہ یا جذب شوق یا ایک ایسی ذات کی طلب جو عالم کے اشیا کی طرح عیان اور نہان نہو۔ جو اول ہو اور آخر ہو اور ہمیشہ رہے۔ جو ہر شئے کی معین اور محافظ ہو سکے اور جسکے دم سے انسان کو اس بیگانہ عالم مین بیکسی محسوس نہو۔

قبل اسکے کہ یہ مجہول کیفیت متمثل ہو ایک نام کی ضرورت ہوئی کیونکہ بغیر اسکے سمجھنا دشوار تھا۔ مگر اس نام کو کہان ڈھونڈھین۔ کچھ شک نہین کہ زبان کا خزانہ موجود تھا لیکن جس نام سے پکار ا قلب ٹھہر گیا کہ یہ نام تو موزون نہین ہوتا کیونکہ دام اسم سے وہ مرغ خیال جو مصروف اہتزاز تھا اور آزادی اور نور کے عالم مین بلند پروازی کا خواہان تھا مقید ہوا جاتا تھا۔
لیکن جب ایک اسم یا متعدد اسما پر انتخاب کے بعد تجربہ کیا گیا تو اب یہ دیکھنا ہی کہ جہان تک قلب انسانی کا تعلق ہی کیسا نتیجہ نکلا۔ کچھ شک نہین کہ ان اسما سے خواہ وہ کیسے ہی ناقص تھے ایک قسم کی طمانیت حاصل ہو گئی لیکن یہ اسما مثل دیگر اسماء اشیا کے محض اشارات تھے اور اشارات بھی کیسے بالکل ناقص کیونکہ ان اسما سے صرف چند جزوی حیثیتین اس عظیم الشان کل کی سمجھ مین آتی تھین جو قلب کے تخت پر آرام کر رہا تھا۔ مثلاً جبکہ نورانی آسمان کا

نام جیسا کہ دنیا کی ہر قوم نے کسی نہ کسی زمانہ میں انتخاب کیا پیش ہوا تو کیا اس "نور آسمانی" سے اس معلوم قلب کی پوری تشریح ہو گئی اور انکے قلب کو سکون ہو گیا۔ ہرگز نہیں۔ لوگ خوب سمجھتے تھے کہ یہ کن معنی میں استعمال ہوا ہے۔ پہلا انسان جس نے اولاً اظہار مدعا کی جستجو میں ہر طرف سے تھک کر "آسمان" کے اسم کو غیر اسم سے بہتر سمجھکر استعمال کیا وہ خوب جانتا تھا کہ اسکی یہ کامیابی انجام کار ناکامیابی کے برابر ہے۔

بہر حال اب یہ دیکھنا رہا کہ جب یہ نام مستعمل ہو کر قبول ہوا تو پھر کیا ہوا؟ یہ نام جب جوان اور بوڑھے۔ شوخ بچے اور پوپلی دادیوں کی زبان پر جاری ہوا تو ممکن نہ تھا کہ باہمی غلط فہمی نہ ہوتی۔ تنزل کا پہلا زینہ یہ تھا کہ وہ ذات جو آسمان کے نام سے پکاری گئی اسکا مسکن آسمان قرار پایا۔ دوسرا زینہ یہ تھا کہ مسمیٰ اپنے اسم کے پردہ میں چھپکر غائب ہو گیا اور اس شئے سے جو ہمارے سروں پر شامیانہ کی طرح نظر آتی ہے بارش کی التجا زراعت کی حفاظت مویشی غلہ اور روزی کی دعا ہونے لگی۔ اتنا ہی نہیں بلکہ بہت جلد جن لوگوں نے دنیا کو متنبہ کیا کہ اس اسم سے ظاہری آسمان مراد نہیں ہے بلکہ اُس ذات سے مراد ہے جو تحت اور فوق ہر جگہ اور اس نیلگون آسمان سے ارفع اور اعلےٰ ہے تو ایسے لوگوں کی بات کو ظاہر بینوں نے یہ کہکر ٹال دیا کہ یہ تو خواب دیکھتے ہیں اور ہمارے دیوتا کی شان میں جو اس عالم کا محسن ہے کفر بکتے ہیں۔ آخری زینہ یہ تھا کہ بہت سی باتیں جو ظاہری آسمان پر صادق آتی تھیں ہمنام الٰہ پر بھی منطبق ہونے لگیں اور فرضی روایات اور افسانوں کے انبار لگ گئے جن سے اس ذات کا جو ابتدا میں اس متشابہ اسم کے پردہ میں نہاں تھے نام نشان گم ہو گیا"۔ (لکچر چہارم صفحات ۱۹۸ تا ۲۰۰)

میکس مولر کے اس بیان کو حضرت ابراہیمؑ کے اُس واقعہ سے مقابلہ کرو جسمیں آپنے اجرام علوی کو دیکھکر اپنی کواکب پرست قوم کے سامنے اسم اور مسمیٰ کا فرق ظاہر کرکے اصل حقیقت کو آئینہ کر دیا حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فلما جن علیہ الیل را کوکبا قال ھذا ربی
فلما افل قال لا احب الافلین فلما رأ
القمر بازغا قال ھذا ربی فلما افل قال
لئن لم یھدنی ربی لاکونن من
القوم الضالین فلما رأ الشمس بازغۃ
قال ھذا ربی ھذا اکبر فلما افلت
قال یا قوم انی بریٔ مما تشرکون انی وجھت
وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفا
وما انا من المشرکین (سورہ انعام)

پھر جب چھا گئی اُس پر رات دیکھا تارا۔ کہا یہ میرا رب ہے
پھر جب چھپ گیا کہا نہیں دوست رکھتا مین چھپنے والون
کو۔ پھر جب دیکھا چاند روشن کہا یہ میرا رب ہے پھر جب
چھپ گیا کہا اگر نہ راہ دکھائے مجھے میرا رب البتہ ہو جاؤنگا
مین قوم گمراہ سے پھر جب دیکھا آفتاب چمکتا کہا یہ ہے میرا
ہی یہ بڑا ہی پھر جب چھپ گیا کہا اے قوم مین بری ہون
اُس سے کہ تم شرک کرتے ہو۔ مین نے کیا متوجہ مُنھ اپنا
واسطے اسکے جسنے پیدا کیا آسمانون اور زمین کو
کو طالب حق ہوکر اور نہیں مین مشرکون سے۔

اب ہم مذہب اور سائنس کے اصل اختلافات کی طرف پھر رجوع کرتے ہین۔ اوپر کے صفحات مین "تصور شئی" اور "تصور ذات" کے اہم الاختلافات کو پیش نظر رکھکر پھر اگر تعلیمات سائنس پر غور کیا جائے تو یہ انسان کی دین کامل یعنی اسلام کی مؤید نظر آئیگی اور وہ انتشار اور تشکک جو اس زمانہ مین وسعت معلومات سے پیدا ہو گیا ہے طمانینت قلب کی صورت مین بدلجائیگا۔

مسئلہ ارتقا اسلام کی روشنی مین

مسئلہ ارتقا اگرچہ انیسوین صدی کے نصف آخر مین سائنٹفک طور پر ثابت ہو کر علمی دنیا مین ایک انقلاب عظیم کا باعث ہوا ہی لیکن اگر ایک ہزار سال پیشتر اُس زمانہ کے علما کے اقوال پڑھین جو علمی تحقیقات کے میدان مین رب زدنی علما پڑھتے ہوئے آگے قدم بڑھا کر حیرت انگیز ایجاد و اختراع سے چاردانگ عالم مین علم اور تہذیب کی روشنی پھیلاتے تھے تو معلوم ہو جائے کہ مسئلہ ارتقا کی آواز وہی ہی جو ان کانون مین کبھی پڑ چکی تھی۔

فلسفۂ یونان کے مقابلہ مین جب عقلی علم کلام کی بنیاد خلیفہ مہدی عباسی کے عہد مین رکھی گئی تو متکلمین نے منکرین اسلام خاصکر ملحدین کے مقابلہ مین نقل روایات ناکافی سمجھکر دلائل عقلیہ سے

کام لینا شروع کیا۔ اس ضمن میں مخلوقات کی آفرینش کی بھی عقلی طور پر تشریح شروع ہوئی مشہور متکلم ابو الہذیل کے بہ یک واسطہ شاگرد جاحظ (المتوفی ۲۵۵ھ) نے ارسطو کی کتاب "ڈی اینما" کے طرز پر ایک کتاب لکھی جسکا نام کتاب الحیوان ہے اسمین انتقال مکانی اور ماحول کے اثر سے جو تغیرات انواع حیوانات اور نباتات مین پیدا ہوے انکی طرف اشارہ کیا مصنفین اخوان الصفا نے رسالہ نباتات کی تمہید مین یہ دعوے کیا کہ جمادات نباتات حیوانات اور انسان کے عالم ایک دوسرے سے سلسلہ بسلسلہ وابستہ ہین۔

علامہ ابن مسکویہ (المتوفی ۴۲۱ھ) نے جنکا شمار اسلام کے نامور حکما مین ہے اپنی کتاب الفوز الاصغر مین جو فلسفہ اور شریعت کی تطبیق پر لکھی ہے اس مسئلہ کو بالتفصیل بیان کیا ہے اور آجکل کے ماہرین علم الحیات کی طرح نباتات سے ذی حیات کی ابتدا شروع کی ہے۔ وہ لکھتے ہین۔

فنقول ان مرتبۃ النبات فی قبول هذا الاثر الشریف هو لما ینجم من الارض لم یحتج الی بذر ولم یحفظ نوعه ببذر کانواع الحشائش و ذالک انه فی افق الجماد والفرق بینهما هو هذا القدر الیسیر من الحرکة الضعیفة فی قبول اثر النفس ولا یزال هذا الاثر یقوی فی نبات آخر یلیه فی الشرف الی ان یصیر له من القوة فی الحرکة الی ان یتفرع و ینبسط و یتشعب و یحفظ نوعه بالبذر و یظهر فیه من اثر الحکمة اکثر مما یظهر فی الاول ولا یزال هذا المعنی یزداد فی شیء بعد شیء حتی یصل الی ان یصیر الی الشجر الذی له ساق و ورق و ثمر

نباتات کا درجہ احساس کے قبول کرنے مین اسطرح شروع ہوتا ہے کہ سب سے ادنی درجہ کا نبات جب زمین سے اُگتا ہے تو وہ تخم کا محتاج نہین ہوتا اور نہ وہ تخم کے ذریعہ سے اپنی نوع کی حفاظت کرتا ہے جیسے گھاس اور یہ جماد کا آخری درجہ ہے اس قسم کے جماد اور نباتات مین صرف تھوڑی سی حرکت کا فرق ہے اور یہ قوت ان دوسری نباتات مین جو انکے اوپر ہین بڑھنی شروع ہوتی ہے یہانتک کہ قوت حرکت اتنی ہو جاتی ہے کہ اسکی شاخین ہوتی ہین پھیلتا ہے تخم کے ذریعہ سے اپنی نسل کی حفاظت کرتا ہے اور حکمت کے آثار اسمین اُس سے کم درجہ کے نباتات سے زیادہ ظاہر ہوتے ہین اور یہ قوت رفتہ رفتہ بڑھتی جاتی ہے یہانتک کہ وہ درخت پیدا ہوتے ہین جنکے تنہ پتیان اور پھل

۱ کشف الظنون جلد اول صفحہ ۴۵۶ -

يحفظ به نوعه۔
وهذا هو الوسط من المنازل الثلاثة الا ان اول
هذه المرتبة متصل بما قبله في الافق وهو ما كان
من الشجر على الجبال وفي البراري المنقطعة
وفي الغياض وجزائر البحار لا تحتاج الى غرس
بل ينبت لذاته وان كان يحفظ نوعه
بالبذر وهو ثقيل الحركة بطيء النشوء۔
ثم يتدرج من هذه المرتبة ويقوى هذا الاثر
فيه ويظهر فيه على مادونه حتى ينتهي الى الاشجار
الكريمة التي تحتاج الى عناية من استطابة
التربة واستعذاب الماء والهواء لاعتدال
مزاجها والى حياة ثمرتها التي
تحفظ بها نوعها كالزيتون والرمان و
السفرجل والتفاح والتين واشباهها۔
ويتدرج ايضا في قبول هذا الاثر من ظهور الشرف
الى ان ينتهي الى شجرة الكرم والنخل فاذا انتهى الى ذلك
صار في الافق الاعلى من النبات وصار بحيث ان ازداد
قبوله لهذا الاثر لم يبق له صورة النبات وقبل حينئذ صورة
الحيوان وذلك ان النخل قد بلغ من شرفه على النبات
الى ان حصل فيه نسبة قوية من الحيوان ومشابهة
كثيرة منها وهو ان الذكر منها متميز من الانثى

ہوتے ہین جن سے وہ اپنی نوع کی حفاظت کرتے ہین۔
یہ درجہ متوسط منزل ہے لیکن اسکا ابتدائی درجہ اپنے اوپر
کے درجہ سے ملا ہوا ہے۔ اور اس سے اوپر کے نباتات وہ ہین جو
پہاڑ۔ جنگل۔ جھاڑی جزائر مین ہوتے ہین جنکو (بالقصد)
لگانے کی کچھ ضرورت نہین ہوتی بلکہ خود بخود اُگتے ہین اگرچہ
وہ تخم کی وساطت سے اپنی نسل محفوظ رکھتے ہین اور اس قسم کے
درختون مین دیر مین نمو اور بہت کم حرکت ہوتی ہے۔
پھر نباتات اس درجہ سے آگے قدم رکھتا ہے اور حیات کے
آثار اسمین قوی ہوتے جاتے ہین اور اپنے سے کم درجہ
کے حیوانات پر امتیاز خاص رکھتے ہین۔ یہانتک کہ وہ درخت
پیدا ہوتے ہین جنکی نشو و نما کے لیے اعتدال مزاج کی وجہ سے
عمدہ زمین خوشگوار آب و ہوا کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ اس
بات کے محتاج ہوتے ہین کہ اُنکے پھل محفوظ رکھے جائین
جن پر انکی بقای نوع موقوف ہے جیسے زیتون۔ انار۔
بہی۔ سیب۔ انجیر۔ وغیرہ
پھر نباتات ترقی کرکے انگور و کھجور تک پہونچتا ہے۔ یہان پہونچکر
نباتات اپنی انتہائی منزل پر پہونچ جاتا ہے کہ اگر اسمین ذرا
قوت اور پیدا ہو جائے تو نباتات کی سرحد سے آگے بڑھکر
حیوانات مین داخل ہو جائے اور یہ اسلیے کہ کھجور اتنا تمام
نباتات سے ممتاز ہو گیا کہ اسکو حیوانات کے ساتھ بہت
مشابہت ہو جاتی ہے اول یہ کہ نر کھجور مادہ کھجور سے ممتاز ہوتا ہے

وانه يحتاج الى التلقيح لينتم حمله وهو كالسفاد
فى الحيوان وله مع ذلك مبدأ آخر
غير عروقه واصله اعنى الجمار الذى هو
كالدماغ من الحيوان فانه عرضت له آفة تلف
وقد احصيت للنخل كثرة تشابه للحيوان ليس
هذا موضع احصائها۔ وهذه الرتبة
الاخرة من النبات وان كانت فى شرفه
فانها اول افق الحيوان وهو ادون
مرتبة واخسها۔

ثم بعد ذلك لما يرتقى النبات من منزلته الاخيرة وهو ان
ينقلع من الارض فلا يحتاج الى اثبات العروق فيها
بما يحصل من التصرف بالحركة الاختيارية وهذه الرتبة
الاولى من الحيوانية ضعيفة لضعف اثر الحس فيها
وانما تظهر بجهة واحدة اعنى حسا واحدا وهو الحس العام
الذى يقال له حس اللمس وذلك كالصدف وانواع الحلزون
الذى يوجد فى شاطئ الانهار ان اخذ بابطاء لزم موضعه
وتمسك به ان كان قد انقلع من الارض وصارت له حياة
فالانسان الافق القريب من النبات فيه مناسبة منه۔

ثم ينتقل عن هذه الرتبة الى ان ينتقل
ويتحرك ويقوى فيه قوة الحس
كالدود وكثير من الفراش والدبيب

اور حیوانات کی طرح مادہ کو نر سے حاملہ ہونیکی ضرورت
ہوتی ہے اور کھجوروں میں جڑ اور عروق کے سوا ایک اور
چیز بھی ہوتی ہے جسپر اسکی حیات موقوف ہوتی ہے یعنی
گھا جا جو حیوانات کے دماغ کے قائم مقام ہوتی ہے اگر کھجور مین
گھاجا کو کوئی صدمہ پہونچے تو کھجور ہی خشک ہو جاتی ہے
اور مین نے کھجور اور حیوانات مین بہت سی مشابہتین
دریافت کی ہین جنکی تفصیل کا یہ موقع نہین ۔ یہ نبات کی
ترقی کا سب سے آخری زینہ ہے اگرچہ نبات کا یہ اعلے درجہ ہے
مگر یہ حیوانیت کا دیباچہ ہے اور حیوانیت اس سے بالاتر ہے۔

نباتات جب اپنی منزل سے آگے بڑھتا ہے تو اسکا پہلا
زینہ یہ ہے کہ زمین سے الگ ہو جائے اور اسکو اسکی ضرورت
نرہے کہ اسکی جڑین زمین مین گڑی رہین تاکہ وہ
اختیاری حرکت کرسکے اور حیوانیت کا یہ ابتدائی درجہ ہے
جو قوت حاسہ کی کمی کی وجہ سے ابھی کمزور ہے اور ابھی اسمین
صرف ایک ہی قسم کا حاسہ پیدا ہوا ہے یعنی چھونے کی قوت
جیسے صدف اور اور کیڑے جو لب دریا پیدا ہوتے ہین
اگر انکو آہستہ سے پکڑو تو یہ زمین سے بالکل بے نیاز
نہین ہین۔

پھر حیوان آگے بڑھتا ہے یہانتک کہ اسمین حرکت پیدا ہوتی ہے
اور وہ چلنے پھرنے لگتا ہے ۔ قوت احساس زیادہ
ہو جاتی ہے جیسے کیڑے ۔ پتنگے ۔ اور رینگنے والے کیڑے

ثم يرتقي من هذه الرتبة ايضا ويقوى
اثر النفس الى ان يصير منه الحيوان
الذي له اربعة حواس كالخلد وما اشبهه
ثم يرتقي من ذلك الى ان يصير لمن حس
البصر ضعيف كالنمل والنحل۔

ثم يقوى ذلك الى ان يصير منه الحيوان الكامل في الحواس
الخمس وهي مع ذلك متفاوتة المراتب منها البليد الناقص
الحواس ومنها الذكية اللطيفة الحواس التي تستجيب
للتاديب وتقبل الامر والنهي وتستعد لقبول اثر النطق
كالفرس من البهائم والبازي من الطير

ثم يقرب من آخر مرتبة البهائم ويصير في افقه الاعلى
وفي مرتبة الانسان وهذه المرتبة وان كانت
شريفة فهي بحسب دينه بعيدة من مرتبة الانسان وهي
مراتب القرد واشباهها من الحيوان التي قاربت
الانسان في خلقة الانسانية وليس بينها وبينه
الا اليسير الذي ان تجاوزه صار انسانا۔

فاذا بلغه انتصبت قامته ويظهر فيه قوة التميز
اليسير فضل تمييز واهتداء الى المعارف ثم
يقوى فيه اثر النفس وهذه المرتبة القريبة من
الانسان هي في افق البهيمة وهي في اقصى
المعمورة من الارض وفي اطرافها

پھر ترقی کرتا ہے اور اسمین فیضان روح زیادہ ہوتا ہے
یہانتک کہ وہ ایسا حیوان ہوجاتا ہے جسمین چار قسم کے
حاسّے ہوتے ہین جیسے چھچھوندر وغیرہ پھر ایک زینہ اور
قدم رکھتا ہے اور تھوڑی سی بصارت اسمین پیدا ہوتی ہے
جیسے چیونٹی اور شہد کی مکھیان۔

پھر آگے بڑھتا ہے یہانتک کہ حیوان کامل الحواس پیدا ہوتے ہین
اور گو انمین حواس خمسہ موجود رہتے ہین لیکن باعتبار تمیز کے
انکے مختلف طبقات ہوتے ہین بعض بے سمجھ ناقص الحواس
ہوتے ہین بعض سمجھدار لطیف الحواس جنمین تعلیم کی صلاحیت
ہوتی ہے جیسے چوپایون مین گھوڑا اور پرندون مین باز۔

پھر حیوان ترقی کرکے حیوانات کے انتہائی درجہ پر پہونچ جاتا ہے
اور انسان کی سرحد مین داخل ہونا چاہتا ہے۔ گو یہ درجہ باعتبار
حیوانیت کے اعلی ہے مگر بہ نسبت انسانیت کے بہت نیچے ہے
اور یہ درجہ بندر وغیرہ کا ہے جو انسان سے بالکل مشابہ ہین اور
انمین اور انسان مین ایک تھوڑا ہی سا فرق ہے جسکو بندر
اگر طے کرلین تو بالکل انسان ہوجائین۔

جب حیوان اس درجہ پر پہونچتا ہے اسکا قد سیدھا ہوجاتا ہے
اُسمین تھوڑی سی تمیز کی قوت آجاتی ہے مگر ابھی انمین علوم
کی استعداد نہین ہوتی اور نہ اُنکی روحانی قوت کچھ زیادہ زور آور
ہوتی ہے اور یہ انسان کامل سے قریب کا درجہ حیوانیت کی انتہا
ہے۔ یہ حیوانی انسان زمین کے انتہائی آباد حصہ مین ادھر اُدھر

کالزنج وغیرھم فان ھولاء لیس بینہم وبین المرتبۃ الاخرۃ من البھائم کثیر فرق ولیس توثر عنہ حکمۃ ولا تقبلونھا من الاصم المجاورۃ ثم لا نزال اثر النطق یزید الی ان یصیر فی وسط المعمورۃ فی الاقلیم الثالث والرابع والخامس فجینئذ یکمل ھذا الاثر ویصیر بحیث تراہ من الذکاء والفھم والیقظ من الامور... واستخراج غوامض العلوم واتساع المعارف۔

پائے جاتے ہین جیسے حبشی اور وحشی قومین کیونکہ انمین اور آخری حیوانون مین کچھ زیادہ فرق نہین ہوتا نہ تو انسے کوئی حکمت اخذ کیجاتی ہو اور نہ یہ اپنی ہمسایہ قومون سے اخذ کرتے ہین۔ اسطرح عقل انسان درجہ بدرجہ بڑھتی جاتی ہو یہانتک کہ زمین کی وسط آبادی مین یعنی تیسری چوتھی پانچوین اقلیم مین عقل انسانی کمال کو پہونچ جاتی ہو اور انمین ذہانت۔ سمجھ۔ بیدار مغزی پیدا ہوجاتی ہو... علوم کی باریکیان حل کرتے ہین اور فنون کو وسعت دیتے ہین۔

ڈارونیت کا اس مضمون سے مقابلہ کرو صاف نظر آتا ہو کہ ابن مسکویہ نے جو بنیاد ہیش کی تھی وہی انیسوین صدی مین ڈارون کے ہاتھ سے وہسکی شراب ہوگئی۔ غرض کہ ارتقا کے یہ خیالات کچھ حکماے اسلام تک محدود نہ رہے بلکہ اس زمانہ مین عام طور سے تعلیم یافتہ گروہ مین شائع ہوگئے نظامی عروضی سمرقندی نے جو کوئی مشہور محقق یا فلسفی نہ تھا ایک کتاب چہار مقالہ لکھی جسمین دبیری شاعری۔ نجوم اور طب کے متعلق دلچسپ واقعات اور حکایات درج کیے ہین اس کتاب کی تمہید مین مخلوقات ارضی کی تخلیق کو اس ارتقائی ترتیب سے بیان کیا ہو کہ گویا یہ ایک مسلمہ مسئلہ ہوگیا تھا۔

طرہ یہ کہ مولوی معنوی جنکی بے نظیر مثنوی کو تصوف کے دربار سے "ہست قرآن در زبان پہلوی" کا لقب ملا ہی دفتر چہارم مین صاف طور سے مسئلہ ارتقا کی تشریح کرتے ہین لیکن ساتھ ہی اسکے مادیین کی جو انسان کے آیندہ ارتقا یعنی معاد کے منکر ہین اپنی دلاویز اور موثر طرز بیان سے تنبیہ بھی کردی ہی۔ فرماتے ہین ؎

آمدہ اول بہ اقلیم جماد	وز جمادی در نباتی اوفتاد
سالہا اندر نباتے عمر کرد	وز جمادی یاد نا ورد از نبرد

وز نباتی چون بحیوان اوفتاد — نامدش حال نباتی هیچ یاد

جز همان میلے که دارد سوی آن — خاصه در وقت بهار و ضیمران

باز از حیوان سوی انسانیش — میکشد آن خالقے که دانیش

همچنین اقلیم تا اقلیم رفت — تا شد اکنون عاقل و دانا و زفت

عقلهاے اولینش یاد نیست — هم ازین عقلش تحول کردنیست

تا رهد زین عقل پر حرص و طلب — صد هزاران عقل بیند بوالعجب

مولانا نے ان اشعار مین انسان کے مدارج ارتقا کا ذکر کرکے ارتقاء آیندہ کی طرف توجہ دلائی ہی۔

ارتقای آیندہ بیشک گذشتہ ارتقا کو تسلیم کرکے ارتقای آیندہ یعنی معاد سے منکر ہونا سراسر نا انصافی ہی۔ وہ ناچیز ماء الحیات (پروٹوپلیزم) جو ابتدا مین ایک دھبہ سا پانی مین نظر آتا تھا ہزارون لاکھون برس مین مدارج ارتقا طی کرتا ہوا اور ہر دور مین ایک جدید حاسہ کا اکتساب کرتا ہوا ارتقاے دماغ سے اس حد تک پہونچا کہ اپنے زور استدلال اور قوت خیال سے ان اشیا کی کیفیت بیان کرسکتا ہی جنکو ان آنکھون سے کبھی دیکھا نہین۔ مثلاً کرۂ ارض کو حرکت کرتے دیکھا نہین مگر زور استدلال سے اسطرح دکھا دیتا ہی کہ شک کی گنجایش نہین رہتی۔ اسیطرح ستارون کا بعد مسافت۔ روشنی کی رفتار۔ ضیایۃ النجوم کے مادہ کے ماورا انعازی کیفیت۔ ناقابل وزن اور صفات ایجابی سے معرا "ایتھر" کا تصور۔ غرض کہ کائنات کے ظاہر اور پوشیدہ حالات اسکے بندریج مشابہ دماغ کے سامنے آئینہ ہوجاتے ہین لیکن کیا اب انسانی دماغ کا ارتقا اس حد تک پہونچکر ختم ہوگیا۔ ان حواس کے علاوہ اب کسی اور حاسہ کا جدید اکتساب نہوگا۔ کیا انتخاب طبعی اور بقای اصلح کا قانون منسوخ ہوجائیگا۔ کیا عجیب بات ہی کہ سائنس خود ہی مسئلہ ارتقا کا دعوی اس بلند آہنگی سے اثبات کرے اور پھر خود ہی انسان کے آیندہ ارتقا کا منکر ہوجائے۔ مانا کہ سائنس کو نامحسوس آیندہ سے بحث نہین ہی لیکن جو قانون

۱؎ اس عبارت کو پڑھتے وقت نقشہ اور شجرۂ ارتقا جنکو ہمنے باب اول کے آخر مین درج کیا ہی پیش نظر رکھنا چاہیے

ارتقا لاکھوں کروروں برس سے نہایت قاعدہ اور انضباط کے ساتھ عمل کر رہا ہو وہ انسان کے حق مین یکایک کیوں منسوخ سمجھا جائے - کیا قوانین فطرت بھی متلون ہین ؟ ہرگز نہین ہمارے زمانہ کا مشہور فلسفی پروفیسر ہافڈنگ کا قول ہی کہ ہم دیکھتے ہین کہ صیانت قوت کی طرح صیانت قیمت[۲] کا بھی ایک قانون ہی - یعنی کائنات جس خوبی کا ایک مرتبہ اکتساب کر لیتی ہی پھر اسکو مٹنے نہین دیتی - سچ ہے ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما

غرض کہ مذکورہ بالا انتخابات سے اسقدر تو معلوم ہو گیا کہ حکماے اسلام ترتیب مخلوقات کو ارتقائی حیثیت سے ثابت کرتے تھے لیکن ابھی یہ دیکھنا باقی ہی کہ آیا مسئلہ ارتقا دینی تعلیم کا مخالف سمجھا جاتا تھا یا نہین -

مسئلہ ارتقا اور تعلیم دین

حقیقت یہ ہی کہ اس مسئلہ کی مخالفت صرف اس بنا پر ہوتی ہے کہ توریت کی کتاب پیدائش کی شہادت متعلق تخلیق عالم - قصۂ آدم وحوا اور طوفان نوح اسکے خلاف ہے - لیکن اُس زمانہ کے بزرگان دین سے ان شہادتوں کی حقیقت پوشیدہ نہ تھی - کلام مجید مین ترغیب اور ترہیب کے واسطے اُن قصص کا جہان ذکر آیا ہی انکی اصلی تفسیر ان حاشیوں سے جو روایات یہود سے لیکر اصل واقعات پر چڑھائے گئے تھے اور جنکو بعض غیر محتاط مفسرین نے نقل روایت کے طور پر بےکم وکاست اور بغیر جرح وتعدیل کے درج کر دیا تھا علیحدہ سمجھی جاتی تھی - ابو مسلم اصفہانی جنکے اقوال کے متعلق امام رازی اپنی تفسیر مین فرماتے ہین کہ انکا کلام تفسیر مین نہایت معقول ہوتا ہی اور وہ اکثر دقیق اور لطیف باتین پیدا کرتے ہین - قدماے متکلمین اور ائمۂ دین کی لطیف تاویلات - محدثین کے فیصلے ان راویوں کے متعلق جنھوں نے ان دور از کار روایتوں کو نقل کرکے کلام مجید کی روشن آیتوں پر

---

[۱] اصطلاح سائنس مین اس قانون کو "لا آف کنٹی نوئٹی" (قانون استمرار) کہتے ہین دیکھو اسٹیورٹ اور ٹیٹ کی کتاب "ان سین یونی ورس" (عالم غیب) یہ قابل دید کتاب ہی - ۱۲

[۲] "کنسر ویشن آف ویلو" ملاحظہ ہو تاریخ فلسفہ مصنفہ ہافڈنگ - ابطال تناسخ مین یہ دلیل "برہان عرشی" ہے ۱۲

پردہ ڈالدیا تھا۔ غرض کہ ان تمام اساطین اسلام کے کارنامے اُسوقت تک بھولے نہ تھے اور اسیلیے ارتقا کا خیال جیسا کہ حکمای اسلام نے بیان کیا تھا کلام مجید کے تعلیم کا منافی نہین سمجھا گیا۔ لیکن وہ دور ختم ہوگیا۔ سیل تاتار نے فقط مدینۃ السلام بغداد کو تباہ نہین کیا بلکہ ہماری علمی ترقیون پر بھی پانی پھیر دیا۔ یہان تک کہ پندرھوین صدی عیسوی سے اس انقلاب عظیم کا ظہور ہوا جس سے مسلمانون کے جمود اور علمی تنزل اور عیسائیون کی دماغی ارتقا کی تاریخ شروع ہوتی ہی ہم جہانتک پہونچ چکے تھے مسیحی یورپ نے جہالت اور کوتاہ بینی سے بیدار ہوکر اُسطرف تیزی سے قدم بڑھایا لیکن خود ہمارا یہ حال ہوا کہ ہمنے رجعت قہقری شروع کی اور "مسلمانان درگور و مسلمانی درکتاب" کی مثل صادق ہوگئی

حقیقت مین مسئلہ ارتقا اسلام کی تعلیمات کا منافی نہین بشرطیکہ سب سے پہلے یہ امر ذہن نشین ہوجائے کہ انبیا کا اصول تعلیم کیا ہی۔ شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ کے صفحہ ۸۸ مین فرماتے ہین

ومن سيرتهم ان لا يشتغلوا بما لا يتعلق بتهذيب النفس وسياسة الامة كبيان اسباب حوادث الجو من المطر والكسوف والهالة وعجائب النبات والحيوان ومقادير سير الشمس والقمر واسباب الحوادث اليومية وقصص الانبياء والملوك والبلدان ونحوها اللهم الا كلمات يسيرة الفها اسماعهم وقبلها عقولهم يوتي بها في التذكير بآلاء الله والتذكير بايام الله على سبيل الاستطراد بكلام اجمالي يسامح في مثله بايراد الاستعارات والمجازات ـ

اور انبیا کے اصول مین سے ایک یہ بات ہی کہ جو امور تہذیب نفس اور سیاست قومی سے تعلق نہین رکھتے اُمین وہ دخل نہین دیتے مثلاً کائنات الجو یعنی بارش۔ گرھن۔ ہالہ کے پیدا ہونے کے اسباب۔ نباتات اور حیوانات کے عجائبات۔ چاند سورج کی رفتار کی مقدار۔ حوادث یومیہ کے اسباب سلاطین اور ممالک کے قصے وغیرہ وغیرہ۔ ان چیزون سے وہ بحث نہین کرتے مگر ہان کچھ چند معمولی باتین جن سے لوگون کے کان مانوس ہوچکے ہین اور انکی عقلون نے ان باتون کو قبول کرلیا ہی اور ان باتون کو بھی وہ لوگ خدا کی شان اور قدرت کے ذکر مین ضمنی طور پر اجمالاً بیان کرتے ہین اور اسمین مجاز اور استعارہ سے کام لیتے ہین۔

بے شک انبیا کا مطمح نظر تزکیۂ نفس اور توجہ الی اللہ ہوتا ہی اسلیے وہ ان امور سے بحث نہین کرتے۔

انتباہ لیکن اس نکتہ کو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ان امور سے اگر لوگون کے دلونمین کوئی ایسا خیال بھی جم گیا ہی جو اصول دین کے خلاف ہی تو انبیا علیہما السلام اُس خیال کو دور کرنے مین پوری کوشش فرماتے ہین مثلاً توریت کی کتاب پیدائش مین عالم کا چھ دن مین پیدا ہونا مذکور ہے۔ کیون ؟ اسلیے کہ بابل کے قدیم بت پرستون اور کالڈیا کی کواکب پرستون کے عقیدہ مین ہفتہ کا ایک ایک دن ایک ایک دیوتا کی طرف منسوب تھا اسلیے انبیای بنی اسرائیل نے اس فاسد عقیدہ کی تردید کی اور یہ تعلیم دی کہ عالم اُسی ایک "رب الافواج" کی قدرت کا کرشمہ ہی جس نے ایک ہی ہفتہ کے اندر سب کچھ پیدا کر دیا۔ لیکن رفتہ رفتہ اس تعلیم سے ایک دوسرا فاسد عقیدہ قصور فہم کے باعث پیدا ہو گیا یہودیون نے خدا کو ایک قوی ہیکل مجسم اعلے انسان تصور کرکے یہ خیال کیا کہ جسطرح انسان کام کرتے کرتے تھک جاتا ہی اُسیطرح چھ دن مین عالم کو پیدا کرکے خدا کو تھکن محسوس ہوئی اور اسلیے ساتوان دن ہفتہ کا اسکی آرام کا ہی۔ اس فاسد عقیدہ کو حضرت خاتم الانبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنھون نے توحید کامل کی تعلیم دی باطل فرمایا۔ قرآن مجید مین عالم کو چھ دن مین پیدا کرنے کی روایت نقل کرکے ارشاد ہوتا ہی۔

وما مسنا من لغوب — اور ہمکو تھکن نے اثر نہ کیا۔

اب ہمارے زمانہ مین سائنس نے چھ دن کے عوض چھ کرور بلکہ اس سے بھی زائد مدت بیان کی لیکن متبعین سائنس جنھون نے "تصور شہود" پر اپنے مشرب کی عمارت قائم کی ہی یہ خیال جما لیا کہ کائنات ایک خود بخود چلنے والی مشین ہی جسکی نہ ابتدا ہی نہ انتہا جسمین نہ دیوتا کو دخل ہے نہ خدا کو۔ کائنات کے لامتناہی فضا مین ارتقا اور انعدام۔ انعدام اور ارتقا کا سلسلہ خود بخود جاری رہا ہی اور رہیگا۔ اسلیے جسطرح یہود افراط تشبیہ سے راہ بھول گئے متبعین سائنس بھی تفریط تنزیہ سے اس راہ ہی کو چھوڑ بیٹھے۔ لہذا اب علمای امت محمدیہ ان گمراہون کے عقائد کو نقل کرکے انکی اس فاسد خیال کی یون اصلاح کرتے ہین۔

پاک ہی وہ نامعلوم حقیقۃ متقنن جسکے قوانین اُس زمانہ سے جبکہ زمانہ بھی نہ تھا اسوقت
تک جسکی کوئی انتہا نہین نہایت انضباط اور قاعدہ کے ساتھ

لاتبدیل لخلق اللّٰہ — خدا کی بناوٹ مین ردوبدل ممکن نہین۔

اور فلن تجد لسنۃ اللّٰہ تبدیلا۔ — خدا کے طریقہ مین تم ردوبدل نہین پاسکتے۔

کے اعلان کے مطابق فضاے لاانتہا ہی مین عمل کررہے ہین۔ یہ سلسلۂ ارتقا۔ یہ بقای اصلح
کیونکر ظہور مین آئے۔ سنو اور غور سے سنو۔ اس زبردست مدبر کی تدبیر سے جو ذی المعارج[1]
کی صفت سے موصوف ہی۔ اجسام کی انرجی اگر خارج ہورہی ہی اور انکا ارتقا انعدام کی شکل مین
بدل رہا ہی تو کچھ شک نہین۔

کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ — ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہی

یہ انرجی اگر بحیثیت مجموعی قائم رہے تو کچھ تعجب نہین

کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ — ہر چیز فنا ہونیوالی ہی مگر اسکا چہرہ (ذات)

ارتقا اور انعدام۔ انعدام اور ارتقا کا سلسلہ اگر بیاپے جاری ہی اور جاری رہیگا تو کیا بعید ہی۔

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ — وہی پہلا ہی اور پچھلا ہی اور باہر اور اندر

لاکھون کروڑون برس مین اگر ایک ناچیز کیڑے کا دماغ ترقی کی اس حد تک پہونچا ہی کہ
اگر ایک طرف لاکھون کروڑون میل دور کے ستارون کی کیفیت یہین سے بیٹھے بیٹھے بیان
کرسکتا ہی تو دوسری طرف نہایت چھوٹے چھوٹے اور آنکھون سے نظر نہ آنے والے اجزاے
لایتجزّے کے الکٹران کو شمار کرسکتا ہی تو ابھی ہوا کیا ہی۔ باایںہمہ وسعت معلومات و زور استدلال
کیا کائنات کے عجائبات کا حال شمہ برابر بھی ظاہر ہوگیا حقیقت یہ ہی۔

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ — کہدے اگر دریا میرے رب کے کلمون کی (لکھنے کو) سیاہی ہوتا تو تمام ہوجاتے
تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا۔ — قبل اسکے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوتے اگرچہ ہم مثل اسکے مدد لاتے (سورہ کہف)

[1] دیکھو سورہ معارج پارہ ۲۹۔

اس تقریر سے دو باتین معلوم ہوئین **اول** یہ کہ انسان کی دنیاوی وسعت معلومات کے ساتھ انبیا اور اُنکے روحانی وارث علما کا طرز بیان بدلتا جاتا ہو اگرچہ اصول وہی تزکیہ نفس اور توجہ الی اللہ ہی اور اسمین کسی قسم کا تغیر نہین ہوتا۔ اسی سبب سے کہا گیا ہی

کلموا الناس علیٰ قدر عقولهم لوگون سے انکی سمجھ کے مطابق گفتگو کرو

ورنہ مذہب کی تعلیم کا اصل منشا ہی فوت ہو جاتا ہی۔

دوسرے یہ کہ اسی اصول کی غلط تعبیر سے پیروان مذہب اور متبعین سائنس کے مابین اختلاف ہو گیا ہی۔ پیروان مذہب مین جنھون نے صرف ظاہر کو دیکھا اُنھون نے امور دنیا کو مہمات دین سے ملا دیا اور ایراد قصص و نقل روایات متعلق حقائق اشیا کو کلام مقصود سمجھ لیا اور نفس اصول سے بے بہرہ رہے اسی وجہ سے جب جدید انکشافات کی روشنی سے معلومات مین وسعت ہوئی تو انھون نے ان انکشافات ہی کو غلط سمجھ لیا اور علم کو اپنے اُن عقائد کا مخالف سمجھکر اسکے دشمن ہو گئے۔ برعکس اسکے متبعین سائنس جنھون نے انبیا اور علما کے اصول تعلیم پر غور نہین کیا اور عوام کے سطحی عقائد کو اصل مذہب سمجھا جسوقت اپنی معلومات کی معیار سے ان عقائد کو گرا ہوا پایا تو انھون نے اپنی کوتاہ اندیشی سے مذہب کو صرف مجموعہ اوہام سمجھ لیا اور اسلیے یا ملحد ہو گئے یا دہریہ یا لاادریہ۔ علم ہیئت کے مشہور محقق لپلاس سے جب نپولین اعظم نے دریافت کیا کہ اگر تمھاری تعلیم کے مطابق ضبابۃ النجوم اور نظام شمسی کا نشو و نما ریاضیات کے اصول کے مطابق عمل مین آیا ہی تو پھر مسیح کا باپ خالق اور حافظ کی حیثیت سے کہان رہا لپلاس نے جواب دیا مسیح کے باپ کے دخل در معقولات کی کیا ضرورت ہی مین نے تو بغیر اسکے فرض کیے ہوے اس مسئلہ کو حل کر لیا ہی[۱]

حقیقت یہ ہی کہ ان محققین کی مذہبی بیگانگی کا باعث زیادہ تر وہ گروہ ہی جسنے حضرت مسیح کی سچی اخلاقی تعلیمات کو یونانیون رومیون اور مصریون کے توہمات اور بت پرستی کے

۱؎ معماے کائنات باب ۱۴۔

قالب مین ڈھالکر پیش کیا ہی اور اسکا نام دین عیسوی رکھا ہی۔

مگر اسکے ساتھ یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ گذشتہ صدی مین اگرچہ یورپ نے علوم وفنون مین قابل قدر ترقی کی ہی لیکن دینیات کے متعلق جو کچھ کیا ہی اس کا ذکر خود ہیکل کی زبان سے سنو۔ ہیکل ڈارون کا پرجوش شاگرد ہی اور مذہب کا سخت دشمن لیکن پھر بھی "معمای کائنات" کے باب اول مین کہتا ہی۔

انیسوین صدی کا اختتام ایک مبصر کی نگاہ کے سامنے حیرت انگیز تماشا پیش کرتا ہی۔ تمام تعلیم یافتہ اشخاص اس امر پر متفق ہین کہ یہ صدی بہت سی باتون مین سابقہ صدیون سے بازی لیگئی ہی اور ایسے مہمات کو انجام دیا ہی جو ابتدا ئً دائرۂ عمل سے خارج سمجھے جاتے تھے۔ نہ صرف حکمت نظری مین حیرت انگیز معلومات صحیحہ کا اضافہ ہونے سے بلکہ علمی سائنس صنعت وحرفت وتجارت وغیرہا مین مفید طریق عمل اختیار کرنے سے ہماری جدید تہذیب کی ایک نرالی شان پیدا ہو گئی ہی مگر برعکس اسکے اخلاقی اور معاشرتی زندگی کے لحاظ سے ہمنے گذشتہ صدیون کے مقابلہ مین بہت کم کیا بلکہ کچھ بھی ترقی نہین کی بلکہ بعض اوقات ہمنے خطرناک رجعت قہقری کی ہی۔

بے شک یہ اسی رجعت قہقری کا نتیجہ ہی کہ یورپ اگرچہ مادی ترقی کے طارم اعلےٰ پر پہونچگیا ہی لیکن تزکیۂ نفس اور توجہ الی اللہ مین کالانعام بل ہم اضل کا مصداق ہو گیا ہی۔

یورپ نے مسئلۂ ارتقا سے کیا سیکھا؟

مسئلۂ ارتقا کی تعلیم سے اگر کچھ سیکھا بھی تو اس فتنہ کو جو قتل سے بھی اشد ہے۔ کشمکش حیات کے دریای قہار مین اپنے ڈوبتے ہوے کمزور ابنای جنس کو (بجاے اسکے کہ انکا ہاتھ پکڑکر نکال لین یا یہ نہ سہی ان کو پانی مین خود اپنے ہاتھ پاؤن مارکر نکلنے کی کوشش کرنے دین) دھکے دے رہے ہین اور اگر وہ بیچارے تنکے کا بھی سہارا ڈھونڈھتے ہین تو قسمین کھاکھاکر امداد کا سبز باغ دکھاکر اس تنکے کو بھی انکے ہاتھ سے پھکوا دیتے ہین تاکہ اگر ایک منٹ مین غرق ہوتے ہون تو ایک ہی سکنڈ مین

ڈوب مرین ؟ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

ڈاکٹر ویلیس نے ایک کتاب لکھی ہی جسکا نام ونڈرفل سنچوری (عجیب و غریب صدی) ہے اس مین اُس نے گذشتہ صدی کے محاسن اور معائب دونون درج کردیے ہین۔ سائنس کی ترقیات اور اکتشافات کا ذکر کرکے وہ اس باب مین جسکا نام "نفس پرستی کا خون آشام دیو" رکھا ہی۔ کہتا ہے

آیندہ زمانہ کے مورخین ضرور لکھینگے کہ ہم اُنیسوین صدی والے باوجودیکہ جدید اکتشافات سائنس نے ہمکو نیکی یا بدی کرنے کی عظیم الشان قوت عطا کردی تھی لیکن افسوس ہم اخلاقی اور معاشرتی حیثیت سے نااہل ثابت ہوے جس تہذیب پر ہمکو ناز ہی وہ دھوکے کی ٹٹی ہی۔ ہمارا انتظام حکومت نہ دین مسیح کے مطابق ہی نہ تمدن اور تہذیب کے موافق۔ ہم اپنے اس قول کی تائید مین اس صدی کی یورپین جنگون کو پیش کرتے ہین جو صرف قومی دراز دستی کے سبب سے ظہور مین آئین اور کبھی ایسا نہین ہوا کہ غلامون کے آزاد کرنے مین یا مظلومون کو داد دینے مین اپنا اُلو سیدھا نہ کیا گیا ہو۔ (صفحہ ۳۳۷ و ۳۴۱)

کیا یورپ کا یہ اخلاقی اور روحانی تنزل باوصف ایسی حیرت انگیز مادی ترقی کے اس بات کی دلیل نہین ہی کہ علم کا غلط استعمال "حجاب اکبر" ہو جاتا ہی۔ لیکن اب پردہ اُٹھنے کو ہے۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ اور قریب ہے کہ ظلم کرنیوالون کو معلوم ہو جائیگا کہ وہ کس کروٹ پر بٹھائے جائینگے۔

کچھ شک نہین کہ تزکیہ نفس اور صفای باطن جو منشأ تہذیب و تمدن ہین صرف وسعت معلومات اور جدید اکتشافات پر منحصر نہین۔

اللھم انی اعوذبک من علم لاینفع وقلب لایخشع ودعاء لا یسمع ونفس لاتشبع۔ خداوندا مین تجھسے پناہ مانگتا ہون ایسے علم سے جو فائدہ نکرے اور ایسے دل سے جو تیرے حضور مین نہ جھکے اور ایسی دعا سے جو قبول نہو اور ایسے نفس سے جسکو آسودگی نہو (مسلم بروایت انس رض)

باب سوم

معمائے حیات

مادیین کو روح کے وجود اور بقا سے انکار ہے انکے قدما کے اقوال کا ماحصل یہ ہی کہ روح جسم سے کوئی جداگانہ شئے نہین ہی بلکہ ترکیب عناصر کی ایک کیفیت ہے جو موت کے بعد فنا ہو جاتی ہے۔

اس رای کی تردید حکمای الہیین نے اسطور سے کی کہ روح انسانی مدرک ہی اور ادراک صرف جوہر کی شان ہی اسلیے عرض نہین ہو سکتی اور چونکہ اسکا تعلق جسم کے ساتھ بواسطہ روح حیوانی (جو ایک بخار لطیف باعث حیات ہی) ہے اور اسکی صفت یہ ہی کہ مدبر بدن اور حافظ ترکیب بدن ہی مگر نہ متصل اور نہ منفصل اسلیے موت کے بعد جسم سے اسکا تعلق منقطع ہو جاتا ہی فنا لازم نہین آتی۔

قدما کے یہ مباحث چونکہ قیاسات اور مظنونات پر منحصر ہین یا یون سمجھو کہ منطقی بھول بھلیّان ہین اسلیے آجکل جدید انکشافات کی روشنی مین تقویم پارینہ نظر آتے ہین۔

مادیین جدید یعنی سائنس کے گروہ معتدبہ کی رای مین ادراک نظام عصبی دماغ کا فعل ہی اسلیے روح یعنی قوت مدرکہ کوئی علیحدہ شئے نہین بلکہ دماغ کی خاصیت ہے اور جسم کی طرح فناپذیر۔

اسکی تردید مین امریکہ کا مشہور فلسفی پروفیسر ولیم جیمس اپنے ایک لکچر مین کہتا ہی۔

ہم تسلیم کرتے ہین کہ ادراک کا انحصار دماغ پر ہی لیکن یہ کس مشاہدہ سے ثابت ہوا ہی کہ خود دماغ ادراک کو پیدا کرتا ہی۔ زیادہ سے زیادہ ہم دماغ کو ادراک کا واسطہ کہہ سکتے ہین۔

آلیور لاج اپنی کتاب انسان اور کائنات مین لکھتا ہی (صفحات ۱۸۴ و ۱۹۸)

دماغ عالم طبعی اور نفسی کے درمیان ایک واسطہ ہی۔ طبعی عالم مین حرکت اور نفسی عالم مین خیال کی عملداری ہی اور وہ عضو جسکا نام دماغ ہی دونون کے درمیان ایک نامعلوم طریقہ سے ترجمان کا کام دیتا ہے ....

۱۸۵۸ء مین انگلستان اور امریکہ کا بحری تار بحر ظلمات مین ٹوٹ گیا لیکن کیا اس تار کے ٹوٹ جانے سے خود امریکہ اور انگلستان کا وجود منقطع ہو گیا۔

اکتوبر ۱۹۰۸ء کے رسالہ ہیبرٹ جرنل مین میک کول اس بحث کے متعلق لکھتا ہی۔

"دماغ مثل دیگر اعضای حواس مثلاً سامعہ و باصرہ وغیرہ کے صرف ایک آلۂ ادراک ہی لیکن جسطرح نہ خود آنکھ دیکھ سکتی ہی اور نہ کان سُن سکتے ہین اسطرح دماغ بھی مدرک نہین"۔

پھر کہتا ہی "علم النفس مین یہ محقق ہو چکا ہی کہ اجزای جسم کی طرح جوہر دماغ بھی تغیر پذیر ہی۔ یہان تک کہ بچپن مین جن اجزا سے دماغ ترکیب پاتا ہی وہ جوانی مین بالکل فنا ہو کر نئے اجزا مین تبدیل ہو جاتے ہین۔ یہی حال جوانی کے اجزای دماغ کا پیری مین ہو جاتا ہی۔ باایںہمہ قلب ماہیت انسان وہی رہتا ہی جو پہلے تھا۔ اسلیے ایک ایسی شئی کا وجود ماننا پڑتا ہی جو بالاستقلال قائم رہتی ہی اور ماضی اور حال کا یکسان ادراک کرتی ہی"

میک کول کا یہ استدلال ائمہ متکلمین کے اقوال[۱] کی آواز بازگشت ہی اور اگرچہ وجود روح کی ایک معقول دلیل ہی لیکن حقیقت یہ ہی کہ پھر بھی یہ معما حل نہین ہوتا۔ اس معمے کو ڈاکٹر ولیس نے اپنی مشہور کتاب ڈارونزم کے باب ۱۵ مین جہان ارتقای انسان کے مسئلہ مین ڈارون سے اختلاف کیا ہے ذکر کیا ہی اور روح کے متعلق نئے اسلوب سے ایک دلچسپ بحث لکھی ہی چونکہ مسئلۂ ارتقا کے رو سے کسی شئے کا یکایک پیدا ہونا تسلیم نہین کیا جاتا اسلیے ڈاکٹر موصوف کہتا ہی کہ عالم ذی حیات مین کم سے کم تین منزلین ایسی پیش آئی ہین جہان ایسا معلوم ہوتا ہی کہ کسی جدید علت یا قوت نے ضرور اپنا کرشمہ دکھایا ہی۔ ان منازل کی تشریح

---

[۱] دیکھو تاریخ علم کلام ۔ مصنفہ علامہ شبلی ۱۲

ہم ڈاکٹر موصوف کی اصل عبارت کا ترجمہ کرکے درج کرتے ہین-

منازل ثلثہ **منزل اول**[1] وہ منزل ہے جسمین جسم غیر عضوی (جمادی) جسم عضوی (نباتی) **حیات** مین تبدیل ہوگیا یعنی جبکہ سبسے پہلا نباتی خانہ[1] جو مادۃ الحیات (پروٹوپلزم) سے معمور تھا ظاہر ہوا- عام طور سے اسکی علت یہ بیان کیجاتی ہے کہ اجزاے کیمیاوی کی ترکیب ایک جدید کیفیت کا اضافہ ہوگیا لیکن اس کیفیت کو جسکا نتیجہ تحرک نکلا اگر ہم بالفرض کیمیاوی ترکیب کے مادۃ الحیات کا موجد قرار دین پھر بھی ایسا ہرگز نہین ہوسکتا کہ اس کیفیت نے زندہ مادۃ الحیات پیدا کردیا ہو یعنی ایسا مادۃ الحیات جسمین قوت نمو اور قوت مولدہ ہو اور ایسا مسلسل عمل بالیدگی پایا جائے جو عالم نباتات کے عجیب وغریب تنوع اور نظام کا باعث بھی ہو- ان عجائبات مین کوئی بات ضرور ایسی ہے جو تغیرات کیمیاوی سے بالکل خارج اور منزہ ہے اور اسی لیے کسی نے خوب کہا ہے کہ سبسے پہلا نباتی خانہ دنیا مین ایک نئی چیز تھا جسمین کلیۃً نئی قوتین ظاہر ہوئین مثلاً اجزاے ہوائی سے کاربن کو خارج کرکے متعین کرلینا- یا نامحدود مولدہ طاقت اور اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز وہ قوت جو گوناگون تراکیب اور صور کی انواع کی مورث ہوئی- اسلیے یہان ہمین ایک جدید قوت کے آثار عمل کرتے نظر آتے ہین ہم اسکو "افاضۂ حیات" سے تعبیر کرتے ہین- کیونکہ یہ مادہ کی چند صورتون کو وہ تمام خواص اور صفات عطا کرتی ہے جنپر زندگی کا انحصار ہے-

منزل دوم- پہلے سے بھی زیادہ تعجب خیز ہے اور مادہ - اسکے خواص اور قوتون سے کسی طرح اسکی تشریح سمجھ مین نہین آتی یہ منزل ادراک کی ہے جو نباتی اور حیوانی عالم کے درمیان مابہ الامتیاز ہے- یہان پہونچکر محض ترکیبی ساخت سے ایسے نتیجہ کا حاصل ہونا خارج از قیاس ہے- بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ترکیب عناصر کے ایک خاص درجہ پر پہونچکر محض اس ترکیب کے لازمی نتیجہ کے طور پر "انا" کا آغاز ہو یعنی ایسی چیز جو حساس ہو اور اپنے

سلہ مسئلۂ نبوت کی طرف اشارہ ہے جسکو ہمنے باب اول مین بیان کیا ہے-

وجود کا ادراک کر سکے۔ یہاں پہونچکر حقیقۃً ایک امر جدید کا ظہور نظر آتا ہی یعنی ایک ایسا وجود
جسکا روز افزون ادراک قوی ہوتے ہوتے حیوانات کے اعلےٰ اقسام تک پہونچ جائے۔
کوئی تاویل یا تاویل کی کوشش مثلاً یہ کہنا کہ (۱) زندگی مدار الحیات کے اجزاے بسیطہ کی
قوتون کا نتیجہ ہی یا (۲) ذی حیات کا تمام عالم امیبا (یعنی پہلا جانور) سے لیکر انسان تک
اس ضبابیہ مین مضمر تھا جس سے نظام شمسی مرتب ہوا۔ نہ ہمارے قلب کو تسکین دے سکتی ہی
اور نہ کسی طرح اس معمے کے حل کرنے مین مدد مل سکتی ہی۔

منزل سوم ۔ وہ منزل ہی جسمین انسان حیوانیت سے علحدہ ہوکر سربلند ہو گیا اور چند
مخصوص اعلےٰ قوتون (مثلاً فنون لطیفہ ریاضی۔ وحاسۂ مذہبی) فائز ہوا اور تقریباً
نامحدود ترقی کے امکان کا دروازہ اسکے واسطے کھل گیا۔ ممکن نہین کہ یہ قوی محض انھین
قواعد کے رو سے پیدا ہوے ہون جنکے ذریعہ سے علے العموم عالم ذی حیات اور نیز انسان
کی جسمانی ترکیب کی تکمیل ہوئی۔

مادہ اور اُسکی حرکت کے باعث غیر عضوی عالم سے ظہور انسان تک ارتقا کے یہ مخصوص منازل ثلاثہ صاف طور پر
سے ایک نامحسوس عالم کے وجود کی شہادت دیتے ہین یعنی ایک ایسا عالم روح جسکا یہ عالم مادی بالکلیہ مطیع ہے
اس عالم روح سے ہم ان عجیب وغریب پیچیدہ قوتون کو متعلق سمجھتے ہین جنھین کشش ثقل۔
کشش اتصال۔ قوت کیمیاوی اور کہربائیت کے نام سے یاد کرتے ہین اور جنکے بغیر عالم مادی
ایک لمحہ بھی اپنی موجودہ شکل مین قائم رہنا کیا معنی باقی ہی نہین رہ سکتا۔ کیونکہ بغیر ان قوتون
اور غالباً جوہر فرد کی قوتون کے بغیر یہ امر مشکوک ہی کہ آیا مادہ خود بخود موجود ہو سکتا ہی یا نہین۔
اس سے زیادہ یقین کے ساتھ ہم ان ترقی پذیر مظاہر حیات جو نباتی۔ حیوانی۔ انسانی یا
بالفاظ دیگر حیات غیر مدرکہ۔ حیات مدرکہ۔ اور حیات تعقل مین منقسم ہوتے ہین اور جنھین
صرف افاضۂ روح کے لحاظ سے فرق مراتب پایا جاتا ہی اس عالم ارواح سے متعلق کر سکتے ہین۔

(باب ۱۵ صفحات ۴۷۴ ۔ لغایت ۴۷۶)

مذکورۂ بالا عبارت کو غور سے پڑھو اور پھر دیکھو کہ روح انسانی کی بحث تو علحدہ رہی پہلے مادہ مین یہی ثابت کر دین کہ سب سے پہلا ماء الحیات (پروٹوپلیزم) کیسے پیدا ہو گیا۔ مشہور عالم طبیعات لارڈ کلون نے اسی مشکل کو ملحوظ رکھکر یہ تاویل پیش کی کہ حیات زمین پر آسمان سے ٹوٹتے ہوے تارون کے ساتھ آئی ہے۔ لیکن یہ تاویل بھی مہمل ہے کیونکہ سائنس کا یہ مسئلہ مسلمہ ہے کہ اجرام فلکی غیر ذی حیات ہین اسلیے پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ شہاب ثاقب مین حیات کہان سے آئی ؟

حیات کا معمہ جب یون حل ہوتے نظر آیا تو سائنس کا گروہ معتدین "لاادریت" کی شراب بیکر بدمست ہو گیا ہکسلے جو انیسوین صدی کے دور آخر کا مشہور دہریہ ہے اپنے ایک لکچر مین ماء الحیات کے متعلق کہتا ہے۔

زمان ماضی کے لق و دق بیابان مین نظر دوڑانے سے مجھے آغاز حیات کا پتہ نہین ملتا اور اسلیے میرے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہین ہے جس سے مین اسکے ظہور کی کیفیت کا صحیح نتیجہ نکال سکون۔ سائنس کے نقطۂ خیال سے یقین ایک اہم معاملہ ہے جسکے واسطے زبردست بنیاد چاہیے اسلیے مسلمہ فقدان ثبوت کی بنا پر یہ کہنا کہ کسی خاص طریقہ سے حیات کے وجود مین آنے کا مین قائل ہون الفاظ کو غلط تعبیر کرنا ہے لیکن جہان یقین نہ پیدا ہو سکے وہان مظنہ[1] کی گنجایش باقی رہتی ہے اور اسلیے اگر مجھے طبقات الارض کے قرون ماضیہ سے بھی بیشتر اُس زمانہ کے حالات آئینہ ہو جائین جبکہ زمین طبیعاتی اور کیمیاوی رنگ بدل رہی تھی یعنی جبکہ عناصر کا امتزاج ہو رہا تھا اور اگرچہ اب اُس زمانہ کا اعادہ ایسا ہی ہے جیسے کہ کسی انسان کے بچپن کا عود کر آنا لیکن پھر بھی مین قیاساً کہہ سکتا ہون کہ ماء الحیات غیر ذی حیات مادہ کی ارتقائی صورت ہے لیکن یہ میرا مظنہ ہے۔ (خطبات ہکسلی صفحہ ۲۳۸)

---

[1] خدا کی شان کہ وہ مدعیان سائنس جو صرف مشاہدہ اور تجربہ پر ایمان لائے ہین مادی عالم کے معاملات مین یہ کہین کہ "جہان یقین نہ پیدا ہو سکے وہان مظنہ کی گنجایش باقی رہتی ہے" لیکن اگر یظنون انھم ملاقوا اللہ کی تفسیر بیان کرکے سعادت ایمان لانے کو مظنہ کے طور پر ہی کہا جائے تو نہایت جوش و خروش سے انکار کرتے ہین ۱۲

دسمبر ۱۸۹۶ء کے فورٹ نائٹلی ریویو کے مضمون "سائنس اور اخلاق" مین ہکسلی روح کے متعلق کہتا ہی
اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ادراک کا وجود بجز ایسی صورت کے ممکن نہین کہ ہم اُسکو اجزای حیاتی
کے ساتھ علت اور معلول کا ایک تعلق سمجھین تو مین یہ سوال کرتا ہون کہ اس دعوے کا ثبوت کیا ہی۔
اسیطرح اگر وہ شخص یہ کہے کہ ادراک کا وجود ایسی صورت کے بغیر بھی ممکن ہی تو مین پھر وہی
سوال کرتا ہون کہ اچھا ثابت کرو (یعنی روح کا معما حل نہین ہوتا)۔

پروفیسر شیفر کا حال مین بتاریخ ۴ ستمبر ۱۹۱۲ء اسکاٹ لینڈ کے شہر ڈنڈی مین افتتاحی ایڈریس برٹش اسوسی ایشن کی ۸۲ سالگرہ کے جلسہ مین مادیین کے سرگروہ پروفیسر شیفر نے "اصل حیات" پر ایک افتتاحی ایڈریس دیا جو اخبار لندن ٹائمز مورخہ ۶ ستمبر مین شائع ہوا۔ ذیل مین ہم اسکے ضروری مقامات کا ترجمہ درج کرتے ہین۔

فرق مابین حیات و روح

حیات کیا ہی؟ اسکو ہر شخص جانتا ہی یا سمجھتا ہی کہ مین جانتا ہون۔ لیکن کوئی بھی اسکی صحیح تعریف نہین کرسکتا۔ مشکل یہ ہوگئی ہی کہ لوگون نے روح اور حیات کو مترادف سمجھ لیا ہی۔ اسوقت جو کچھ مین حیات کے متعلق کہتا ہون۔ اس سے یہ ہرگز نہ سمجھنا کہ جس معنی مین روح کا اطلاق ہوتا ہی اسپر لفظ "حیات" منطبق ہی چونکہ روح کا تصور حیات کے تعلق سے پیدا ہوتا ہی اسلیے روح اور حیات کو لوگون نے ہم معنی سمجھ لیا ہی۔ لیکن جب تک روح سے اُسکے تمام مختص علامات علیحدہ نہ کردیے جائین اسوقت تک روح اور حیات کو دو جداگانہ تصور سمجھنا چاہیے کیونکہ حیات کا معما دراصل مادہ کا معما ہی اور ہم حیات کو سائنٹفک معنی مین کبھی مادہ سے علیحدہ تصور نہین کرسکتے۔

ماخذ حیات

کیمیاوی تحلیل سے معلوم ہوی کہ حسب ذیل اشیا سے حیات کا قوام تیار ہوتا ہی

(۱) کاربن (۲) ہیڈروجن (۳) آکسیجن (۴) نیٹروجن
(۵) فاسفورس (۶) پانی فیصدی ۷۰ (۷) لوہا (۸) بعض اقسام کے نمک

ان اجزا کے قوام پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ غیر ذی حیات اور ذی حیات اجسام کے مابین جو حد فاصل حائل سمجھی جاتی ہو وہ جدید انکشافات سے روز بروز مٹتی جاتی ہی اور اگر ماہر کیمیا ان اجزا کے قوام کو مسخر کرنے مین کامیاب ہوجائے تو ایک دن اس چیز کو پیدا کریگا جسکا نام "حیات" ہی

ارتقائی حیات

یہ خیال کہ حیات کا وجود بغتۃً یعنی یکایک ہوگیا اور اجسام غیر ذی حیات سے اسکا کوئی تعلق نہین قابل اعتبار نہین۔ دنیا مین مافوق العادۃ مداخلت کی ضرورت نہین۔ ہر شئے قانون ارتقا کے مطابق بتدریج ظہور مین آئی ہی۔ حیات بھی غیر ذی حیات اجسام سے بتدریج مدارج ارتقا طے کرتے ہوے پیدا ہوئی ہی بہت سے مشاہیر سائنس کا خیال ہی کہ حیات اس دنیا مین کسی دوسرے جرم فلکی سے نازل ہوئی ہی لیکن جہانتک ہمکو قانون ارتقا کا علم اور یقین ہی اسکی بناپر ہم ایسی رائی کو معتبر نہین سمجھتے۔ البتہ اس سے ہمکو انکار نہین کہ ممکن ہی کہ اس دنیا کے سوا کائنات کے دوسرے حصون مین حیات کا وجود ہو۔ ارتقائی حیات کو تسلیم کرنے کے بعد صاف نظر آتا ہی کہ اجسام ذی حیات اور غیر ذی حیات کے مابین ایک طولانی سلسلہ ایسے اجسام کا پیدا ہوتا رہا جنکی سرحد دونون سے ملی ہوئی ہی یہ سلسلہ جاری ہی اور کوئی وجہ نہین کہ ہم اسکو موقوف سمجھین۔

موت سے چارہ نہین

اکثر علمای طبیعات خاصکر میٹشنخوف کا یہ قول کہ اضمحلال قویٰ اور ضعف پیری کے اسباب اگر علم کیمیا کی روز افزون معلومات سے دفع کردیے جائین تو انسان مرگ مفاجات

کے سوا علے العموم مدت دراز تک زندہ رہ سکتا ہی لیکن اگرچہ اصول حفظان صحت کی پابندی اور تریاق جدید کے استعمال سے "صاحب زبور" (حضرت داؤدؑ) کے قرار دادہ عمر انسانی یعنی ۷۰ سال مین بیشی بھی ہوسکتی ہی لیکن اصل یہ ہی کہ ہمارے اجسام کے مستقل سوت (سلز) جن پر مدار حیات ہی لازمی طور پر مندرس ہوکر بیکار ہو جاتے ہین جسکے بعد موت آجاتی ہی اسلیے پیری مین موت سے گریز ممکن نہین - ہان یہ ہوسکتا ہی کہ سائنس ایک نہ ایک دن سکرات موت کی تلخی دفع کردے اور بغیرآہ و فغان اور کرب کے انسان مادر گیتی کے آغوش مین سوجائے -

پروفیسر شیفر کے ان خیالات سے ظاہر ہوتا ہی کہ یورپ مین اب مادیین کا ملحدانہ شور و غل دھیما ہو چلا ہی اور علمای سائنس نے ایسے اہم مسائل پر متانت کے ساتھ انصاف کی نظر ڈالنا شروع کی ہی گذشتہ پچاس سال یورپ کی دہریت اور الحاد کی تاریخ مین یادگار رہینگے - وہ مشاہیر علماء سائنس جنکو مادیت مین نہایت غلو تھا سوچ سمجھکر آخر اپنی غلطی کے مقر ہوے اور علے رؤس الاشہاد خود اپنے سابقہ معتقدات کی تکذیب کی -

مادیت کا کفر ٹوٹتا ہے

ذیل مین ہم ایسے چند مشاہیر سائنس کا حال درج کرتے ہین تاکہ ہم مین سے جو لوگ یورپ کی مادیت اور الحاد کو بے چون و چرا تسلیم کر لینے کے عادی ہوگئے ہین متنبہ ہو جائین ہمنے ان علماء کے احوال زمانۂ حال کے مشہور دہریہ ہیکل کی کتاب معمای کائنات سے قصداً اخذ کیا ہی تاکہ معلوم ہو کہ ان علماء کے فضل و کمال کا دشمنون کو بھی اعتراف ہی - ہیکل نے ان مشاہیر کے تبدیل خیال کا واقعہ نہایت رنج و اندوہ سے لکھا ہی وہو ہذا -

(۱) رڈالف ورشو

جرمنی کا مشہور محقق رڈالف ورشو جسنے علم طب مین جدید معلومات کا اضافہ کیا ہی پہلے مادیت کا بہت بڑا حامی تھا - اسنے ۱۸۵۶ء مین مسائل سائنس کا ایک مجموعہ شائع کیا جسمین اسنے نہایت جوش و خروش کے ساتھ وجود روح - ہستی صانع عالم - اور وحی اور الہام سے انکار کیا - ایک عرصہ تک وہ انھین عقائد کا پابند رہا لیکن ۱۲ برس کے بعد ۱۸۶۸ء مین جو مشہور و معروف لکچر جدید پاستون مین

سائنس کی آزادی کے عنوان سے شہر منچ کے سائنٹفک کانفرنس مین پڑھا اُسمین اسنے صاف طور سے اپنی اُن خیالات کی تردید کرکے معترض ملحدین کے طعن و تشنیع کی پرواہ نکرکے مادیت سے توبہ کی۔

(۲) ڈوبائس ریمونڈ

ورشو کی طرح ریمونڈ بھی علم الحیات کا بہت بڑا عالم ہے اور برلن اکاڈمی کا گران پایہ حکیم ہے ابتدا مین مادیت کا دلدادہ تھا اور چونکہ ایک زبردست مقرر تھا اسلیے اپنے خیالات کو نہایت آب و تاب سے پیش کرتا تھا لیکن ۱۴ اگست ۱۸۷۲ء کو لیپزک کی سائنٹفک کانگرس مین اُسنے ایک زبردست مضمون علم طبیعات کے حدود کے عنوان سے پڑھا جسمین اُسنے یہ اعتراف کیا کہ یہ مسئلہ کہ مادہ کا ادراک سے کیا تعلق ہے حل نہین ہوتا۔ سات برس کے بعد اُسنے برلن اکاڈمی مین پھر ایک اسپیچ پڑھی جسمین اُسنے خصوصیت کے ساتھ مصرحہ ذیل ادق مسائل پر بحث کی۔

۱۔ مادہ اور قوت کی اصلیت

۲۔ حرکت کا مبدا

۳۔ ادراک کا مبدا

حکیم موصوف کی رائے مین یہ تینون معمے لاینحل رہینگے۔

۴۔ حیات کا مبدا

۵۔ کائنات کا باقاعدہ نظام

۶۔ قوت ناطقہ کا آغاز

یہ مسائل اگرچہ مشکل ہین لیکن حکیم موصوف کی رائے مین حل ہوسکتے ہین

۷۔ مسئلۂ جبر و اختیار

اس مسئلہ مین ریمونڈ نے سکوت اختیار کیا۔

(۳) ولہم ونڈت

علم النفس مین یگانہ عصر مانا جاتا ہے۔ ونڈت مین ایک خاص خصوصیت یہ تھی کہ سائنس کے مختلف شعبون مین اسے یدطولی حاصل تھا۔ علم الحیوان۔ تشریح الابدان اور علم الحیات مین وہ ایک مشہور مسلم الثبوت

استاد ہی - طبیعات مین وہ مشہور محقق ہمہوٹز کا شاگرد رشید ہی ۱۸۶۳ء مین وندت نے علم النفس پر اپنے خطبات شائع کیے جسمین اُسنے دہریت اور الحاد کی تائید کر کے روح کے وجود سے انکار کیا اور انسان کو صرف ایک زندہ مشین ثابت کیا - لیکن ۳۰ برس کے اندر ۱۸۹۲ء مین جب اُسنے ان خطبات کا جدید اڈیشن پھر شائع کیا تو جن الفاظ مین اسنے اپنے خیالات ظاہر کیے اُنکا ترجمہ ہم بجنسہ درج کرتے ہین - وہ دیباچہ مین لکھتا ہی -

"تھوڑے عرصہ سے مین اپنے جوش شباب کی اس تصنیف کو ایک گناہ سمجھ رہا ہون - آہ مین اپنے قلب پر ایک بار عظیم محسوس کر رہا ہون اور چاہتا ہون کہ جسطرح ممکن ہو بہت جلد تلافی مافات کر کے نجات حاصل کرون"

وندٹ نے اپنی اس جدید اڈیشن مین یہ ثابت کیا کہ اس عالم کے سوا ایک دوسرا عالم بھی موجود ہے روح جسم سے ایک جداگانہ حیثیت کے ساتھ قائم ہی اور عالم کی طبعی حرکت عالم روح کے افعال سے وابستہ ہی -[1]

کیا عجیب بات ہی کہ جس زمانہ مین ہکسلے - ہیکل اور انکے متبعین مذہب ڈارون کی اشاعت کر کے الحاد اور دہریت کے خیالات پھیلا رہے تھے اُسی زمانہ مین یورپ مین اسپرچولزم (روحانیت) کا جوش پیدا ہوا - اگرچہ اس جوش و خروش مین زیادہ تر شعبدہ بازون نے (جنھون نے مسمریزم اور ٹیلی پیتھی وغیرہ یعنی مردون سے باتین کرنے اور دور دراز مقامات پر بلا وساطت ظاہر روحی تصرف کرنے کا دعوی کیا) حصہ لیکر بعض علمای سائنس کو فریب یا مثلاً امریکہ کے مشہور شعبدہ باز سلیڈ نے جرمن کے علمای سائنس ژولنر - فشنر - اور ویبر کو دھوکھا دیا مگر بعد کو اسکا فریب ظاہر ہو گیا لیکن حقیقت یہ ہی کہ ڈارونیت کی تفریط اور اسپرچولزم کی افراط نے انصاف پسند علمای سائنس کی آنکھین کھولدین - چنانچہ ۱۸۸۲ء مین ایک باقاعدہ انجمن سائیکیل ریسرچ یعنی روح کی تحقیقات کے متعلق قائم ہوئی جسمین فحول علمانے شرکت کی - یہ انجمن ابتک قائم ہی اور اسپرچولزم اور مادیین کی تحقیقات کو محققانہ نظر سے دیکھ رہی ہے -

لیکن اصل یہ ہی کہ روح کی حقیقت ایک معما ہی جو نہ اسپرچولزم کے کرشمون سے حل ہوا ہی

---

[1] ماخوذ از معمای کائنات باب ششم واول -

اور نہ مادہ بین کے مشاہدات سے سمجھ مین آسکتا ہی جب معمولی محسوس اشیا کی ماہیت نہ ہماری قوی سے قوی دوربین یا خردبین سے نظر آتی ہی اور نہ مشاہدہ اور نہ تجربہ کچھ کام دیتا ہی تو وہ "جوہر لطیف" جو دماغ کے غشای رقیق کے آڑ سے سینو میٹوگراف کے تماشہ کیطرح محسوس اور نامحسوس عالم کی سیر دکھاتا ہی کیونکر سمجھ مین آسکتا ہی اسی واسطے جب حضرت رسول خدا صلعم سے روح کے متعلق سوال کیا گیا تو حق تعالی نے آپ کو یہ جامع اور مانع جواب تعلیم فرمایا۔

يَسْئَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا۔ آپ سے روح کے متعلق پوچھتے ہین کہدیجیے کہ روح میرے رب کے امر سے ہی اور تمکو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہی۔

یہان یہ نکتہ جس سے "لاادریت" کا خمار اُتر جائے یاد رکھنا چاہیے۔ عام طور سے یہ خیال کیا جاتا ہی کہ آنحضرت صلعم نے روح کے متعلق کچھ بیان نہ فرمایا لیکن حقیقت یہ ہی کہ آپ نے سب کچھ فرما دیا۔ ذیل مین ہم چند لطائف درج کرتے ہین جو اس جواب خداوندی سے مترشح ہوتے ہین۔

یسئلونک عن الروح۔الآیہ کے لطائف

روح ایک "ربانی امر" ہی یعنی ایک راہ پر لگانیوالی پوشیدہ طاقت ہے جو محسوس مادی عالم کی انرجی کو مسخر کرکے اپنے کام مین لاتی ہی۔ یہ قوت اُس عالم سے تعلق رکھتی ہی جو اپنی اس عاملانہ خصوصیت کے لحاظ سے عالم امر کہلاتا ہی اور چونکہ محسوس مادی عالم یا "عالم خلق" کی کسی شئے مین یہ صفت پائی نہین جاتی اسلیے اسکو ایک جداگانہ نامحسوس عالم یا عالم غیب بھی کہتے ہین۔ یہ نہ سمجھو کہ یہ صرف مذہب کی اصطلاحین ہین بلکہ اوپر کے صفحات مین علمای یورپ کے اقوال پڑھو اور پھر دیکھو کہ سائنس ان امور کے متعلق کیا کہتا ہی۔

آیت شریف مین رَبِّی کی ضمیر متکلم ایک دقیق اشارہ ہی اس رمز کی طرف کہ روح کے وجود کا یقین صرف اس پوشیدہ تعلق پر جو عبد اور معبود کے درمیان قائم ہے صفائے باطن اور رجوع قلب کے ساتھ غور کرنے سے سمجھ مین آتا ہے اسی واسطے ضمیر متکلم کا استعمال ہوا ورنہ مِنْ أَمْرِ رَبِّی کے عوض مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ یا مِنْ أَمْرِ الرَّحْمٰن استعمال ہوتا لیکن اس ضمیر کی خصوصیت نے پردہ اُٹھا دیا۔

وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا چونکہ کفار قریش نے یہود مدینہ کے کہنے سے روح کی کیفیت آنحضرت صلعم سے دریافت کی تھی اسلیے عام طور سے یہ خیال ہو کہ عرب چونکہ ایک جاہل قوم تھی اسلیے انکو حقیقت روح نہین بتائی گئی لیکن حقیقت یہ ہو کہ عرب ہو یا عجم - یورپ ہو یا ایشیا - افریقہ ہو یا امریکہ - اوتیتم کی ضمیر سب آدمیون کی طرف راجع ہو - روح کی ماہیت نہ سوال کرنیوالے سمجھے تھے اور نہ اسکے زمانہ مین باوجود سائنس کی حیرت انگیز ترقیون کے کچھ سمجھے ہین - ہان اگر کچھ سمجھے ہین تو وہ لوگ جو "امر ربی" کے نکتہ کو ذوق سلیم سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہین ؎

کس ندانست کہ منزلگہ مقصود کجاست ۔۔۔ اینقدر ہست کہ بانگ جرسے می آید

بیشک منزل مقصود کا پتہ نہین لیکن مقصد حیات اُس آواز پر چلنا ہے جو مثل صلصلۃ الجرس[۱] پہلے وادی بطحا مین سنائی دی اور پھر تمام عالم مین گونج اُٹھی - قال اللہ عز وجل

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ - اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ -

کہدیجیے کہ زمین پر پھرو پس دیکھو کہ کسطرح خلق کی ابتدا ہوئی پھر اللہ اُٹھائیگا آخری اُٹھان بے شک اللہ سب چیزون پر قدرت رکھتا ہو

پھر ارشاد ہوتا ہو -

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ -

کیونکر اللہ سے انکار کروگے حالانکہ تم بیجان تھے پھر تمکو زندہ کیا پھر تمکو موت دیگا پھر تمکو زندہ کریگا پھر اُسی کی طرف تم لوٹ جاؤگے -

زمان ماضی کے ارتقا یعنی "نشاۃ الاولے" پر غور کرو آئندہ ارتقا یعنی "نشاۃ الاخرے" بھی سمجھ مین آجائیگا دیکھو مردہ مادہ کیونکر زندہ ہوگیا - اسی طرح موت کے بعد پھر زندہ ہوکر

[۱] صحیح بخاری مین حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہو کہ حارث ابن ہشام نے نزول وحی کے متعلق سوال کیا - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا احیانا یاتینی مثل صلصلۃ الجرس وھو اشد علی (کبھی گھنٹے کی جھنکار کی طرح وحی نازل ہوتی ہو اور وہ مجھپر نہایت سخت گذرتی ہو -

منزل مقصود تک پہونچتا ہے۔ لراقمہ۔

"خواب زندگی"

لوگ کہتے ہین کہ دنیا ہے فقط خواب و خیال
یہ خیال اس خواب مین کسطرح پیدا ہوگیا

سو رہے ہین - دیکھتے ہین خواب بیداری کا ہم
ارتقاے زندگی کا راز افشا ہوگیا

واہ کیا "خواب عناصر" کی ہے تعبیر آدمی
جسکے دم سے دہر تیرہ مین اجالا ہوگیا

روح جو سوتی تھی پتھر مین وہ یون جاگی ہے اب
جسنے دیکھا اک نظر محو تماشا ہوگیا

سچ ہے "خواب زندگی" "خواب عناصر" کی طرح
ہان مگر تعبیر دینے والا عنقا ہوگیا

مادیت کی ہے ظلمت چارسو چھائی ہوئی
چشمۂ خورشید ایمان آہ گندلا ہوگیا

ہمنے مانا مادہ فانی نہین لیکن یہ کیا
بعد مرنے کے ہمارا پاک قصہ ہوگیا

جسم کے ذرات تو باقی رہین ہم مر مٹین
موت کیا آئی ہمین - خون تمنا ہوگیا

موت کیا ہے ارتقا کے سلسلہ کی اک کڑی
مرکے اس منزل مین جینے کا سہارا ہوگیا

زندگی کیا ہے؟ فقط اک نردبان روح ہے
صورت نشو بشر سے آشکارا ہوگیا

خاک کے پتلے فنا ہوتا ترا ہے احتمال
دعوی قانون ہستی تجھ پہ اجرا ہوگیا

ہم یہان ہون یا وہان مٹنے کے اب ہرگز نہین
امر ربی کے کنایہ سے ہویدا ہوگیا

باب چہارم

حیات بعد الموت

میرے ایک دوست جنھین سائنس کے ساتھ خاص شغف ہو ایک دن مجھسے کہنے لگے کہ دنیا مین جسقدر حقائق دریافت ہوے ہین وہ سائنس کے ذریعہ سے ورنہ مذہب "واللہ اعلم" کے بیجا تحکم سے کسی مشکل مسئلہ کو حل نہونے دیتا اور انسان کو ہمیشہ جاہل رکھتا- مین نے کہا مذہب نے جن امور کو دریافت کیا ہو اُنپر انصاف کی نظر ڈالنے سے پہلے ذرا معلومات سائنس کی نوعیت پر تو غور کرو- سائنس کی تمام تحقیقات کا ملخص یہ ہو کہ چند قوانین ہین جنکے باقاعدہ نفاذ سے کائنات کا کارخانہ چل رہا ہو- نسل انسان کی طفولیت مین ان قوانین کا جزئی علم حاصل ہوا تھا اب کلیات کی شکل مین مرتب ہوکر سائنس کے نام سے مشہور ہوا ہو مثلاً انسان نے پہلے یہ دیکھا کہ آفتاب کبھی تو دیر مین نکلکر جلد غروب ہوجاتا ہو اور کبھی جلد نکلکر دیر تک رہتا ہو- چاند کبھی گھٹ جاتا ہو کبھی بڑھ جاتا ہو وغیرہ وغیرہ ان روزانہ مشاہدات پر غور کرنے اور اجرام سماوی کے متعلق اپنی معلومات مین وسعت دیتے اور پھر اُن معلومات کو کلیات کی شکل مین ترتیب دینے سے علم ہیئت مدوّن ہوا- یا مثلاً انسان کو پہلے یہ معلوم ہوا کہ لکڑی آگ سے جل اُٹھتی ہی- لوہا پانی مین زنگ کھا جاتا ہو- تر میوے عرصہ تک رکھ چھوڑنے سے سڑ جاتے ہین وغیرہ وغیرہ- ان مشاہدات مین جسقدر ترقی ہوتی گئی اسیقدر اشیا کے خواص- ترکیب اور تحلیل کا علم وسیع ہوتا گیا اور آخر ان معلومات کی باقاعدہ ترتیب سے کمسٹری (علم کیمیا) کی تدوین ہوئی- یہی حال سائنس کے بقیہ شعبون کا سمجھو- لیکن بااین وسعت معلومات سائنس ابتک یہ نہ سمجھا جاسکا اور نہ سمجھا سکتا ہو کہ ان قوانین کی اصلیت کیا ہو اور کیون نافذ ہین ؟ ہم اپنے اس

دعوے کے ثبوت مین اسپنسر کی مشہور کتاب "اصول اوّلیہ" سے ایک مثال پیش کرتے ہین
یہ مسلم ہی کہ کشش ثقل کا مسئلہ تحقیقات سائنس کا ایک بڑا کارنامہ ہی اور علمی دنیا نیوٹن کی
مرہون منت ہی جسنے یہ معرکۃ الآرا مسئلہ دریافت کیا۔ لیکن تھوڑی دیر کے واسطے اس مسئلہ کی تاریخ پر غور کرو
قدیم آریہ قومون کا یہ عقیدہ تھا کہ آفتاب ایک رتھ ہی جسپر اُنکا آسمانی دیوتا بیٹھکر سیر کرتا ہی ابھی
ابھی اس بحث کو چھوڑ دو کہ یہ عقیدہ فی نفسہ کیسا تھا بلکہ صرف یہ دیکھو کہ آفتاب کی ظاہری حرکت کی علت
سمجھنے کے واسطے اُس زمانہ کی فہم کے موافق قدما نے کیونکر ایک "محرک دیوتا" کا وجود تسلیم کیا۔ مدت دراز کے
بعد جب کیپلر نے یہ دریافت کیا کہ سیارے آفتاب کے گرد گردش کرتے ہین تو اُسکو یہ خیال پیدا ہوا کہ انکی
گردش کی کچھ علت ہونا چاہیے اسلیے اُسنے یہ رای قائم کی کہ ہر ایک جرم سماوی مین ایک "پوشیدہ روح" ہی
جسکی قوت سے گردش کا ظہور ہوتا ہی۔ اسطور سے ایک مادی مجسم دیوتا کا خیال تو باطل ہوگیا لیکن
اسکے عوض نفوس ملکی کا عقیدہ قائم ہوگیا۔ آخر مین جب نیوٹن نے اجرام سماوی کی حرکت کو ایک ہی
ہمہ گیر قانون کے دائرہ مین داخل کردیا تو نفوس ملکی معطل ہوگئے اور اُنکی جگہہ قانون کشش ثقل
نے لی۔ اسطور سے قدما کے محسوس مادی دیوتا پہلے نامحسوس نفوس کی شکل مین تبدیل ہوے
اور آخرکار ایک عسیر الخیال ہمہ گیر قانون کے پیرایہ مین ظاہر ہوے۔ کچھ شک نہین کہ قانون کے
دریافت ہوجانے سے اجرام سماوی ایک باقاعدہ نظام کے تحت مین داخل ہوگئے جسکو عقل سلیم
تسلیم کرتی ہی لیکن یہ مشکل حل نہوئی کہ اس قانون مین نافذ ہونے کی قوت کہان سے آئی اسلیے
نیوٹن نے کیپلر کے نفوس فلکی کی جگہہ ایتھر کو قائم کیا جسکی وساطت سے یہ قانون نافذ ہی لیکن پھر
یہ مشکل کہ خود ایتھر کیونکر اس قانون کو نافذ کرتا ہی حل نہین ہوتی۔

اس مثال سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ مذہب نے جس راز کو پہلے ہی دن ٹوٹے پھوٹے الفاظ مین افشا
کیا تھا سائنس نے اسی کو ایک عمر کی کاوش و کاہش مین سمجھایا بھی تو اس طرح کہ

معلوم شد کہ ہیچ معلوم نشد

سلہ اصول اولیہ صفحہ ۱۰۳ — یہ وہی اشکال ہی جسکو ہمنے باب دوم مین مذہب اور سائنس کے فلسفہ کا اصل اختلاف سمجھاتے ہوے حل کیا تھا
حقیقت مین "مدتا قون" اور "قیمتن" دو جداگانہ تصور ہین۔ ایک کی بنیاد تصور شئی پر ہی اور دوسرے کی تصور ذات پر ۱۲

لیکن مذہب کے اُن طفلانہ بھولے بھالے افسانوں اور ٹوٹے پھوٹے ابتدائی الفاظ کا اعجاز دیکھو کو دور آخر میں انکی حقیقت ایک اُمی ؐ (روحی فداہ) کی زبان پاک سے کس فصیح و بلیغ پیرایہ میں ادا ہوئی ہو - ارشاد ہوتا ہو -

الشمس والقمر بحسبان و النجم والشجر یسجدان — سورج اور چاند حساب سے ہین اور تارے اور درخت سجدہ کرتے ہین

شمس و قمر نجم و شجر کی کچھ تخصیص نہین تمام کائنات کا یہی حال ہی

وان من شیٔ الا یسبح بحمدہ ولکن — اور کوئی شئے ایسی نہین جو اُسکی تسبیح و تحمید نہ کرتی ہو

لا تفقھون تسبیحھم - — لیکن تم اُنکی تسبیح کو سمجھتے نہین ہو -

یہ تسبیح اور تحمید کیا ہی ؟ انقیاد - یعنی ایک زبردست مقنن کی ہمہ گیر قانون کی پابندی مین سر جھکا دینا - اس انقیاد کا جلوہ ان تمام پوشیدہ قوتون مین جنکے واسطے سائنس نے اپنی اصطلاحین مثلاً میل مرکزی - کشش اتصال - اتحاد کیمیاوی وغیرہ وغیرہ ایجاد کی ہین نظر آتا ہی - اسی انقیاد کا رنگ ان تمام قوانین کائنات مین جنکا علم انسان کو سائنس کے ذریعہ سے ہوتا جاتا ہی صاف جھلک رہا ہی مگر تعجب ہی کہ سائنس کے گروہ "معتقدین" کو نظر نہین آتا

صدق اللہ العلی العظیم حیث قال -

لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور - — آنکھیں اندھی نہین ہوتین مگر دل جو سینون مین ہین اندھے ہو جاتے ہین

موازنہ معلومات سائنس و مذہب

حقیقت یہ ہی کہ سائنس کے روز افزون معلومات صرف اسیقدر سمجھاتے ہین کہ کائنات کا کارخانہ کسطرح چل رہا ہی - اسکے سمجھنے کے واسطے آج ایک تھیوری قائم ہوتی ہی - کل دوسری - پرسون تیسری - اسیطرح انسان کے معلومات ترقی کرتے جاتے ہین - لیکن یہ تمام انکشافات اُن معلومات کے سامنے جنکو خاص مذہب نے سمجھایا ہی سطحی معلوم ہوتے ہین

وہ معلومات کیا ہین ؟ وہ یہ ہین کہ یہ کارخانہ عبث نہین ہی اور اسیلیے ہم بھی جو اس کارخانہ کے ایک جزء ہین نہ عبث پیدا ہوے نہ عبث مرتے ہین -

ما خلقنا السموات والارض وما بینھما — ہمنے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان دونو کے بیچ مین ہے نہین پیدا کیے

الا بالحق واجل مسمّیٰ — مگر حق کے ساتھ اور ایک ٹھہری ہوئی مدت تک

افحسبتم انما خلقناکم عبثا و — کیا تم نے یہ سمجھا ہی کہ ہمنے تمکو عبث پیدا کیا ہی اور یہ کہ تم ہماری

انکم الینا لاترجعون — طرف لوٹ کر نہ آؤگے -

کچھ شک نہین کہ حیات بعد الموت کا مسئلہ انسان کے واسطے ایک مہتم بالشان امر ہی کیونکہ اس تحقیق کے درپے ہونا کہ کائنات کا کارخانہ کسطرح چل رہا ہی صرف ہمارے موجودہ زندگی تک مفید ہوسکتا ہی لیکن یہ معلوم کرنا کہ یہ کارخانہ کیون چل رہا ہی اور ہمکو کیا کرنا ہی حقیقۃً ایسا ہی جسپر ہماری زندگی اور موت کا انحصار ہی اور یہی مذہب کا اصلی کارنامہ ہی -

اس تقریر کا یہ منشا نہین ہی کہ سائنس کے معلومات جو درحقیقت رافع اوہام ہین اور سچے مذہب کے مؤید حقیر اور عبث ہین بلکہ مقصود یہ ہی کہ جن مدعیون نے اپنے محدود علم کے زعم مین یہ سمجھ رکھا ہی کہ

زعم الذین کفروا ان لن یبعثوا قل بلیٰ و ربی — کافرون کا یہ گمان ہی کہ مرنیکے بعد پھر زندہ نہونگے کہدیجیے

لتبعثن ثم لتنبئن بما عملتم و ذلک — کیون نہین قسم ہی میرے رب کی کہ تم ضرور زندہ کیے جاؤگے پھر تمکو

علی اللہ یسیر (سورۂ تغابن) — تمھارے اعمال جتلائے جائینگے اور ایسا کرنا اللہ پر آسان ہی -

وہ اپنی غلطی پر متنبہ ہوجائین کیونکہ ارتقای گذشتہ پر ایمان لانا مگر ارتقای آیندہ یعنی معاد سے منکر ہونا تعلیمات سائنس کی تکذیب کرنا ہی جسکی وجہ سوای اسکے اور کوئی نہین جسکو عطار نے "شترمرغ" کی لطیف تمثیل مین ادا کیا ہی - نفس کی حیلہ جوئی کے متعلق شیخ موصوف فرماتے ہین -

چون شترمرغے بدان این نفس را — نے کشد بار و نہ پرّد بر ہوا

گر بہ پر گوئیش گوید اشترم — ور نہی بارش بگوید طائرم

یہی حال سائنس کے گروہ معتقدین کا ہی - طبائع جب یہ رنگ اختیار کرلیتے ہین تو قبول حق سے بمراحل دور ہوجاتے ہین - نعوذ باللہ من شرور انفسنا -

معاد کے یقین کے واسطے دو بڑے مرحلے پیش آتے ہین -

۱؎ دیکھو باب دوم "آیندہ ارتقا" کی سرخی ۱۲

پہلا مرحلہ - روح کے وجود کا اثبات ہے اسلیئے ہمنے گذشتہ باب "معمای حیات" مین پہلے اسی بحث پر قلم اُٹھایا تھا -

دوسرا مرحلہ - موت کے بعد روح کا باقی رہنا اور پھر جزا و سزا اور ثواب و عقاب کا معاملہ پیش آنا

اس مرحلہ کے طے کرنے کے واسطے سب سے پہلے اس تمہید کو ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ دنیا مین کوئی قوم کسی زمانہ مین ایسی نہین گذری جنمین موت کے بعد کسی نہ کسی طور پر انسان کے باقی رہنے کا یقین عام طور سے نہ پایا جائے - ابھی اس بحث کو چھوڑ دو کہ اس یقین کی مختلف صورتون کی بنا محض توہم یا تخیل پر تھی یا کچھ حقیقت کا شائبہ بھی تھا - دیکھنا صرف یہ ہے کہ کسطرح یہ یقین اپنے ہمہ گیر اثر سے گویا انسان کی فطرت مین داخل نظر آتا ہے - اس دعوے کے ثبوت مین ہم گذشتہ اور موجودہ قومون کے عقائد کو انھین کی مقدس کتابون سے اخذ کر کے مجملاً بیان کرتے ہین -

۱ - مصریون کے عقائد

ماخذ - محققین علم الآثار کی رائے مین وادی نیل کے باشندے دنیا کی سب سے قدیم قوم ہین جنکے حالات سن عیسوی سے سات آٹھ ہزار برس قبل کے حسب ذیل معتبر ذرائع سے معلوم ہوتے ہین -

(۱) مصر کے قدیم شاہی خاندان پنجم و ششم کے مقابر یعنی اہرام کے کتبے جنمین حالات مابعد الموت منقوش ہین -

(۲) کتاب الموتی یہ ایک مجموعہ ہے اُن متفرق دعاؤن اور تعویذون کا جو متفرق طور پر مستشرقین یورپ کو مدفون شہرون اور معبدون سے دستیاب ہوا - ۱۸۴۲ء مین لپ سیئوس نے اسکو ایک کتاب کی صورت مین شائع کیا -

(۳) اٹھارویں اور بیسویں خاندان شاہان تھبس کے مقابر کی منقش تصویرین -

(۴) رومی مورخ پلوٹارک کی کتاب متعلق حالات اُسائرس و آئیس جو مصریون کے مشہور دیوتا تھے

عقائد - مصریون کے عقیدہ مین انسان تین چیزون سے مرکب ہے -

(۴)

(۱) خط یعنی جسم خاکی جو موت کے بعد فنا ہو جاتا ہے

(۲) خا یعنی موکل جسم یا ہمزاد جو موت کے بعد قبر مین زندہ رہتا ہے اسلیے مردہ کے ساتھ ضروری اشیای خوردنی وغیرہ قبر مین رکھ دیتے تھے تاکہ خا اُسسے متمتع ہوسکے مگر رفتہ رفتہ ان اشیاء کے عوض صرف اُنکی تصویرین قبر مین رکھ دیتے تھے کیونکہ مصریون کے عقیدہ مین ہر شئی کا ایک خا یعنی موکل ہوتا ہے اسلیے جسم انسان کا موکل اشیا کے موکلون کو اپنا تابع کرکے متمتع ہو سکتا ہے۔

(۳) خو جسکے معنی چمکنے والی۔ اس سے مراد نفس ناطقہ ہے جو خا پر حاکم ہے اور اُس سے خدمت لیتا ہے

یہ اصطلاحات قدیم تھے لیکن جب سے "رخمی" یعنی لاشون کو آلائش سے پاک کرکے ایک خاص ترکیب سے چند ادویہ کے ذریعہ سے محفوظ رکھنے کی رسم جاری ہوئی ہے تو روح کو با یعنی ایک فرضی چڑیا کی شکل مین جسکا سر آدمی کی سر کی طرح ہوتا ہے ظاہر کرنے لگے کیونکہ مصر کے قبرستانون مین چھوٹے چھوٹے سفید اُلو اپنا گھونسلا بناتے تھے اور قبرون پر منڈلاتے پھرتے تھے اسلیے مصریون نے روح کو انہین چڑیون کی شکل کا مشابہ جانور تصور کیا۔ ان خیالات کی بنا پر مصری تین خاص عقیدونکے پابند تھے۔

عقیدۂ اول۔ سب سے قدیم عقیدہ یہ تھا کہ مرنے کے بعد صرف جسم خاک مین ملجاتا ہے لیکن با یعنی روح کو نوت (ارواح کی دیوی) کھلاتی پلاتی رہتی ہے۔ مصریون مین اُسوقت تک جزا و سزا کا خیال نہین پیدا ہوا تھا اسلیے با یعنی روح کی آرام اور تکلیف کا انحصار مُردے کے ورثا پر تھا جو قبر مین اشیای خوردنی اور لوازم زندگی کا اہتمام خاص طور سے کرتے تھے اور تیوہارون مین مردہ کے نام پر صدقہ دیتے تھے۔

عقیدۂ دوم رفتہ رفتہ جزا و سزا کا خیال بھی پیدا ہوا اور اُسائرس دیوتا کی آسمانی بادشاہت کا عقیدہ قائم ہوا۔ مرنے کے بعد ہر شخص کی روح کو انوبس دیوتا جسکا مظہر شغال ہے مُردون کے بادشاہ اسائرس کے سامنے جسکے گرد بیالیس دیوتا سچائی کے دیوان خاص مین ہراجمائے کھڑے ہوتے ہین پیش کرتا ہے اور ایک ترازو لاکر مردہ کے اعمال تولتا ہے۔ سچائی کا دیوتا

توث میزان عدل کے پاس کھڑا ہوکر نتیجہ لکھتا جاتا ہی۔ آخر مین اگر نیکیون کا پلہ بھاری نکلا اور بیان[22] کبیرہ گناہون کے ارتکاب سے روح محفوظ رہی ہی تو اسائرس کی بادشاہت مین داخل ہونے کا فرمان ملجاتا ہی۔ یہ بادشاہت آسمانی تھی جہان نیل فلک (کہکشان) بہتا ہی۔ نیکیون کی ارواح یہان پہنچکر عالو (مقام اعلیٰ) کے زرخیز کھیتون کی پیداوار پر عیش و عشرت سے بسر کرتے ہین۔ باغون مین ہرے بھرے درختون کے سایہ مین دعوتین کھاتے اور کھلاتے ہین اور نور کی کشتیون مین سوار ہوکر دریای اخضر فلک کی سیر کرتے ہین۔ غرض کہ جو سامان عیش دنیا مین محنت اور مشقت کے ساتھ مہیا ہوتے تھے وہ یہان بے غل و غش حاصل ہین۔ اب بدون کی ارواح کا حشر سنو جسوقت بدی کا پلہ بھاری نکلا چند قسم کی سزائین ملتی تھین یا تو فوراً روح کو زمین کے نیچے ایک تیرہ و تار غار عمیق مین پھینک دیتے تھے جہان اپی یا ئی (اژدہا) روح کو اپنے شکنجے مین کسکر عذاب دیتا تھا یا روح کو اسکے گناہون کے پاداش مین کسی جانور کی شکل مین مسخ کرکے دنیا مین پھینک دیتے تھے اور جسقدر زائد گناہ ہوتے تھے اُسیقدر مختلف جانورون کے قالب بدلنا ہوتے تھے یہان تک کہ جب سب گناہون سے پاک ہوگیا تو پھر قالب الثانی عطا ہوتا تھا اور آسمانی بادشاہت مین شامل کرلیا جاتا تھا۔ عقیدۂ سوم "را" ایک دیوتا ہی جو آفتاب کی کشتی مین سوار ہوکر رات کو ایک تیرہ و تار تحتانی عالم مین بلاؤن اور بھوتون پر فتح پاکر صبح کو پھر آسمان پر چلتا ہی۔ اسلیے مرنیکے بعد روح کو اس تیرہ و تار عالم کے ہولناک خطرون سے نجات پانے کے واسطے یہ ضروری ہی کہ را دیوتا کی کشتی مین جگہ ملجائے یا اپنی کشتی را کی کشتی کے ساتھ لیجائے اسواسطے مردہ کی قبر مین ایک چھوٹی سی کشتی مع ملاحون کے مجسمے اور چند تعویذ جنکی برکت سے بلاؤن اور بھوتون سے کچھ گزند نہ پہونچے رکھدیتے تھے۔ اس عقیدہ کی روسے ارواح کی بہشت بس یہی تھی کہ دیوتاؤن کی معیت حاصل ہوجائے لیکن رفتہ رفتہ یہ عقیدہ عقیدۂ دوم کا ایک جزو ہوگیا۔ را کی جگہ اسائرس نے لے لی۔ اب بالعموم تو وہی اسائرس کی بادشاہت کا عقیدہ قائم رہا لیکن خواص نے اسائرس کی معیت یا اُسکی نورانی ذات مین فنا ہوجانا فوز عظیم تصور کیا۔[1]

[1] ماخوذ از "مذہب مصریان" صفحات ۷ لغایت ۱۵ مصنفہ فلنڈرس پیٹری ۱۲

۲۔ ہنود کے عقائد

ہنود کی سب سے قدیم مقدس کتابیں وید ہیں۔ رگ وید میں لکھا ہی کہ یم مُردوں کا راجہ ہی جسکا باپ ودسوت (آسمان) اور ماں سرینو (صبح) ہی ذیل میں ہم ایک بھجن کا ترجمہ درج کرتے ہیں جسمیں معاد کی کیفیت بیان کی گئی ہی۔ یہ بھجن سوم دیوتا کی شان میں ہی۔

ای بہتے ہوئے سوم مجھے اس غیر فانی اور لازوال مقام میں لیچل جہاں نورانی جلوہ ہی اور جو بہشت میں ہی اے سوم اندر دیوتا کے واسطے رواں ہو۔

مجھے وہاں لے چل جہاں یم کا راج ہی۔ جہاں بہشت کے دروازے ہیں اور جہاں بڑے بڑے دریا بہتے ہیں مجھے وہاں لیچل اور بقای دوام عطا کر۔ ای سوم اندر دیوتا کے واسطے رواں ہو۔

مجھے وہاں لیچل جہاں تیسری بہشت ہی جہاں آسمان کے اوپر تیسرا عالم نور ہی اور جہاں اپنی مرضی کے موافق انسان سیر کرسکتا ہی وہاں مجھے لیچل اور بقای دوام عطا کر۔ ای سوم .... الخ

مجھے وہاں لیچل جہاں ہر ایک خواہش پوری ہوتی ہی۔ جہاں پرادہم کا مقام ہے جہاں کھانا پینا اور چین ہے مجھے وہاں لیچل .... الخ

مجھے وہاں لیچل جہاں تعیش مسرت اور سرور ہے۔ جہاں قلب مضطرب کی ہر ایک تمنا برآتی ہی مجھے وہاں لیچل اور بقاے دوام ..... الخ (منڈل یازدہم ۱۱۳)

یہ عقیدہ ہندوستان کے قدیم بسنیوں کا تھا لیکن رفتہ رفتہ جب وید کی سیدھی سادھی تعلیم پر فلسفیانہ نکتہ سنجیوں کا رنگ چڑھ گیا تو آواگون (تناسخ) کا عقیدہ جسکا رگ وید میں کہیں ذکر نہیں عام طور سے پھیل گیا۔ یہ عقیدہ اپنشد میں نہایت آب وتاب سے بیان کیا گیا ہی ذیل میں ہم چند مقامات کا ترجمہ درج کرتے ہیں

(۱) راجہ چترا گنگا بینی اداکالدا اسکے بیٹے سے مخاطب ہو کر کہتا ہی۔

مردوں کی روحیں چندرما دیوتا (چاند) میں پہونچتی ہیں جہاں کے یہ دیوتا پھر انہیں ایسر کرتا ہی

ا؎ سوم ایک درخت کا عرق ہی جس سے شراب بنتی ہی ۱۲ ۲؎ دیکھو مسٹر دت کی کتاب ہندوستان قدیم صفحہ ۲۱۰

۲- ہنود کے عقائد

ہنود کی سب سے قدیم مقدس کتابین وید ہین۔ رگ وید مین لکھا ہی کہ یم مُردون کا راجہ ہی جسکا باپ ودسوت (آسمان) اور مان سَرینو (صبح) ہی ذیل مین ہم ایک بھجن کا ترجمہ درج کرتے ہین جسمین معاد کی کیفیت بیان کی گئی ہی۔ یہ بھجن سوم[۱] دیوتا کی شان مین ہی۔

آی بہتے ہوم سوم مجھے اس غیر فانی اور لازوال مقام مین لیچل جہان نورانی جلوہ ہی اور جو بہشت مین ہی اے سوم اندر دیوتا کے واسطے روان ہو۔

مجھے وہان لے چل جہان یم کا راج ہی۔ جہان بہشت کے دروازے ہین اور جہان بڑے بڑے دریا بہتے ہین مجھے وہان لیچل اور بقای دوام عطا کر۔ ای سوم اندر دیوتا کے واسطے روان ہو۔

مجھے وہان لیچل جہان تیسری بہشت ہی جہان اس آسمان سے اوپر تیسرا عالم نور ہی اور جہان اپنی مرضی کے موافق انسان سیر کرسکتا ہی وہان مجھے لیچل اور بقای دوام عطا کر۔ ای سوم ..... الخ

مجھے وہان لیچل جہان ہر ایک خواہش پوری ہوتی ہی۔ جہان پِراوہم کا مقام ہے جہان کھانا پینا اور چین ہے مجھے وہان لیچل ..... الخ

مجھے وہان لیچل جہان تعیش مسرت اور سرور ہے۔ جہان قلب مضطرب کی ہر ایک تمنا برآتی ہی مجھے وہان لیچل اور بقاے دوام ..... الخ (منڈل یازدہم ۱۱۳)

یہ عقیدہ ہندوستان کے قدیم رشیون کا تھا لیکن رفتہ رفتہ جب وید کی سیدھی سادھی تعلیم پر فلسفیانہ نکتہ سنجیون کا رنگ چڑھگیا تو آواگون (تناسخ) کا عقیدہ جسکا رگ وید مین کہین ذکر نہین عام طور سے پھیل گیا۔ یہ عقیدہ اپنشد مین نہایت آب وتاب سے بیان کیا گیا ہی ذیل مین ہم چند مقامات کا ترجمہ درج کرتے ہین

(۱) راجہ چترا گنگاینی اوداکالا[۲] اسکے بیٹے سے مخاطب ہوکر کہتا ہی۔

مردون کی ارواح مین چندرما دیوتا (چاند) مین پہونچتی ہین جہان کہ یہ دیوتا پھر انھین واپس کرتا ہو

[۱] سوم ایک درخت کا عرق ہی جس سے شراب بنتی ہی ۱۲ [۲] دیکھو مسٹر دت کی کتاب ہندوستان قدیم صفحہ ۲۱۰-

۲- ہنود کے عقائد

ہنود کی سب سے قدیم مقدس کتابیں وید ہیں۔ رگ وید میں لکھا ہے کہ یم مردوں کا راجہ ہے جسکا باپ ودسوت (آسمان) اور ماں سرنیو (صبح) ہے ذیل میں ہم ایک بھجن کا ترجمہ درج کرتے ہیں جسمیں معاد کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ یہ بھجن سوم دیوتا[۱] کی شان میں ہے۔

اے بہتے ہوئے سوم مجھے اس غیر فانی اور لازوال مقام میں لیچل جہاں نورانی جلوہ ہے اور بہشت میں ہے اے سوم اندر دیوتا کے واسطے رواں ہو۔

مجھے وہاں لیچل جہاں یم کا راج ہے۔ جہاں بہشت کے دروازے ہیں اور جہاں بڑے بڑے دریا بہتے ہیں مجھے وہاں لیچل اور بقای دوام عطا کر۔ اے سوم اندر دیوتا کے واسطے رواں ہو۔

مجھے وہاں لیچل جہاں تیسری بہشت ہے جہاں آسمان کے اوپر تیسرا عالم نور ہے اور جہاں اپنی مرضی کے موافق انسان سیر کرسکتا ہے وہاں مجھے لیچل اور بقای دوام عطا کر۔ اے سوم ..... الخ

مجھے وہاں لیچل جہاں ہر ایک خواہش پوری ہوتی ہے۔ جہاں پرماتما کا مقام ہے جہاں کھانا پینا اور چین ہے مجھے وہاں لیچل ..... الخ

مجھے وہاں لیچل جہاں تعیش مسرت اور سرور ہے۔ جہاں قلب مضطرب کی ہر ایک تمنا بر آتی ہے مجھے وہاں لیچل اور بقاے دوام ..... الخ (منڈل یازدہم ۱۱۳)

یہ عقیدہ ہندوستان کے قدیم رشیوں کا تھا لیکن رفتہ رفتہ جب وید کی سیدھی سادھی تعلیم پر فلسفیانہ نکتہ سنجیوں کا رنگ چڑھگیا تو آواگون (تناسخ) کا عقیدہ ہے جسکا رگ وید میں کہیں ذکر نہیں[۲] عام طور سے پھیل گیا۔ یہ عقیدہ اپنشد میں نہایت آب وتاب سے بیان کیا گیا ہے ذیل میں ہم چند مقامات کا ترجمہ درج کرتے ہیں

(۱) راجہ چترا گنگا یینی اور اکالا اسکے بیٹے سے مخاطب ہوکر کہتا ہے۔

مردوں کی روحیں چندرما دیوتا (چاند) میں پہونچتی ہیں جہاں سے یہ دیوتا پھر انہیں واپس کرتا ہے

[۱] سوم ایک درخت کا عرق ہے جس سے شراب بنتی ہے ۱۲ [۲] دیکھو مسٹر دت کی کتاب ہندوستان قدیم صفحہ ۲۱۰۔

اب جیسے جسکے اعمال ہین اُسی کے مطابق کیڑا مکوڑا یا مچھلی یا چڑیا یا شیر یا سور یا سانپ یا چیتا یا آدمی یا کچھ اور شکل مین مسخ ہوجاتا ہی۔

پاک ارواح پہلے اگنی کے عالم مین پھر وایو پھر ورونا پھر پراجیپتی پھر برہمان کے عالمون مین پہونچتی ہی۔ اس عالم مین حوض آرا۔ کوہ یشتنہا۔ دریای دجارا۔ شجرالیا۔ شہر سالجیا۔ ایوان اپراجتا موجود ہین۔ اندرا اور پراجپتی دیوتا محافظ ہین اور برہمان تخت سلطنت پہ جلوہ افروز ہین جنکے حضور مین ارواح حاضر ہوتی ہین۔ (باب اول کوشتاکی)

(۲) راجہ جے بلی اسی اُدالکا کے بیٹے سے کہتا ہی

مردون کی روحین چاند مین رہتی ہین پھر وہان سے واپس ہوتی ہین اور قطرۂ باران بنکر برستی ہین۔ پھر چاول یا کوئی اور غلہ یا جھاڑی یا درخت یا کوئی اور قسم کا تخم بن جاتی ہین۔ اس درجہ پر پہونچکر جن روحون کے اعمال نیک تھے وہ تو برہمن یا چھتری یا ویش کے گھر مین غذا کے ذریعہ سے دوسرا جنم لیتے ہین لیکن جنکے اعمال بُرے تھے وہ کتے یا سور یا چنڈال کا جنم لیتے ہین (چہندوگیا باب پنجم ۱۰)

(۳) تناسخ کو صوفیانہ رنگ مین اسطرح بیان کرتے ہین۔ برہدارنیکا باب چہارم ۴ مین لکھا ہے کہ جسطرح ایک سُنار سونے کے ٹکڑے کو ڈھالکر ایک عمدہ شکل کا زیور بنا دیتا ہی اسیطرح روح اس جسم کو چھوڑکر اور جہالت کی آلایش سے پاک ہوکر ایک دوسرے عمدہ قالب مین جنم لیتی ہی۔ یہ تو اُس شخص کا حال ہی جسمین خودی باقی ہی لیکن جب خودی دور ہوگئی اور صفای کامل حاصل ہوگئی تو اسکی روح کو کسی دوسرے قالب کے بدلنے کی ضرورت نہین ہی وہ سیدھا برہمان مین ملجاتا ہی اور جسطرح سانپ کی کینچل بل مین اُتری پڑی رہتی ہی اسیطرح جسم بھی علحدہ ہوجاتا ہی لیکن وہ غیر مادی اور غیر فانی روح برہمان ہی اور محض نور ہے۔

جسکو یہ علم حاصل ہوگیا اور نفس پر قابو پاگیا وہ اپنی ہستی کو ہستی مطلق مین دیکھتا ہی جہان من وتو کی گنجایش نہین ہی۔ اب بدی کا اسپر زور نہین چلتا۔ بدی پر اُسکو فتح حاصل ہوگئی بدی اسکو جلا نہین سکتی وہ خود بدی کو جلا دیتا ہی۔ بدی سے نجات پاکر بے داغ اور شک سے

پاک ہو کر وہ سچا برہمان ہو جاتا ہے۔

انتباہ۔ عام خیال ہے کہ ہنود میں فلسفہ سانکیا کا موجد کپلا اور مذہب بودھ کا بانی گوتم وجود روح کے منکر ہیں اور اسلیے معاد کے بھی قائل نہیں ہیں لیکن یہ غلط فہمی ہے۔ ذیل میں ہم کپلا کی تعلیم کا ملخص سانکیا کریکا سے اخذ کرکے درج کرتے ہیں۔

آتمان یعنی روح

کپلا جو سن عیسوی سے سات آٹھ سو برس قبل یعنی گوتم بودھ سے ایک یا دو صدی پیشتر گذرا ہے مادہ اور روح دونوں کو قدیم اور ازلی مانتا ہے۔ مادہ یعنی پراکرتے مسبب الاسباب ہے جس سے عقل و ادراک اور حواس ظاہر و باطن اور تمام محسوسات کا عالم وجود میں آیا۔ روح یعنی آتمان مجرد عن المادہ ہے مگر فعل اور انفعال سے بالکلیہ بری ہے لیکن چونکہ دنیا میں پراکرتے (مادہ) کے ساتھ مقیم ہے اسلیے انسان کے مرنے کے بعد جب اس جسم خاکی سے علیحدہ ہو گئی تو اپنے ہمراہ ایک دوسرا لطیف جسم لنگا سریر جو اعمال خیر یا شر کا مظہر ہے لیجاتی ہے۔ اب اگر نیکی کا عنصر غالب ہے تو لنگا سریر آٹھ علوی عالم میں جنکی صفت ستو (نور) ہے درجہ بدرجہ صعود کرتا رہتا ہے لیکن اگر بدی کا عنصر غالب ہے تو بطور تنزل پانچ سفلی عالم میں جنکی صفت تمس (ظلمت) ہے مبتلای ہبوط ہو جاتا ہے۔ پانچ سفلی عالم یہ ہیں جانوران اہلی۔ جانوران صحرائی۔ طیور۔ حشرات الارض وغیرہ۔ نباتات اور جمادات اسطور سے پراکرتی پہلے جسم خاکی پھر لنگا سریر کے کرشموں کا تماشہ دکھاتے دکھاتے آخر تھک جاتا ہے۔ آتمان (روح) پر جب رقص ہستی کی پوری حقیقت روشن ہو گئی تو پراکرتی (مادہ) کی رفاقت سے نجات حاصل ہو جاتی ہے بالفاظ دیگر نجات کامل کا انحصار علم حقیقی پر ہے۔ (سانکاریکا ترجمہ مسٹر ڈیوس ۵۹ لغایت ۶۸)

مذہب بودھ کا نروان

سن عیسوی سے چھ سو برس پیشتر ہندوستان میں عقلای ہند کا مذہب محض رسم ورواج کا مجموعہ رہگیا تھا۔ برہمنوں کے مذہبی استبداد کے سامنے قدیم رشیوں کی روحانی تعلیمات سلب ہو گئی تھیں اور اپنشد کی فلسفیانہ نکتہ سنجیان محض لفظی نزاع اور سخن پروری کے وقف ہو گئیں۔ ۳۳ کرور دیوتاؤں کی پرستش اور روحوں کے آواگون کے چکر نے دماغوں کو

منتقل کردیا تھا - چاترورنون کا وجود اگرچہ تقسیم عمل کے رو سے مادی ترقی کو مفید ہوا لیکن ساتھ ہی اخلاقی اور روحانی موت کا ایک خوفناک آلہ ثابت ہوا اور ملک کی آبادی کا بہت بڑا حصہ شودر کے ذلیل نام سے منسوب ہوکر نجات سے محروم کردیا گیا - ایسی جہالت کے زمانہ مین سرزمین ہند کا لقمان یعنی گوتم بودھ نے ادنے اور اعلے سب پر سچی دینی تعلیم کے ذریعہ سے نجات ابدی کا دروازہ کھولدیا - گوتم کی تعلیم کا ملخص یہ ہے کہ حیات مایۂ آلام ہے اور تمنای حیات جسکی بناء لذات جسمانی پر ہے مصائب کا پیش خیمہ ہے - اسلیے اس تمنا کا خون ہو جانا دراصل مصائب کا خاتمہ کردینا ہے لیکن یہ طریق سخت دشوار ہے اسلیے انسان کو چاہیے کہ اعمال ہشتگانہ کے ذریعہ سے اس منزل کو طے کرے وہ اعمال یہ ہین

درستی ایمان	خلوص نیت	حق گوئی	راست روی
اکل حلال	صدق طلب	تصفیۂ باطن	استغراق کامل

(مہاوگا باب اول ۶)

ان اعمال کی ممارست اور حقیقت حیات پر غور و تعمق سے قلب مین ایک خاص کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جسکو نروان کہتے ہین - گوتم اسکی تشریح یون کرتا ہے

جنھون نے راہ سلوک طے کرلی انکی مصیبت کا خاتمہ ہو گیا - غم و الم سے چھوٹ گئے اور ہر قسم کی بیڑیان کٹ گئین وہ جمعیت خاطر کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوتے ہین - قیدیات انکے واسطے سوہان روح تھی - وہ علائق سے یون جدا ہوتی ہین جیسے راج ہنس جھیل سے اُڑ جاتے ہین - (دہم پد ۹۰ و ۹۱)

بودھ کے عقیدہ مین نروان اس زندگی مین حاصل ہو سکتا ہے - یہی انسان کا منتہای کمال ہے اور یہی اسکی بہشت ہے - ایسا نفس جو فنا کے درجہ پر پہونچ گیا پھر کبھی آواگون کے پھندے مین پھنس نہین سکتا - گوتم کا یہ نروان اُن لوگون کو جو دیوتاؤن کی شاہد بازیان اور جسمانی لذات کے افسانے مزے لے لے کر سنتے تھے کچھ زائد دلفریب نہ معلوم ہوا اسلیے اُنھون نے گوتم سے بار بار پوچھنا شروع کیا کہ دنیا مین جن لوگون کو یہ مرتبہ حاصل ہو گیا اُنکی کیفیت مرنیکے بعد کیا ہوگی - گوتم نے جو جواب ان سائلون کو دیا وہ سننے کے قابل ہے - کہتا ہے

مکالمہ گوتم و ملوکیاپت

ملوکیاپت۔ مہاتما مجھے صاف صاف بتادے کہ "بودھ کامل" مرنیکے بعد زندہ رہتا ہے یا نہیں۔

گوتم۔ اے شخص کیا میں نے تجھ سے کہا تھا کہ تو میرا چیلہ بن جا اور میں تجھسے فنا اور بقاے عالم کا راز کہدونگا۔

ملوکیاپت۔ ایسا تو نہیں ہے۔

گوتم۔ پھر تو مجھ سے ایسا سوال نکر لیکن یہ یاد رکھ کہ اگر کوئی شخص زہر آلود تیر سے زخمی ہو جائے اور وہ طبیب سے یون کہے کہ علاج زخم سے پہلے مجھے یہ بتادے کہ مجھے کس نے زخمی کیا تھا آیا وہ برہمن تھا یا چھتری یا ویش یا شدر۔ انصاف سے بتا کہ ایسے شخص کا کیا انجام ہوگا۔ بیشک وہ ایسے مہلک زخم سے مرجائیگا۔ بس یہی حال اُس آدمی کا ہے جو نفس کا تزکیہ اسوجہ سے نہیں چاہتا کہ اُسکو معلوم نہیں کہ مرنیکے بعد کیا ہوگا۔ اسلیے اے شخص جس مسئلہ میں مین سکوت اختیار کرون اسکے متعلق چون و چرا نکر بلکہ جو کچھ مین نے تعلیم دی ہے اسکی منادی کرتے رہنا۔

گوتم کی مشہور مریدہ کھیما کا لطیفہ

کوسل کا راجہ ایک سفر مین کھیما سے ملا اور کہنے لگا۔

راجہ۔ اے مقدس دانشمند مجھے بتادے کہ بودھ مرنے کے بعد کیا زندہ ہے ؟

کھیما۔ اس صاحب کمال نے اس امر کا اظہار نہین کیا۔

راجہ۔ تو کیا بودھ مرنے کے بعد زندہ نہین ہے ؟

کھیما۔ (متانت سے) اس صاحب کمال نے یہ بھی نہین بتایا کہ وہ مرنے کے بعد زندہ نہین ہے[1]

[1] گوتم کی تعلیمات کا مجموعہ تین دفتر میں ہے جنکو پٹاک کہتے ہین۔ راجا اشوک کے حکم سے ۲۴۲ برس قبل مسیح پٹنہ کی کونسل مین جمع کیے گئے۔ یہ دونون مکالمے دفتر اول یعنی "سُت پٹاک" سے ترجمہ کیے ہین جو "مجہم نکائے" اور "سمیوت نکائے" وغیرہا حصص مین منقسم ہے۔ مذہب بودھ کے پیرو اب وجود روح کے منکر ہین مگر یہ وہی صورت ہے جیسے عیسائیون مین تثلیث کے عقیدہ کا یقین حالانکہ حضرت عیسٰے نے اس فاسد عقیدہ کی تعلیم نہین دی تھی ۱۲

گوتم کے بعد اُسکے پیرو چونکہ تناسخ کی آب و ہوا مین پلے تھے اسلیے اس عقیدہ کے تغیر سے اثر سے محفوظ نہ رہ سکے لیکن چونکہ گوتم نے روح سے بحث نہین کی تھی اسلیے تناسخ کے مسئلہ مین اسقدر ترمیم کی گئی کہ اگر اس زندگی مین نروان حاصل نہوسکے تو مرنے کے بعد مُردے کے کرم (عمل) نو زائیدہ معصوم بچہ مین حلول کرتے ہین اور جسطرح ایک چراغ سے دوسرا چراغ جلتا ہے اور یہ سلسلہ جاری رہتا ہے اسی طرح حیات کا سلسلہ قائم رہتا ہے یہان تک کہ دوسری زندگی کی تمنا کا پوری طور سے استیصال ہوجائے اور نروان کا مرتبہ حاصل ہوجائے[۱]۔

مذہب بودھ کا چراغ ایک ہزار سال کے اندر جب ہندوستان مین گل ہونے لگا تو اپنشد کے پرانے عقیدۂ تناسخ نے ویدانت کی تعلیم مین دوسرا جنم لیا۔

ویدانت برہم سُتر کے خطبۂ سوم مین لکھا ہے کہ موت کے بعد روح ایک جسم لطیف کے ساتھ چاند مین چڑھ جاتی ہے جہان سے واپس ہوتے وقت کرۂ اثیر ہوا اور بادل مین ہوتی ہوئی پانی کی شکل مین برستی ہے اور اسطرح پہلے نباتات مین حلول کرتی ہے اور پھر غذا کے ذریعہ جانورون کے رحم مین داخل ہوتی ہے۔ چوتھے خطبہ مین لکھا ہے کہ روح جسوقت برائیون سے پاک ہوجاتی ہے تو عرفان کامل کے درجہ پر پہونچکر جسطرح قطرہ دریا مین ملجاتا ہے اُسی طرح ہستی مطلق مین انجذاب کلی حاصل کرتی ہے اور یہ انتہای کمال ہے لیکن اس زندگی مین بھی اگر یوگ کے طریقہ مین کمال ہوگیا تو جیون مکتی کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے اور پھر جوگی جی بقول پتنجلی مصنف یوگ سُتر جس شکل مین چاہین خواہ پتھر خواہ درخت خواہ جانور مین تبدیل ہوجائین اور چشم زدن مین جہان چاہین پہونچ جائین غرض کہ ایسے ایسے مافوق العادت کرشمے دکھانے کی قدرت حاصل ہوجاتی ہے۔

ویدانت کے ساتھ ہنود مین فلسفیانہ تعلیم کا خاتمہ ہوگیا اسکے بعد جب اٹھارہ پوران لکھے گئے تو اگرچہ تناسخ کا عقیدہ بدستور قائم رہا لیکن بہوڑ کار اور حد سے زیادہ فحش اور شرمناک افسانے جزو مذہب ہوگئے[۲]۔

---

[۱] ڈیوس کے ہیبرٹ لکچرز صفحہ ۹۹۔ [۲] دیکھو پدم پوران جسمین مہادیو جی کی عورت برندا پر کرشن کا عاشق ہونا اور پتھر بنجانا۔ سالگرام اور تلسی کی پوجا۔ اسیطرح لنگ پوران اور متسیہ پوران وغیرہ مین اسی قسم کی داستانین ہین جنکی تاویل عذر گناہ بدتر از گناہ ہے ۱۲

۳۔ یونانیون کے عقائد

قدیم یونانی اگرچہ کوہ المپس کو دیوتاؤن کا استھان اور ٹارٹارس کو شیاطین کا مسکن سمجھتے تھے لیکن انسان کی ارواح مرنیکے بعد ایک تحتانی مقام ہیڈس مین جاتی تھین جہان نہ روشنی ہی اور نہ کسی قسم کی دل چسپی کا سامان۔ اکیلیز جو ہومر کی مشہور نظم رزمیہ کا ہیرو ہی ہیڈس کی افسردگیون کی شکایت کرتے ہوے کہتا ہی کہ اس حالت کے مقابلہ مین دنیا کی سب سے حقیر مزدور کی زندگی بہتر ہے۔

مردون کے جلانے کی رسم ہومر کے زمانہ مین رائج تھی پٹروکلیس کی روح کہتی ہی کہ چتا پر آگ کے شعلون مین جسوقت مین جسم کی آلائش سے پاک ہوگئی تو پھر ہیڈس سے کبھی واپس نہین آسکتی

مسٹریز یا اسرار مذکورۂ بالا عقیدہ قدیم تھا لیکن سنہ عیسوی سے چھ سو برس قبل پہلے محض جزا و سزا اور پھر تناسخ کا عقیدہ مسٹریز (پُراسرار طریق سے ایک خاص دیوی یا دیوتا کی پرستش کے ذریعہ سے مرنے کے بعد عیش و آرام کا امیدوار رہنا) کی تعلیم سے جسکو فیثاغورث اور اُسکے شاگردون نے فلسفیانہ رنگ مین پیش کیا عام طور سے پھیل گیا۔ ان مین سب سے زیادہ مقبول اُلوسی مین مسٹریز تھین جنکا ماحصل یہ ہی۔

افسانۂ اول۔ پرسی فون ایک بڑی جلال دیوی تھی جسکو زیس دیوتا کے ایما سے روحون کا دیوتا ہیڈس بھگا لیگیا۔ پرسی فون کی مان دمیتر جو کوہ المپس کی ایک مشہور دیوی تھی زیس سے ناراض ہوکر بیٹی کی تلاش مین ایک بوڑھی عورت کے بھیس مین الوسی یس کی سرسبز زمین پر اُتری اور جب کہین بھی بیٹی کا پتہ نہ چلا تو غصہ مین آکر ایک ہولناک قحط کی بلا نازل کردی جسکی سببسے دیوتاؤن کی نذر بھینٹ سب موقوف ہوگئی۔ زیس یہ حالت دیکھکر گھبرایا اور ہیڈس سے سفارش کی کہ کسی طرح پرسی فون کو اُسکی بیقرار مان کو دکھا دوے۔ ہیڈس کسی طرح راضی نہوتا تھا اُسنے پرسی فون کو روحون کی رانی بنائی تھی کہ جو کوئی اسکی پوجا کرے مرنے کے بعد اسکو ہر قسم کی راحت

سلہ ایلیڈ باب ۲۳ : ۵۱ ۔

عطا ہو لیکن آخر زیئس کی کوشش سے یہ طے ہوا کہ پرسی فون چار مہینے ہیڈس کے ساتھ رہے اور بقیہ ایام اپنی ماں کے پاس - اس طور سے پرسی فون کی پرستش نجات کا ذریعہ قرار پایا - دیوی جس سے خوش ہوگئی اُسکو مرنے کے بعد الیسیم کے سبز و شاداب مرغزاروں میں چین کرنا نصیب ہوتا تھا لیکن جسنے اسکی پوجا نہ کی اور اپنے جسم پر اسکے بتخانہ کی خاک نہ ملی اُسکو مرنے کے بعد کیچڑ میں ڈال دیتے تھے - اس افسانہ کی فلسفیانہ تشریح یوں کرتے تھے کہ جسطرح زمین میں بیج بوتے ہیں اور وہ پھوٹکر پھر پھولتا پھلتا ہو اسی طرح مرنیکے بعد انسان الیسیم میں پھر زندہ ہوکر عیش کرتا ہے لیکن جسطرح بعض تخم زمین میں خراب ہوکر سڑ جاتے ہیں اسی طرح بدون کی روحیں اذیت پاتی ہیں -

افسانہ دوم - اسی پرسی فون سے دیوتاؤں کے راجہ زیئس نے پوشیدہ تعلق پیدا کر لیا جس سے زگروس تولد ہوا - ہیرا جو زیئس کی رانی تھی یہ سنکر بہت بگڑی اور گروہ شیاطین ٹائی ٹنز سے سازش کر کے زگروس کے مار ڈالنے کی کوشش کی چنانچہ ٹائی ٹنز مٹی کا چہرہ لگا کر بچوں کی شکل میں زگروس کے ساتھ مل جل کر کھیلنے لگے اور اُسکو طرح طرح کی چیزیں دکھا کر بہلانے لگے ایک دن ایک آئینہ پیش کیا جسکو زگروس بہت غور سے دیکھنے لگا - ٹائی ٹنز نے موقع پاکر زگروس پر حملہ کیا مگر اُسنے یہ رنگ دیکھکر سیکڑوں قالب بدلنا شروع کیے کہ کسی طرح انکے پنجہ سے چھوٹ جائے اتفاق سے زگروس پھنسا ہی تھا کہ خونخوار ٹائی ٹنز فوراً اسکے ٹکڑے بوٹی کر کے کھا گئے لیکن اتھینی دیوی نے زگروس کے کلیجہ کو چپکے سے اُٹھا لیا اور زیئس کے پاس لیگئی جسنے اپنے لخت جگر کے کلیجہ کو فوراً نگل لیا جس سے زگروس ایک جدید دیوتا ڈیانی سس کے قالب میں حلول کر کے ظاہر ہوا - زیئس اس کارروائی کے بعد ٹائی ٹنز کیطرف متوجہ ہوا اور انکو اپنے غیظ و غضب کی بجلی سے جلا کر راکھ کر ڈالا - اس راکھ سے نسل انسانی پیدا ہوئی چونکہ ٹائی ٹنز نے زگروس کا گوشت کھا لیا تھا اسلیے انسان میں نیکی اور بدی دونوں عنصر موجود ہیں - اس افسانہ سے تناسخ کا عقیدہ پیدا کیا جاتا تھا - فیثا غورث کا شاگرد

امید اکلیز کہتا ہے کہ روح کو تیس ہزار برس تک مختلف قالب بدلنا پڑتے ہین تب کہین ڈیس کی ذات مین انجذاب کلی حاصل کرتی ہے

لیکن سن عیسوی سے چار سو ستر برس بیشتر یونان کے مدینۃ الحکما ایتھنس مین ایک ایسا فیلسوف پیدا ہوا جسنے بقای روح کا مسئلہ اپنے خون سے حل کیا - یہ شہید حق سقراط ہے جسکو اسکے وہم پرست ہموطنون نے اسکی حکیمانہ تعلیم سے برافروختہ ہو کر زہر دیدیا - ذیل مین ہم اسکے شاگرد رشید افلاطون کے مکالمات سے سقراط کی موت کا سین اور اسکی آخری وصیت کا اقتباس درج کرتے ہین

سقراط کی موت کا سین افلاطون کے قلم سے

(سقراط کے شاگرد کرائٹو اور سمیاس قیدخانہ مین آتے ہین - سقراط اپنے بستر پر بیٹھ جاتا ہے - بیڑیان کاٹ دیگئی ہین سقراط اپنے پاؤن کو سہلا کر کہتا ہے)

سقراط - میرے دوستو جسے لوگ راحت کہتے ہین وہ ایک عجیب شے ہے - حیرت تو یہ ہے کہ وہ اپنی ضد یعنی تکلیف کے ساتھ کسطرح شریک ہے حالانکہ دونون ایک ساتھ جمع نہین ہو سکتین لیکن اگر ایک انمین سے کسی کو ملتی ہے تو خواہ نخواہ دوسرے سے بھی سابقہ پڑتا ہے گویا دونون کے سرے جوڑے ہوے ہین - اگر ایسپ اسپر غور کرتا تو انکا افسانہ یون بناتا کہ دیوتا نے جب ان دو جنگجو شکلون مین صلح کرانا منظور ہوا تو اُسنے دونون کے سر ایک ہی زنجیر مین جوڑ دیے اب اگر ایک سر کھینچو تو دوسرا بھی لامحالہ کھینچ آئیگا - دیکھو میرے پاؤن مین بیڑیون کے سبب درد تھا اب بیڑیان کٹ گئی ہین تو تکلیف کی جگہ راحت نے لے لی - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میدان تحقیق مین عقل انسانی نے ایک پوشیدہ راہ نکال لی ہے جب تک یہ جسم سنگ راہ ہے اور روح آلودہ علائق اُسوقت تک شاہد حق کا ملنا دشوار ہے اسیلیے حکمت کا مقتضا یہ ہے کہ حتی الوسع تعلقات جسم سے علحدہ رہے تاکہ روح مین صفائی پیدا ہو اور جسم سے جدا ہو کر جمعیت حاصل کرے موت کیا ہے ؟ روح کا قید جسم سے آزاد ہو جانا اسیلیے حکمت کا سچا طالب وہ ہے جو ایسی آزادی کا متمنی رہے - کیون کیا ایسا نہین ہے ؟

سلہ ماخوذ از تاریخ مذاہب مصنفہ جولنس صفحہ ۳۷۷ لغایت ۳۸۰ -

شاگرد- بیشک ایسا ہی ہے-

سقراط- اگر ایسا ہی ہے تو کیا یہ شرم کی بات نہین ہے کہ جو شخص تمام عمر موت کا طالب رہا ہو اُسکے سامنے جسوقت موت آئے تو وہ جزع و فزع مین مبتلا ہو جائے - ؟

شاگرد- کیون نہین -

سقراط- سمیاس حقیقت مین جو لوگ جویای حکمت ہین وہ دراصل موت کے طالب ہین اور اُنکے سامنے موت کوئی خوفناک شئے نہین ہے کیونکہ جس چیز سے وہ دوکارہ تھے یعنی جسم اُس سے نجات ملی اور اب وہ آزادی کے ساتھ اپنے مطلوب کی طرف جاتے ہین- پُرانی داستانون مین لکھا ہے کہ بہت سے اگلے لوگ ہیڈس مین بخوشی خاطر چلے گئے تاکہ وہان وہ اپنے عیال و اطفال سے ملین- اب اگر طالب حکمت اس غرض سے ہیڈس مین جائے کہ وہ وہان آزادی سے اپنے مطلوب سے ہمکنار ہو تو کیا بعید ہے اسکا تو دین و ایمان ہی یہی ہے- میرے دوستو اگر وہ سچا شیدای حکمت ہے تو موت سے ڈرنا کیا معنی وہ تو اور خوش ہوگا-

شاگرد- ہونا تو ایسا ہی چاہیے -

سقراط- میرے دوستو اب اس امر پر غور کرو کہ اگر روح کو فنا نہین تو ایک دوسرا اہم معاملہ پیش آتا ہے جسکا تعلق محض اس زندگی سے نہین بلکہ ہمیشہ کیواسطے ہے وہ کیا ؟ - سنو- اگر موت کے یہ معنی ہین کہ انسان کا قصہ ہی تمام ہوگیا تو بدکار بڑے مزے مین رہے کیونکہ مرنے کے بعد جسم کی طرح روح اور اُسکے اعمال ذمیمہ بھی فنا ہوگئے اور کچھ جھگڑا ہی باقی نہ رہا لیکن اگر روح کو فنا نہین ہے تو معاملہ نازک ہے اب اگر گناہون سے پناہ چاہتے ہو تو حتی الوسع خیر اور حکمت کے راستہ پر چلو کیونکہ روح نے اس دنیا مین جو کچھ اکتساب کیا ہو خیر ہو یا شر اسکے ساتھ ہیڈس مین جاتا ہے- ارواح جب پہلی منزل پر پہونچتی ہین تو سب سے پہلے انکے اعمال کا حساب ہوتا ہے اب جنکے اعمال نیک و بد کا پلہ برابر رہا تو وہ ایک دریا مین پھینکدیے جاتے ہین جہان انپر عذاب ہوتا ہے یہانتک کہ وہ گناہون سے پاک ہوجائین اور نجات حاصل کرین

لیکن جنکے گناہ نہایت سخت ہین مثلاً قتل عمد وغیرہ وہ لوگ ٹارٹارس (دوزخ شیاطین) مین پھینک دیے جاتے ہین جہان سے نجات کی کوئی صورت نہین البتہ ایسے گناہ کبیرہ کے مرتکب مثلاً والدین کی نافرمانی وغیرہ کے واسطے یہ امید ہے کہ ایک سال کے بعد موج دریا انکو ساحل پر پھینک دے اب اگر انھون نے عذر معذرت [illegible] لوگون کو رضامند کر لیا تو عذاب سے نجات پا جاتی ہین ورنہ پھر ٹارٹارس مین پھینک دیے جاتے ہین یہ سلسلہ اُسوقت تک جاری رہتا ہے جبتک حق العباد ادا نہو جاے۔ اب اُن لوگون کا حال سنو جنھون نے راہ حق اختیار کی وہ اس دنیا سے یون جاتے ہین جیسے قیدی قیدخانہ سے چھوٹے وہ جسم اور جسمانیت سے منزہ ہوکر اور علم و حکمت سے صفات باطن حاصل کرکے ابدالآباد تک آرام کرتے ہین۔

کرائٹو۔ بیشک ایسا ہی ہوگا لیکن اے استاد اب مجھے اور میرے ساتھیون کو کیا حکم ہوتا ہے کچھ اپنی اولاد کے واسطے وصیت کیجیے یا کسی اور معاملہ مین تاکہ ہم اسکو بجا لائین۔

سقراط۔ مین جو ہمیشہ کہتا رہا اب بھی کہتا ہون کہ یہی اپنی آپ فکر کرنا اور میرے نقش قدم پر چلتے رہنا یہی میری خوشنودی کا باعث ہے

شاگرد۔ ہم ایسا ہی کرینگے اور اب فرمائیے کہ آپ کی تجہیز و تکفین کسطرح ہو۔

سقراط۔ تم جسطرح پسند کرو بشرطیکہ تم مجھے پکڑ سکو اور مین بھاگ نہ جاؤن۔

{مسکراکر اور شاگردون کو محبت بھری نگاہ سے دیکھکر}

میرے دوستو مین کرائٹو کو کیونکر سمجھاؤن کہ مین وہی سقراط ہون جو اسوقت تم سے گفتگو کر رہا ہے۔ وہ تو یہ سمجھ رہا ہے کہ تھوڑی دیر مین میرا جسم مردہ اُسکے سامنے ہوگا اور اسلیے دریافت کرتا ہے کہ تجہیز و تکفین کیونکر ہو۔ پیشتر شاگردو عدالت کے سامنے کرائٹو نے میری ضمانت کی تھی کہ مین کہین بھاگ نہ جاؤنگا اسلیے اب تم سے کہتا ہون کہ اسکے برعکس تم اسوقت یہ ضمانت کرو کہ مین مرنیکے بعد پھر یہان ٹھہرنے کا نہین بلکہ دوسرے مقام پر چلا جاؤنگا تاکہ کرائٹو میری جدائی کا متحمل ہو سکے اور جب وہ میرے جسم کو آگ مین جلتا ہوا یا زمین مین دفن ہوتا دیکھے تو میرے واسطے

غمگین نہو (کیونکہ موت سے میں کسی مصیبت میں مبتلا نہیں ہوا) اور نہ اسطرح نوحہ کرے کہ آہ سقراط جلکر راکھ ہوگیا یا خاک میں ملگیا -

(ماخوذ از مکالمۂ افلاطون موسوم بہ "فیڈو") -

فلسفۂ یونان کا مورخ ذکر کرتا ہے کہ سقراط کی موت نے اسکی تعلیمات میں ایک نئی روح پھونک دی - اسکے شاگردوں میں سب سے زیادہ مشہور افلاطون ہے جسکی جوش روحانیت

افلاطون الٰہی

کا یہ عالم ہے کہ اسکی کوئی تصنیف الٰہیات کی بحث سے خالی نہیں - اُستاد کے مرتے ہی اسنے قلم اُٹھایا اور پچاس برس تک یعنی ۳۴۷ برس قبل مسیح جبتک موت نے اسکی دنیاوی زندگی کا خاتمہ نکردیا الٰہیات کے اسرار دلکش اور لطیف پیرایہ میں بیان کرتا رہا - اسکی تصانیف کا مجموعہ ۳۵ مکالمات اور ۱۳ خطوط میں منقسم ہے (انگریزی میں جوٹ نے انکا ترجمہ کیا ہے) -

روح کے متعلق افلاطون کے خیالات مذکورۂ بالا انتخاب سے ظاہر ہوتے ہیں مگر جن اصول پر اسنے وجود اور بقائی روح کی بنیاد رکھی ہے وہ یہ ہیں -

انسان کلیات مثلاً عدل - خیر - حسن وغیرہ کا ادراک کرتا ہے جسطرح آئینہ میں صور اشیا منعکس ہوتے ہیں اسیطرح ان کلیات کا عکس اس عالم مادی میں نظر آتا ہے لیکن انکا مستقل وجود ایک دوسرے غیر متغیر عالم میں ہے جسکو عالم مجردات یا عالم مُثل کہتے ہیں - روح اس عالم مثل سے عالم مادی میں نازل ہوتی ہے لیکن جسطرح دوست کی تصویر دیکھنے سے دوست یاد آجاتا ہے اسیطرح محسوسات عالم کے معائنہ سے وہ عالم مُثل یاد آتا ہے اور کلیات کا ادراک ہوتا ہے اس تقریر سے زمانہ ماضی میں روح کا وجود ثابت ہوتا ہے لیکن یہ کہ آیندہ بھی یعنی مرنیکے بعد روح باقی رہتی ہے اسکے متعلق افلاطون کہتا ہے کہ روح کو محض ترکیب عناصر کا نتیجہ جیسا کہ حکماے طبیعین کا خیال ہے ہرگز نہ سمجھنا چاہیے کیونکہ جسم اور روح کے تعلق میں ہمکو آمر اور مامور کا فرق صاف نظر آتا ہے[۱]

[۱] مقدمہ فیڈو صفحہ ۱۶۲ - دوسرے مکالمات میں بھی افلاطون نے روح اور جسم کا فرق ظاہر کیا ہے اور اگرچہ منطقی حیثیت سے اسکا استدلال کمزور ہے لیکن ذوق سلیم پر اسکے جوش بیان اور اعلےٰ تخییل کا گہرا اثر ہوتا ہے ۱۲

عام خیال ہی کہ افلاطون تناسخ کا قائل ہی اور اسکے ثبوت مین اسکے مکالمہ فیدو کا حوالہ پیش کیا جاتا ہی لیکن حقیقت یہ ہی کہ جسطرح زمانہ ماضی مین وجود روح کے واسطے افلاطون نے ایک عالم مثل کا وجود ثابت کیا ہی اسی طرح اُسنے مرنے کے بعد اُن ارواح کے واسطے جو لذات جسمانی مین منہمک رہی ہین ایک عالم برزخ کا وجود ثابت کیا ہی جہان اُنکے اعمال اُن جانورون کی صورت مین متمثل ہوتے ہین جنکے اوصاف سے وہ مشابہ ہوتے ہین مثلاً ظالم اور جابر بھیڑیا اور چیل کی شکل مین اور بندۂ شکم گدھے کی شکل مین نظر آئینگے۔ (فیدو صفحہ ۲۲۵) مؤرخ زلر کہتا ہی کہ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ افلاطون نے تناسخ کا ذکر واقعۂ نفس الامری کی طور پر نہین کیا ہی[1]۔

ارسطو

افلاطون کے ذوق روحانیت کا رنگ اسکے مشہور شاگرد ارسطو کی منطقیانہ تعلیم سے ہلکا پڑ گیا۔ ارسطو ۳۸۴ء ق م پیدا ہوا تھا۔ اٹھارہ برس کی عمر مین افلاطون کی بیت الحکمۃ مین شامل درس ہوا اور استاد کی وفات یعنی ۳۴۷ء ق م تک حاضر رہا۔ ارسطو اگرچہ استاد کی نہایت تعظیم کرتا تھا لیکن تصانیف مین نہایت آزادی سے بعض مسائل مین اختلاف کیا۔ اُسنے فلسفۂ اولیہ مین عالم مثل کے مستقل جداگانہ وجود سے انکار کیا اور اپنے استدلال کی بنیاد استقرا پر رکھی۔

ارسطو نے حکمای طبیعین کے مشاہدات کو پیش نظر رکھکر سب سے پہلے علم الحیات کی بنیاد ڈالکر حیات کے منازل ثلاثہ یعنی روح نباتی و حیوانی و انسانی کو ارتقائی حیثیت سے ثابت کیا لیکن چونکہ افلاطون کی حکمت اشراقیہ کا ذوق چشیدہ تھا اسلیے روح بشر کے جداگانہ وجود سے انکار نہ کرسکا۔ کتاب الحیوان باب سوم مین کہتا ہی کہ روح کی دو حیثیتین ہین۔

(۱) روح حیوانی جو محض ترکیب جسم کا نتیجہ ہی اور موت کے بعد جسم کے ساتھ فنا ہو جاتی ہی۔

(۲) روح مجرد یا نفس انسانی جو بواسطۂ روح حیوانی مدبر بدن ہی۔ نفس کی دو حالتین ہین حالت فاعلہ اور حالت منفعلہ۔ آخر الذکر حالت مقتضیات کی پابند ہی اور اسلیے موت کے بعد فنا پذیر ہی لیکن حالت فاعلہ چونکہ غیر متغیر ہے اسلیے موت کے بعد قائم رہتی ہی لیکن انفرادی

[1] تاریخ فلسفۂ یونان صفحہ ۱۵۳۔

حیثیت سے نہین بلکہ اپنے مبدا یعنی عقل کل یا عقل فعال مین جسم اور جسمانیت سے منزہ ہو کر جذب ہو جاتے ہیں[1]

۴- زرتشتیون کے عقائد

زرتشتیون کی قدیم مقدس کتاب اوستا ہے جسکی متعدد تفسیر ونکو زند کہتے ہین - اوستا کی ۲۱ نسک (صحائف) تھے لیکن ۳۳۱ برس قبل مسیح سکندر رومی نے ایران کو فتح کرکے اصطخر کے شاہی کتب خانہ مین آگ لگادی اور آتشکدون کو مسمار کردیا - ساڑھے پانچسو برس کے بعد اردشیر بابکان بانی سلطنت ساسانیان کے عہد مین ایک مذہبی کانفرنس جمع ہوئی جسنے بہت جدوجہد سے صرف ۲ نسک مع چند متفرق اجزا کے پہلوی زبان مین ترجمہ کرکے ترتیب دیے پہلوی اوستا اب دو حصون مین منقسم ہے - حصہ اول مین ۳ دفتر ہین - وندداد - وسپرد - اور یاسنا جنمین احکام اور مناجات زرتشت درج ہین اور حصہ دوم مین جسکو خورد اوستا کہتے ہین وظائف دعائین اور تعویذ اوستا کے سوا چند اور خاص کتابین الہامی سمجھی جاتی ہین - اول دینکرد جسمین سیرت زرتشت اور آداب معاشرت کا بیان ہے - سکندر نے اصل کتاب جلادی تھی - اردشیر بابکان کے عہد مین از سر نو پہلوی زبان مین لکھی گئی تھی - اسکے متفرق اجزا کا ترجمہ آٹھوین صدی عیسوی مین ستور آذر فرنبغ نے فارسی مین کیا - دوم بندہشن اس کتاب کو پیشتر زندقہ کہتے تھے - ساتوین صدی عیسوی مین لکھی گئی توریت کی کتاب پیدائش کی طرح اسمین آفرینش عالم کا ذکر ہے - سوم ارداویراف نامہ اردشیر بابکان کے زمانہ مین ایک بزرگ ارداویراف نے اپنے مکاشفات یوحنا کے مکاشفات کی طرح قلمبند کیے تھے اسمین عالم بالا کی سیر دکھائی گئی ہے چہارم دادستان دینیک - آٹھوین صدی عیسوی کی تصنیف ہے جسمین معاد اور حشر و نشر کے حالات مفصل درج ہین - اسکا مصنف موبد موبدان منوشچہر ہے -

ذیل مین ہم ان کتابون کے چند مقامات کا اقتباس درج کرتے ہین -

---

[1] فلسفۂ ارسطو مصنفۂ راقم صفحہ ۲۰۶ و ۲۰۷ - ارسطو کی اس منطقیانہ تقسیم روح سے اپی کیورس نے جو ۳۴۱ ق - م - مین پیدا ہوا فائدہ اٹھاکر روح کی حالت فاعلہ کے بقا سے بھی انکار کردیا اور یہ تعلیم دی کہ مرنے کے بعد نفس بھی فنا ہو جاتا ہے لیکن عقلائے عوام کے راہ راست پر قائم رہنے کے خیال سے جزا و سزا کا عقیدہ تعلیم دیا ہے ورنہ "یہ ہین سب بہین کے ڈھکوسلے نہ عذاب ہے نہ ثواب ہے" انسان کو فکر فردا سے اپنے عیش کو منغص نکرنا چاہیے ۱۲ ۵۲ ماخوذ از "پہلوی ٹکسٹ" مرتبۂ ڈاکٹر وسٹ و "زرواسٹرین ازم" مؤلفۂ مستری ۱۲ -

اوستا کے دفتر یاسنا مین لکھا ہی کہ مرنے کے بعد انسان کی روح تین دن تک بیم و رجا کی حالت مین زمین پر رہتی ہی چوتھے روز علے الصباح سروش[1] (ملک الارواح) روح کو اپنے ہمراہ ایک پل پر لیجاتا ہے جسکا نام "کنود" ہی یہ پل جیسا کہ دین کرد مین لکھا ہی دوزخ پر قائم ہی اور بال سے زیادہ باریک ہی لیکن نیکون کو ایسا معلوم ہوگا کہ جیسے ۹ تلوارین برابر رکھدیگئی ہون۔ پل پر پہونچکر روح اگر نیک ہی تو اُسکے کردار ایک نوخیز حسینہ جمیلہ حور کی شکل مین نظر آتے ہین لیکن بدون کے سامنے ایک کالی کلوٹی دیونی آتی ہی۔ الغرض سروش کنود پل کے پاس روح کو کھڑا کرتا ہی جہان انصاف اور سچائی کے فرشتہ راستہ اور راستہ فرشتہ مہر کے سامنے اسکے اعمال کو تولتے ہین اور نتیجہ وزن کے موافق بہشت یا دوزخ مین بھیجتے ہین لیکن اگر نیکی اور بدی کا پلہ برابر رہا تو مقام ہمیستگان (اعراف) مین جگہہ ملتی ہی

اردا ویراف اپنے سیر سماوات کی تشریح یون کرتا ہی

مین عالم مکاشفہ مین سروش یزد سے ملا جسنے مجھے کنود پل پر ایک سونے کی ترازو دکھائی جسمین مردون کے کردار تولے جاتے تھے مین نے مہر یزد کو پانچہزار فرشتون کے جھرمٹ مین دیکھا۔

پھر مین امیشہ اسپنت (ملک مقرب) بہمن سے ملا جو ایک سونے کے تخت پر جلوہ افروز تھا اُسنے مجھے آہرمزد (خدای زرتشت) کے حضور مین پیش کیا جسکے گرد مقرب فرشتے۔ زرتشت گشتاسپ اور جاماسپ دنجر ہما کے فروہر (ارواح) صف باندھے کھڑے تھے مین ادب سے جھکا اور حمد و ثنا مین مصروف ہوگیا۔ آہرمزد کے حکم سے سروش نے مجھے بہشت اور دوزخ کی سیر کرائی۔

اردا ویراف نے چار بہشت دیکھین۔ ستارہ پایہ۔ ماہ پایہ۔ خورشید پایہ۔ گرو تمن آخر الذکر آہرمزد کا مقام ہی اور یہی اُسکے علیین ہی۔ بہشت مین ہر قسم کی جسمانی لذات کی تصویر کھینچی گئی ہی اسیطرح دوزخ کو ایک تیرہ و تار ہولناک غار عمیق بیان کیا گیا ہی۔

اوستا مین رستخیز (قیامت) کا ذکر متعدد جگہہ آیا ہی۔ زرتشت نے جسطرح دیوتاؤن کے عوض ایک خدا آہرمزد کی پرستش کی تلقین کی اسیطرح اُسنے تناسخ کے عوض حشر و نشر کے عقیدہ کی تعلیم دی

[1] سروش کے لفظی معنی "سننے والے" ہین۔ سب سے پہلے اہرمزد کا فرمان سروش پر نازل ہوتا ہی وہ اسکو بنگر دخشور (پیغمبران) کو سناتا ہی گویا سروش زرتشتیون کا جبرئیل ہی۔ یاسنا کے باب ۹ مین لکھا ہی کہ زرتشت نے اوستا کو سروش سے سنا فریدون پر بھی سروش نازل ہوا تھا ۱۲

رستخیز کے متعلق یہ روایت ہو کہ جب دنیا مین بدی غالب آجائیگی تو زرتشت کی نسل سے تین بیٹے ہر ہزار سال کے بعد پیدا ہونگے اور عالم مین دین زرتشت کو تازہ کرینگے - تیسرے بیٹے سوسیوش (زرتشتیون کا مسیح) کے عہد مین قیامت آئیگی - کیومرث (آدم) مع اپنی تمام نسل انسانی کے پھر پیدا ہوگا - تمام انسان ایک میدان مین جمع ہونگے اور اپنے اپنے اعمال ملاحظہ کرینگے - زمین ایک پگھلے ہوے آتشین مادہ کی طرح موجزن ہوگی نیک اور بد سب کو اس پر سے چلنا ہوگا مگر نیکون کو تکلیف محسوس نہوگی اور آرام سے بہشت مین چلے جائینگے مگر بدون کو سخت اذیت ہوگی اور وہ تین دن تک دوزخ مین رہینگے - اس مابین مین اہرمن مع اپنی ذریات کے آہرمزد کے مقابلہ کو نکلیگا لیکن سب کے سب اس ہولناک آتشین مادہ سے جلکر فنا ہو جائینگے - بدون کو پھر دوزخ سے نکالینگے اور دوزخ کو بھی فنا کر دینگے اسطور سے نسل انسانی پھر نور کے جسم پاکر ابد الآباد تک بہشت مین رہینگے[1]

۵ - یہودیون کے عقائد

عام خیال ہو کہ یہودی توریت اور زبور کو جو حضرت موسیٰ اور حضرت داؤد پر نازل ہوئین مانتے ہین لیکن جن کتابون سے یہود اپنے عقائد کا استنباط کرتے ہین وہ یہ ہین -

اول - کتاب (وحی متلو) جو تعداد مین ۲۴ ہین پانچ حضرت موسیٰ کے صحائف یا اصل توریت باقی ۱۹ - انبیای بنی اسرائیل کے صحائف جنمین زبور حضرت داؤد بھی شامل ہو - یہ سب کتابین اولڈ ٹسٹامنٹ (عہد عتیق) کے نام سے عیسائیون مین مشہور ہین - ان کتابون کے علاوہ ۱۳ کتابین اور ہین جنکو اپوکریفل (نامعتبر) سمجھکر عہد عتیق سے خارج کر دی ہین انمین سے خاص خاص یہ ہین - کتاب ادریس - مشاہدات ابراہیمؑ - مشاہدات موسیٰ - ٹوبٹ - دانائی سلیمان کتاب مقابیس کتاب معراج اشعیاہ وغیرہما - اسمین کچھ شک نہین کہ حضرت موسیٰ کی پانچ کتابین جو اصل توریت ہین ۵۸۶ قبل مسیح جب بخت نصر نے بیت المقدس کو تباہ کر کے اور یہودیون کو گرفتار کر کے بابل لیگیا ضائع ہو گئین سو برس کے بعد حضرت عزیر نے اپنے طور پر ان کتابون کو لکھوایا اور انبیای بنی اسرائیل کے صحف مین

[1] ماخوذ از دین کرد باب نہم و داستان دانک باب ۳۲ - وبندہش باب ۳۰ -

شامل کرکے ایک مجموعہ تیار کیا- لیکن یہ مجموعہ بھی ۱۶۸ برس قبل مسیح جب یونانی بادشاہ انطاکیوس ایی فینس نے ہیکل سلیمانی کو پھر مسمار کردیا اور یہود کی مقدس کتابون کو جلادیا ضایع ہوگیا- اب صرف تراجم کے ذریعہ سے ان کتابون کا وجود ہی اسی وجہ سے سیکڑون اختلاف اور باہمی تناقض پائے جاتے ہین-

دوم احادیث و آثار جنہین حسب ذیل مجموعے شامل ہین (۱) مشنہ جسکے معنی دہرانا ہین یہ ایک مجموعہ ہی احبار اور ربیون (علماء یہود) کے ملفوظات کا جو ۲۰۰ء مین جمع ہوگیا تھا- (۲) مدراسہ یعنی تورات کے آیات اور احکام کی تفاسیر کا مجموعہ جو مشنہ کے ساتھ ملحق کیا گیا- (۳) تالمود بابل اور شام کے ربیون کے فتاوی اور آثار جو دو مختلف نسخون مین ۵۰۰ء مین جمع ہوگئے تھے-

عقائد اسرائیل ابراہیم کیمبرج یونیورسٹی کا مشہور فاضل اپنی کتاب "جوڈازم" (مذہب یہود) کے صفحہ ۹۷ مین کہتا ہی کہ ابتدا سے عہد سے یہود مین معاد کا یقین مستحکم تھا لیکن حقیقت یہ ہی کہ انبیای بنی اسرائیل کا مطمح نظر چونکہ بت پرستی کی توبیخ اور خدای ذوالجلال کی تقدیس اور عبادت تھا اسلیے انھون نے عالم آخرت کی کیفیت کچھ تفصیل سے بیان نہین کی اور عذاب و ثواب کو دنیاوی زندگی تک محدود رکھکر آفات ارضی و سماوی کو غضب الٰہی کی شکل مین شامت اعمال کا لازمی نتیجہ قرار دیا اور فتح و نصرت کو حسنات کا ثمرہ تصور کیا- حضرت یشعیاہؑ فرماتے ہین-

ہمیشہ خداوند پر بھروسہ رکھو کیونکہ خداوند یہواہ لازوال قوت ہی- وہ مغرورونکو نیچا دکھاتا ہی اور عالی شان محلون کو بیخ و بنیاد سے اکھاڑکر خاک مین ملادیتا ہی-

راہ حق ایمان والون کا شعار ہی- ای خدای برحق تو ہی انکو راہ راست پر لاتا ہی-

ہان خداوند ہم تیرے انصاف کے منتظر ہین- ہماری روح کی غذا تیرا نام ہے- ہم تجھی کو یاد کرتے ہین-

شبہای تار مین میری روح تیرے واسطے بیقرار ہی - ہان پچھلی رات کو بھی تیری ہی
جستجو مین سرگرم ہی -

تیرے مُردے پھر زندہ ہونگے اور مین جسم کے ساتھ قبر سے اُٹھونگا - اسے خاک مین
ملجانیوالو اُٹھو اور اُسکی حمد کے گیت گاؤ - کیونکہ جسطرح شبنم سے جھاڑی مین کلیان
پھوٹ نکلتی ہین اُسی طرح زمین اپنے مردون کو اُگل دیگی -

(کتاب یشعیاہ باب ۲۶ آیات ۴ و ۵ و ۷ - ۹ و ۱۹)

قدیم عقیدۂ یہود یہ تھا کہ مرنے کے بعد روح ایک مقام شیول مین چلی جاتی ہی لیکن یوم یہواہ یعنی قیامت مین حساب وکتاب کے واسطے پھر جسم مین داخل ہوگی اور مُردے زندہ ہوجائین گے تورات مین "یوم یہواہ" کو یوم الوعید - الیوم - یوم الاکبر - یوم الحساب جیسے نامون سے بیان کیا ہی - اُسدن خداوند کا جلال نازل ہوگا - نیکوکار گنہگارون سے علیحدہ کیے جائینگے - یہواہ اپنے دشمنون سے انتقام لیگا اور اُنکو جہنم مین ڈالدیگا - اسرائیلی گناہون سے پاک ہوکر بہشت عدن مین آرام کرینگے - زمین و آسمان بدل جائینگے - ماہتاب آفتاب کی طرح چمکیگا اور آفتاب کی روشنی سات حصہ زائد ہوگی - ناز و نعیم کی فراوانی ہوگی - دور شراب بے غل و غش چلینگے - اور سرور اور آرام کے ساتھ یہواہ کا دیدار نصیب ہوگا[۱] -

بابل کی اسیری کے بعد سے یہودیون کے عقائد مین نمایان تغیر پیدا ہوگیا وہ اپنی قوم کو برگزیدہ الٰہی یا "ابناء اللہ" سمجھتے تھے - حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کا جاہ و جلال بھولا نہ تھا اسلیے اُنکی جوشیلی طبیعتون کو محکومی کی ذلت سلطنت کا زوال اور ہمسایہ قومون کا عروج اور تسلط گوارا نہ تھا لیکن واقعات سے انکار بھی ممکن نہ تھا اسلیے یوم یہواہ کی جگہہ دور مسیحا نے لی جسکا ماحصل یہ تھا کہ عنقریب انہین ایک مسیح پیدا ہوگا جو دشمنان دین اور شیاطین کا قلع و قمع کرکے بیت المقدس کو از سر نو آباد کریگا اور دائمی دنیاوی بادشاہت کی بنیاد ڈالیگا - اس بادشاہت مین یہود کے مُردے

[۱] کتاب نحمیاہ باب اول آیت ۱۴ - کتاب حبقوق باب اول آیت ۱۵ - زبور باب ۴۶ - آیت ۴ - حزقیل باب ۳۶ - آیت ۲۶ - یرمیاہ باب ۳۱ - آیت ۳۱ - ۳۴

اپنے جسم کے ساتھ زندہ ہوکر شریک سلطنت ہونگے لیکن باقی جہنم مین جلینگے[۱]۔

"دور مسیحا" کا عقیدہ چونکہ یہود کے عقیدہ معاد کا ایک عنصر اور دین عیسوی کا تو روح رواں ہے اسلیے ضرورت ہے کہ ہم یہان بالتفصیل بیان کرین کہ مسیحا سے کیا مطلب تھا۔

تحقیق مسیحا مسیحا آرامی زبان کا لفظ ہے اسکے معنی ہین جسکے سر پر تیل ملا جائے۔ یہودیون مین تخت نشینی کے وقت بادشاہ کے سر پر تیل ملتے تھے (شموئیل اول باب ۲۴-) اس رسم کے ادا ہونے کے بعد وہ یہواہ کی طرف سے اُسکے بندون کا حاکم تسلیم کیا جاتا تھا۔ اسلیے مسیحا کے گویا معنی بادشاہ کے ہین۔ قاضیون کے دور کے بعد یہود مین سلاطین کا عہد شروع ہوا جنمین حضرت داؤد نہایت مشہور ہوے۔ آپکے بیٹے حضرت سلیمان کے بعد ہی سلطنت یہود مین زوال شروع ہو گیا اور بنی اسرائیل کے اسباط مین تفرقہ پیدا ہو گیا اور شمالی اور جنوبی دو سلطنتین قائم ہوگئین شمالی سلطنت کو اسیریا والون نے ۷۲۲ برس قبل سن عیسوی تباہ کر دیا اور جنوبی کو اہل بابل نے ۵۸۶ برس قبل سن عیسوی برباد کرکے ہیکل سلیمانی کو مسمار کر دیا۔ ان ہولناک حادثات کے بعد بھی یہود اپنے سلاطین کے زرین عہد کو یاد کرکے رو رو کر دعا کرتے تھے کہ حضرت داؤد کی اولاد مین کوئی ایسا بادشاہ یعنی مسیحا پیدا ہو جسکے دور مین انکا سابقہ جاہ و جلال عود کر آئے اور دشمنان دین کا قلع قمع ہو جائے[۲]۔ لیکن انقلاب زمانہ سے جب یہود کی دنیاوی سلطنت کا عود کرنا ایک امید موہوم سے زائد نہ تھا تو ایک دوسرا امتزادیت خیال تسکین کا باعث ہوا وہ یہ کہ ابن آدم یعنی بنی اسرائیل کے متفقہ اسباط کو پھر حکومت نصیب ہوگی (کتاب دانیال باب ہفتم آیات ۱۳ لغایت ۲۷-) بنی اسرائیل چونکہ خود کو برگزیدہ قوم سمجھتے تھے اسلیے آدم کے خلف الرشید گویا اسرائیلی تھے باقی قومین سب ناخلف سمجھی جاتی تھین۔ اسی زمانہ مین سکندر ابن فیلقوس کے فتوحات کا طوفان اُٹھا اور یونانی تمام ایشیا پر بلای بے درمان کی طرح چھا گئے اور مشرق کی پرانی تہذیب کو نیست و نابود کرنے لگے۔ ایران مین اگر آتشکدون کو موبدون کے خون سے بجھا دیا تو ہیکل سلیمانی کو جو بخت نصر کے بعد

[۱] کتاب ادریس ... [۲] سبل الائن پیشین گوئیان انقا سلیمان غیر ۱۲ ۱۷ کتاب یشعیاہ باب ۹ آیت ۶ یرمیاہ باب ۲۳ آیت ۵ حزقیل باب ۳۴

کیخسرو شاہ ایران کی اجازت سے از سر نو تعمیر ہوا انطاکیوس اپی فینس ملک شام کے یونانی بادشاہ نے پھر مسمار کر دیا اور مقدس صحیفون کو جلا دیا۔ اسکے ان مظالم سے یہودیون مین تہلکہ مچگیا لیکن اسرائیلی خون مین ایک مرتبہ پھر جوش پیدا ہوا یہودا مقابی کی مردانہ ہمت اور حمیت دین سے یہ فتنۂ عظیم فرو ہوا اور سفاک یونانیون کو شکست ہوئی ۱۶۷ برس قبل سن عیسوی یہودا نے بیت المقدس کو از سر نو تعمیر کیا اور تورات کو پھر جمع کیا۔ اسطور سے بنی اسرائیل کی متفقہ اسباط یعنی "ابن آدم" کا موجودہ دور شروع ہوا۔ کتاب دانیال اسی عہد مین لکھی گئی یہ کتاب حضرت دانیال کی طرف منسوب کیجاتی ہی۔ اسمین یہ دکھایا گیا کہ چارسو برس پیشتر ان واقعات کے حضرت دانیال نے بابل کی اسیری کے زمانہ مین پیشین گوئی کی تھی۔ لیکن جب تھوڑے ہی عرصہ مین یہودا مقابی کے جانشینون نے رعایا پر تشدد کرنا شروع کیا تو مخالف جماعت نے کتاب دانیال کے طرز پر دوسری کتابین جنکو اپو کریفل کہتے ہین لکھنا شروع کین اور چونکہ مقابی حضرت داؤد کی نسل سے نہ تھے اسلیے ایک ایسے مسیحا کے پھر منتظر ہوے جو نسل داؤد سے ہو اسی زمانہ مین رومی فتوحات کی بجلی شام پر گری اور ۶۳ سنہ ق م پومپی نے بیت المقدس کو فتح کرلیا اور مقابی دور کا خاتمہ ہوگیا۔ یہود کو پھر غیر قوم کی غلامی کرنا پڑی اور اس ذلت و خواری کی حالت مین مسیح موعود کا بیچینی سے انتظار ہونے لگا۔ ایسے فتنہ و آشوب کے زمانہ مین حضرت عیسےٰ پیدا ہوے آپکے متعلق ہم آیندہ صفحات مین عیسائیون کے عقائد کے تحت مین ذکر کرینگے۔ لیکن یہان سلسلۂ کلام کے طور پر اسقدر لکھنا ضروری ہی کہ آپنے یہود کو اُس شور و شر سے جو دور مسیح کی پیشین گوئی کی آڑ مین بیت المقدس کی تباہی اور انقلاب حکومت کا باعث ہوتا تھا روکنا چاہا اور انبیای ماسبق کی طرح خدا پرستی اور تہذیب اخلاق کی تعلیم دیکر مذہب مین جو محض اسم و رواج کا نام رہگیا تھا نئی روح پھونک دی لیکن یہود اپنے جاہلانہ جوش مین اس نکتہ کو نہ سمجھے۔

اس قول کی تائید مین ہم اُس مشہور تقریر کا ترجمہ درج کرتے ہین جو حضرت عیسےٰ نے عدالت کے سامنے کی تھی۔

پھر پائلٹ دوبارہ عدالت کی کرسی پر بیٹھا اور یسوع کو سامنے بلاکر پوچھا کہ کیا تو ہی یہودیون کا بادشاہ ہے۔ یسوع نے جواب دیا کہ کیا تو یہ بات اپنی طرف سے کہتا ہے یا دوسرون نے میری نسبت ایسا کہا ہے۔ پائلٹ نے جواب دیا کیا مین یہودی ہون۔ خود تیری قوم اور سردار احبار تجھے میرے پاس پکڑ لائے ہین۔ اب بتا کہ تیری کیا خطا ہے یسوع نے کہا میری بادشاہت اس دنیا کی نہین ہے۔ اگر میری بادشاہت دنیاوی ہوتی تو میرے خادم جنگ کرتے تاکہ مجھے یہود پکڑ نہ سکتے لیکن میری سلطنت اس جہان کی نہین ہے۔ تب پائلٹ نے کہا تو کیا تو حاکم ہے۔ یسوع نے جواب دیا تو کہتا ہے کہ مین حاکم ہون۔ ہان مین اسی واسطے پیدا ہوا تھا اور اسی غرض سے اس دنیا مین آیا کہ سچائی کا شاہد ہون۔ میرا کلام وہی سنتا ہے جو حق کا شیدا ہے۔ (انجیل یوحنا باب ۱۸ آیات ۳۳ تا ۳۷)

حضرت عیسیٰ کے بعد یہود مسیح موعود کے بدستور منتظر رہے اور تزکیۂ قلوب کے عوض فتنہ و فساد اور رسمیات مین مبتلا رہے آخر ٹائٹس رومی نے ایک فیصلہ کن جنگ کے بعد ۷۰ء مین بیت المقدس کو بیخ و بنیاد سے اکھاڑ ڈالا اور تمام اشراف و اعیان یہود کو روم مین قید کر لیگیا۔ اس واقعۂ ہائلہ کے بعد بھی یہود کی آنکھین نہ کھلین۔ ساٹھ برس کے بعد ایک یہودی بارکشبہ نے مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا جسکی تصدیق امام یہود عقبہ نے بھی کردی پھر کیا تھا تمام یہودی جمع ہوے اور رومیون پر حملہ کردیا لیکن ۱۳۵ء مین قیصر ہیڈرین نے سخت مقابلہ کے بعد انکو شکست دی مسیح[۱] مارا گیا اور یہود خانمان خراب ہوکر اقصای عالم مین آوارہ گرد ہو گئے۔ احاطۂ حرم اقدس مین ہل چلایا گیا۔ جہان خداوند یہواہ کی پرستش ہوتی تھی وہان رومیون کے دیوتا جوپیٹر کا شوالہ بنایا گیا اور یروشلم کی جگہ ایلیا آباد ہوا سچ ہے

حلم حق با تو مواساہا کند ۔۔۔ چونکہ از حد بگذرد رسوا کند

صدق اللہ العلی العظیم۔ وما ظلمناھم ولکن کانوا انفسھم یظلمون۔

[۱] اسکے مارے جانے کے بعد یہود نے کہا کہ یہ مسیح موعود نہ تھا اب پھر انتظار ہونے لگا اور آج تک دعاؤن مین اسکے ظہور کی التجا کرتے ہین مگر سہ

وعدے پہ مرے انکے قیامت کی ہے تکرار ۔۔۔ اور بات ہے اتنی کہ ادھر کل ہے ادھر آج

۶۔ عیسائیون کے عقائد

جن کتابون پر عیسائیون کا اعتقاد ہے وہ یہ ہین۔

(۱) اناجیل اربعہ یعنی متی۔ مرقس۔ لوقا۔ اور یوحنا کی کتابین جنمین حضرت عیسے کے حالات اور اقوال درج ہین۔ حضرت عیسے اور آپکے حواریون کی زبان ارامی (یعنی سریانی) تھی لیکن یہ کتابین روایت بالمعنے کے طور پر سبسے پہلے یونانی زبان مین لکھی گئین۔ کہتے ہین کہ مرقس کی انجیل سب سے قدیم ہے جو ۶۵ء سے ۷۰ء کے درمیان تحریر ہوئی۔ اسکا مصنف کوئی حواری نہ تھا بلکہ ایک ولی تھا جس نے سُنی سنائی روایتین روم کے عیسائیون کے واسطے تحریر کردین۔ اسکے ابتدائی الفاظ یہ ہین۔ "آغاز انجیل یسوع مسیح ابن اللہ" دوسرے درجہ پر متی کی انجیل ہے جسکے متعلق یہ روایت ہے کہ اسکا ماخذ اصل مین ایک ملفوظ تھا جسکو حواری متی نے اپنی زبان مین لکھا تھا لیکن وہ اُسی زمانہ مین معدوم ہو گیا تھا اسلیے مترجم نے بہت کچھ اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے مثلاً اسی انجیل کے باب دہم آیت ۵ مین لکھا ہے کہ حضرت عیسے نے اپنے حواریون کو صرف اسرائیل کی گم گشتہ بھیڑ (یہود) کی طرف بھیجا تھا اور تاکید کر دی تھی کہ غیر یہود سے نہ ملنا جُلنا اور نہ اُنکو تعلیم دینا لیکن پھر خاتمہ پر باب ۲۸۔ آیت ۱۹ مین لکھا ہے کہ مسیح دوبارہ زندہ ہو کر حواریون پر ظاہر ہوا اور فرمایا کہ جاؤ باپ بیٹا اور روح القدس کے نام پر ساری دنیا کو اصطباغ دو۔ لوقا بھی کوئی حواری نہ تھا بلکہ ایک طبیب تھا جو سینٹ پال کے ہمراہ رہا تھا اُسنے اپنی انجیل تھیوفلوس رومی کی تلقین کے واسطے لکھی اور متی اور مرقس کی اناجیل کو ماخذ قرار دیا۔ انجیل یوحنا حواری کا آغاز اتباعاً اس یہودی فلسفہ سے جو اسکندریہ مین اشراقین کی تعلیمات سے پیدا ہوا تھا اور جسکا پیشرو مشہور یہودی فلسفی فائلو (المتوفی ۵۰ء معاصر حضرت عیسےٰ) تھا کیا گیا ہے۔ نمونہ کے طور پر ہم اس انجیل کے باب اول کے چند آیات کا ترجمہ درج کرتے ہین۔

ازل مین کلمہ کا وجود تھا۔ کلمہ خدا کے ساتھ تھا۔ کلمہ عین خدا تھا۔

موجودات کا اُسی سے ظہور ہوا اور بغیر اسکے کوئی شئے وجود مین نہ آئی۔

کلمہ مجسم ہو کر ہمارے یہان مقیم ہوا (ہمنے اسکی شان دیکھی - ایسین باپ کے اکلوتے بیٹے کی شان جلوہ گر ہوئی) اور رافت اور حق کے ساتھ رہا

یہودی تصوف کے رنگ مین حضرت عیسی کو کلمہ اور روح پہلے اسی انجیل مین کہا گیا مگر رفتہ رفتہ "ایک تین اور تین ایک" کی خالص عیسوی الٰہیات کی بنیاد اسپر قائم ہو گئی۔

(۲) اعمال حوارین - حضرت عیسے کے بعد آپکے حواریون نے جو کچھ کام کیے انکی تفصیل اسکے دیباچہ مین لکھا ہے کہ لوقا نے اپنی انجیل لکھنے کے بعد ان اعمال کو تھیوفلوس کی ہدایت کے واسطے لکھا۔

(۳) مجموعہ خطوط حوارین و مکاشفات یوحنا - اسمین سب سے بڑا حصہ سینٹ پال کے خطوط کا ہے جو یونانیون اور رومیون کے نام لکھے گئے - پال کا خط بنام تسولونیان ساکن مقدونیہ اناجیل اربعہ کی تحریر سے بھی قدیم مانا جاتا ہے اور بقول ہارنک حضرت عیسیٰ کے ۲۰ برس بعد لکھا گیا - مکاشفات یوحنا مین خداوند کا جلوہ فرشتون کی عجیب و غریب شکلون کا نظارہ عجیب الخلقت جانور اور آثار قیامت ورود مسیح چشمہ حیات اور بہشت و دوزخ کے حالات نہایت آب و تاب سے بیان کیے گئے ہین۔

ان کتابون کے علاوہ اور ۴۳ - اناجیل ۲۳ - اعمال حوارین اور ۹۰ - خطوط حوارین ہین جنکو بعض فرقے معتبر بعض نامعتبر کہتے ہین۔[۱]

انسائیکلوپیڈیا برٹینکا طبع جدید جلد ۳ مین "بائبل" پر ایک مبسوط اور عالمانہ مضمون لکھا گیا ہے جسکی ایک سرخی "جمع و ترتیب انجیل" سے ہم چند فقرات کا ترجمہ درج کرتے ہین جو قابل غور ہین۔

"یسوع اور اسکے حواریون کی کتابین اصل مین تورات تھین اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یسوع اور اسکے حواری دونون انھین کتابون پر قانع تھے - غالباً پورے دو سو برس بعد وفات مسیح ایسے تحریرات نظر آتے ہین جنکو کتب عیسوی کہہ سکتے ہین - عیسائیون کی پہلی نسل تحریر کتب کی طرف مائل نہ تھی - اتنا ہی نہین کہ کتاب لکھنے کے واسطے کوئی خاص وجہ نہ تھی بلکہ نہ لکھنے کے واسطے

[۱] ماخوذ از انسائیکلوپیڈیا برٹینکا طبع جدید جلد ۳ و ۱۵ تحت لفظ "بائبل" و "جیزس کرائسٹ" ۱۲

البتہ صریح علت موجود تھی یہ علت انکے اُس رجحان طبیعت مین مضمر تھی جسکو مسیح کی "حیات بعد الممات" سے تعبیر کرتے ہین عیسائیون کی پہلی نسل مسیح کے آسمان سے دوبارہ تشریف لانیکے روزانہ منتظر رہتی تھی - اصل یہ ہے کہ عیسائی نہ صرف "مسیحا" کے دوبارہ ورود کے منتظر تھے بلکہ رجعت یسوع کا انتظار کرتے تھے - یہود کا عقیدہ تھا کہ مسیحا مین صفات فوق البشر پائے جائینگے اسلیے یسوع کی پہلی تشریف آوری (جس سے نامرادی اور بیکسی ظاہر ہوئی) پر ورود "مسیحا" کا دعویٰ صادق نہوا اسلیے عیسائیون کی پہلی نسل جوش وخروش کے ساتھ یسوع کی بہت جلد ایسی آمد کے منتظر تھے جو جاہ وجلال اور عظمت وشان کے ساتھ ہو - قلوب کی یہ حالت ہو تو مستقل تصنیفات کی ضرورت ہی کیا تھی انکو تو یقین تھا کہ عنقریب خداوند سے بالمشافہ گفتگو ہوگی"-

(صفحہ ۱۷۲)

عیسائی علما کے اس "حق برزبان جاری" اقرار کے بعد اب ضرورت نہین کہ ہم اناجیل اربعہ یا دوسری کتابون پر کچھ تنقید کرین -

عقائد یہود کے ضمن مین ہم لکھ چکے ہین کہ کیونکر حضرت عیسیٰؑ کو یہودیون نے جعلی مسیح تصور کیا لیکن انکے مقابلہ مین عیسائیون نے آپ کو نہ صرف مسیح موعود بلکہ ابن اللہ اور ثالث ثلاثہ یقین کیا جو کفارہ کے طور پر مصلوب ہونے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر آسمان پر باپ کے پاس چلا گیا اور اب پھر جاہ وجلال کے ساتھ نازل ہوگا - اس اجمال کی تفصیل کیواسطے پہلے حضرت عیسیٰؑ کے واقعات زندگی پر غور کرنا چاہیے ذیل مین ہم فرانس کے مشہور محقق ریناں کی معرکۃ الآرا کتاب سیرت یسوع کا اقتباس درج کرتے ہین - فاضل موصوف حضرت عیسےٰ کے حیات کے دو جداگانہ دور قرار دیتا ہے - دور اول وہ ہے جب آپنے گیلیلی (شہر جلیل) کے گرد نواح مین مؤثر تمثیلون کے ذریعہ سے زہد - قناعت - مذمت دنیا اور تواضع پر وعظ کہنا شروع کیا اور درویشانہ زندگی بسر کرنے کی تعلیم دی - اس تعلیم سے اور نیز آپکے اس حیاتہ طرز عمل سے جو آپنے مغرور جبہ ودستار والے فریسیون (فقہائے یہود) کے برعکس غربا مساکین اور دل شکستہ گنہگارون پر رحم وکرم فرمانے سے اختیار کیا تھا آپ ہر دل عزیز ہو گئے لیکن اسکے ساتھ کسی نے آپ کو

یہ کہنا شروع کیا کہ آپ ہی الیاس یا یرمیاہ (جو ابتک زندہ مگر نظرون سے غائب سمجھے جاتے تھے) ہین اور جنکے ظہور سے دور مسیحا شروع ہوگا کسی نے یہ خیال کیا کہ آپ ہی مسیح موعود ہین۔ لیکن آپنے انکو ایسا کہنے سے منع کیا اتنا ہی نہین بلکہ ایک دن آپکے ایک حواری نے عرض کیا کہ اے نیک استاد مین کونسا نیک نیک کام کرون کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤن آپ نے فرمایا کہ "تو کیون مجھے نیک کہتا ہے نیک تو کوئی نہین مگر ایک یعنی خدا۔ لیکن اگر تو ایسی زندگی چاہتا ہے تو احکام کی تعمیل کر"

دوسرا دور وہ ہے جب آپ مع ۱۲ حواریون کے بیت المقدس کی زیارت کو تشریف لیگئے خلائق کے مجمع مین یکایک ایک نعرہ بلند اٹھا کہ یہی داؤد کا بیٹا (مسیح موعود) ہے لوگون نے اسکی تائید مین زور شور سے "ہمارا بادشاہ مبارک" (ہوشعنا ابن داؤد) کے نعرے لگائے غرض کہ آپ اس شان سے ہیکل مین تشریف لیگئے۔ دیکھا کہ عبادت کے عوض لوگ احاطہ حرم مین خرید فروخت کر رہے ہین اور ایک بازار لگا ہوا ہے۔ آپ سخت ناراض ہوے اور غصہ میں ان کے طور پر صرافون کے تختے اور کبوترون کی کابکین الٹ دین۔ یہ دیکھکر فقہا اور علما یہود غصہ کی آگ سے جلنے لگے۔ جب آپنے ہیکل مین بے خوف و خطر فریسیون (فقہا) اور احبار کی ریاکاری حب دنیا اور جاہ طلبی کی قلعی کھولکر صدق نیت اور زہد میں باطن کی طرف توجہ دلائی تو پیشوایان دین اپنی عظمت اور وقار کے جاتے رہنے کے خوف سے آپ کے دشمن ہوگئے اور قتل کے درپے ہوگئے۔ حضرت عیسیٰ سمجھ گئے کہ قاتلین انبیا اب آپ کو زندہ نہ چھوڑینگے آپ نے ان پر نفرین کرکے بیت المقدس کے تباہ و برباد ہونے کی پیشین گوئی کی اور اپنے مریدون کو اپنی موت کی خبر دیکر یہ وصیت کی کہ خبردار فریب مین مت آنا بہت سے مسیح ہونے کا دعوے کرینگے اور بہتون کو فریب دینگے جب تم جنگ و جدال کے ہولناک واقعات سننا تو پریشان مت ہونا۔ یہ ہونا ہے۔ آخر زمانہ مین فتنہ و فساد اور قتل و غارت کا بازار گرم ہوگا اور جب یہ سب مصائب گذر چکین گے تو سورج تاریک ہوجائیگا چاند مین روشنی اخذ کرنے کی قوت نہ رہیگی۔ ستارے آسمان سے گر جائینگے۔ آسمان مین تزلزل پیدا ہوگا۔ مریدون نے پوچھا کہ یہ وقت کب آئیگا۔ آپنے جواب دیا کہ نہ انسان نہ آسمان کے فرشتے اور نہ "ابن آدم" کوئی بھی اسوقت کو نہین جانتا ہے ہان اگر اسکا علم ہے تو خدا کو اسلیے ہوشیار رہو اور عبادت کرو کیونکہ تمکو

اس ساعت کی خبر نہین۔

حوارئین آپکے یہ الفاظ سنکر افسردہ ہو گئے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ آپ اسرائیل کی بادشاہت قائم کر کے جاہ و جلال سے حکومت کرینگے۔ انھین ایام مین ایک ایسا واقعہ پیش آیا جو آپ کی گرفتاری کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ آپ کے حواری چونکہ تارک الدنیا ہو کر آپکے ساتھ رہتے تھے اسلیے جو کچھ نذر نیاز کے طور پر ملتا تھا وہ سب آپ کے ایک حواری یہوداہ اسخریوطی کے پاس جمع ہوتا تھا وہ ان سب کے خورد و نوش کا سامان کرتا تھا اور سب کا خزانچی تھا۔ ایک دن حضرت عیسیٰ پریشانی کے عالم مین اپنے ایک دوست شمعون مبروص کے گھر تشریف لیگئے۔ ایک خوش عقیدہ عورت ایک قیمتی صندوقچہ مین خوشبودار تیل لائی اور آپ کے سر مبارک پر تیل ڈالکر صندوقچہ کو اس زمانہ کے رسم کے موافق تصدق کر کے توڑ ڈالا۔ یہ دیکھکر حواری اس عورت پر بہت خفا ہوے اور کہنے لگے کہ یہ کیا فضولخرچی تھی اگر یہ سب ہمکو دیتی تو ہم تین سو درہم کو فروخت کر کے اپنے مصرف مین لاتے۔ حضرت عیسیٰ کو حواریون کی یہ گدایانہ روش ناگوار گذری آپنے پر درد لہجہ مین فرمایا: اس عورت پر ناحق خفا ہوتے ہو اسنے میرے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ محتاج تو ہمیشہ تمھارے ساتھ رہینگے لیکن میرا اب آخری وقت ہے اس خوشبو سے میرا کفن معطر ہوگا اور جب لوگ انجیل کو پڑھینگے تو اس نیک عورت کو بھی یاد کرینگے۔[۲]

یہ سنکر حواری چپ ہو گئے لیکن یہوداہ دل مین پیچ و تاب کھاکر رہگیا اور آخر یہودیون سے سازش کر کے روپیہ کے لالچ مین مخبری کر دی۔ یہود چند سپاہی لیکر رات کے وقت دوڑ پڑے۔ حواری دشمن کی صورت دیکھکر آپ کو تنہا چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوے اور اسطرح وہ معصوم نبی اللہ گرفتار ہو گیا۔ یہودی شریعت مین ارتداد یا الحاد کی سزا سنگسار کرنا تھا مگر اُس زمانہ مین رومیون کی سلطنت تھی اور وہ یہودی شریعت سے مرتد ہونے کے جرم مین کسی کو سنگسار نہین کرتے تھے اسلیئے یہود نے حضرت عیسیٰ پر بادشاہ وقت سے باغی ہونے کی تہمت لگائی اور پائلٹ سے جو وہان کا گورنر تھا یہ کہا کہ یہ شخص خود کو یہود کا بادشاہ کہتا ہے اور لوگون کو ورغلاتا ہے۔ جرم بغاوت کی سزا صلیب پر چڑھاکر

---

[۱] متی باب ۱۶ آیت ۲۲ مین لکھا ہے کہ پطرس یہ سنکر کہنے لگا کہ خداوند آپ کا انجام ایسا نہوگا۔ مسیح نے خفا ہو کر کہا "دور ہو اے شیطان تو میرے واسطے ٹھوکر ہے"۔

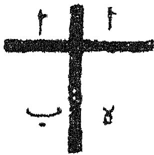
[۲] مرقس باب ۱۴ آیات ۳ لغایت ۹۔

مار ڈالنا تھی - اسلیے یہود نے پائلٹ سے درخواست کی کہ وہ صلیب پر چڑھا دیا جائے - انجیل یوحنا باب ۱۹ مین لکھا ہی کہ پائلٹ کو جرم کا پورے طور سے یقین نہوا اُسنے آپ کی مظلومی پر ترس کھا کر یہود سے کہا کہ عید فسح کی خوشی مین حاکم ایک قیدی آزاد کرتا ہی اسلیے حضرت عیسےٰ کو وہ چھوڑے دیتا ہی لیکن یہود نے غل مچایا کہ نہین نہین بلکہ ایک دوسرے قیدی کو جسکا نام براباس ہی چھوڑ دے - پائلٹ نے حکم دیا کہ اچھا حضرت عیسےٰ کو سولی دیجائے -

حضرت عیسےٰ کے مصلوب ہونے کا واقعہ

واقعہ صلیب کے متعلق مختلف ائین ہین - یہود اپنی شیخی سے یہ دعوے کرتے تھے کہ ہمنے حضرت عیسیٰ کو شریعت کے بموجب سنگسار کرکے صلیب پر لٹکا دیا - عیسائی سنگسار کرنا نہین تسلیم کرتے لیکن صلیب پر چڑھا کر مار ڈالنا تسلیم کرتے ہین اور دعوے کرتے ہین کہ بعد مصلوب ہونیکے حضرت عیسےٰ قبر مین دفن ہوے مگر مُردون مین سے جی اُٹھے اور حواریون سے ملے اور پھر آسمان پر چلے گئے اور اپنے باپ یعنی خدا کے دائین ہاتھ پر جا بیٹھے -

اس واقعہ پر بحث کرنے سے پہلے صلیب دیے جانے کا طریقہ سمجھ لینا چاہیے -



صلیب اس شکل کی ہوتی ہی - اسپر چڑھانے کا یہ طریق تھا کہ انسان کے دونون ہاتھ اُن لکڑیون پر جہان نشان آ بنا ہی پھیلاتے تھے اور اُسکی ہتھیلیون کو اُن لکڑیون سے ملا کر آہنی کیلون سے ٹھوک دیتے تھے - جہان نشان ب بنا ہی وہان ایک مضبوط لکڑی لگی ہوتی تھی جو دونون ٹانگون کے بیچ مین رہتی تھی اور انسان اسپر ٹک جاتا تھا اس سے غرض یہ تھی کہ انسان بدن کے بوجھ سے نیچے نہ کھسکنے پاوے پھر دونون پانون کو یا تو اوپر تلے رکھکر ایک لوہے کی میخ سے ٹھوک دیتے تھے یا رسّی سے خوب جکڑ کر باندھ دیتے تھے صلیب پر چڑھا دینے سے انسان جلد نہین مرتا تھا کیونکہ اسکی ہتھیلیان اور کبھی پاؤن بھی زخمی ہوتے تھے - اُسکے مرنے کا سبب یہ ہوتا تھا کہ چار چار پانچ پانچ دن تک اُسکو صلیب پر لٹکائے رہتے تھے اور ہاتھ پانون کے سوراخ اور بھوک اور پیاس اور دھوپ وغیرہ کا صدمہ اُٹھاتے اُٹھاتے کئی دن مین مرتا تھا - اب اس بات پر

غور کرنا چاہیئے کہ حضرت عیسیٰؑ کو کسطرح صلیب پر چڑھایا گیا تھا۔ جسدن آپ صلیب پر چڑھائے گئے وہ جمعہ کا دن تھا اور یہودیون کے عید فصح کا تہوار تھا دوپہر کے وقت آپ صلیب پر چڑھائے گئے مگر دن ختم ہوتے ہی یہود کا "سبت" (ہفتہ کا دن) شروع ہونیوالا تھا اور یہودی مذہب کے رو سے ضرور تھا کہ مقتول یا مصلوب کی لاش قبل ختم ہونے دن کے یعنی قبل شروع ہونے سبت کے (یہودیون کے یہان آفتاب غروب ہونیکے بعد سے دوسرے دن کا شمار کرتے تھے) دفن کر دیجائے مگر صلیب پر انسان اسقدر جلد نہین مر سکتا تھا اسلیے ایسے اوقات مین ٹانگین توڑکر مار ڈالتے تھے چنانچہ دو ڈاکو جنکو حضرت عیسےؑ کے ساتھ صلیب پر لٹکایا تھا انکو اسی طور سے مار ڈالا لیکن حضرت عیسےؑ کے متعلق ایک عجیب واقعہ پیش آیا آپ اگرچہ تین چار گھنٹے صلیب پر لٹکے رہے لیکن زہد و ریاضت کے باعث لاغر ہونے اور سخت کرب اور اذیت کے باعث ایک دلخراش نعرے کے ساتھ بیہوش ہو گئے تھے اور جسم مین حس و حرکت بالکل محسوس نہین ہوتی تھی اسلیے خیال ہوا کہ آپ کا دم نکل گیا اسلیے ٹانگین توڑنے کی ضرورت نہوئی کہا جاتا ہے کہ برچھی سے آپ کی پسلی زخمی کر دی گئی تھی لیکن یہ امر مشتبہ ہے کیونکہ اناجیل مین لکھا ہے کہ جب آپ نے دوبارہ زندہ ہوکر حواریون کو ہتھیلیون کے زخم دکھائے تو پسلی کے زخم کا نشان نہین دکھایا علاوہ اسکے صلیب پر لٹکنے کی حالت مین جب آپ پیاس کی شدت سے بیتاب ہوکے تو ایک رومی سپاہی نے آپ کی مظلومی سے متاثر ہوکر اپنے نیزہ پر ایک اسفنج پانی سے بھر کر آپ کے مونھ سے لگا دیا تھا معلوم ہوتا ہے کہ اپنے حاکم پائلٹ کی طرح رومی سپاہی بھی آپ کی موت سے کارہ تھے اسلیے قیاس کہتا ہے کہ جسوقت انھون نے آپ کو بے حس و حرکت پا کر مردہ تصور کیا ہوگا تو برچھی سے زخمی نہ کیا ہوگا اور اگر کیا بھی ہوگا تو ہلکا سا چرکا دیا ہوگا۔ بہرحال شام کے وقت یروشلم کا ایک صاحب اثر شخص یوسف جو آپ کا معتقد تھا حاکم کے پاس لاش کے دفن کرنے کی اجازت لینے آیا پائلٹ نے متعجب ہوکر پوچھا کہ اسقدر جلد کیونکر مر گئے۔ اسقدر جلد مرجانے کی خبر سے کچھ حاکم ہی کو تعجب نہین ہوا بلکہ عیسائی بھی اسکو ناممکن سمجھتے تھے اسلیے تیسری صدی عیسوی مین علما نے اسقدر جلد صلیب پر مرجانا آپ کا مختص معجزہ قرار دیا۔ غرض کہ یوسف نے اجازت حاصل کرکے آپکے جسد مبارک کو ایک لحد مین رکھکر اوپر سے

ایک بھاری پتھر ڈھک دیا لیکن رات کے وقت آپ اس لحد مین نہ تھے - اسکی تحقیق مشکل ہی کہ آپ کو کسنے نکال لیا - صبح کے وقت یہودنے اس خیال سے کہ آپ کی لاش کوئی لے نہ جائے حاکم کی اجازت سے وہان پہرہ متعین کر دیا مگر اب کیا فائدہ تھا جو کچھ ہونا تھا وہ اس سے پہلے ہو چکا تھا -

جب اس تمام واقعہ پر مورخانہ طور پر نظر ڈالی جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہی کہ حضرت عیسیٰ صلیب پر مرے نہ تھے بلکہ اُنپر ایسی حالت طاری ہو گئی تھی کہ لوگون نے انکو مردہ سمجھا تھا - اس امر کی نظیرین کہ صلیب پر سے لوگ زندہ اُترے ہین تاریخ مین موجود ہین - ڈاکٹر کلارک نے متی کی انجیل کی تفسیر مین لکھا ہی کہ ایسی کئی مثالین ہین کہ شخص مصلوب کئی دن تک زندہ رہا ہی - ہیروڈوٹس مورخ لکھتا ہی کہ سندوکیس بحکم دارا صلیب پر چڑھایا گیا مگر پھر اُسکے حکم سے اُتار لیا گیا اور زندہ رہا - یوسی فس مورخ اپنی سوانح عمری مین لکھتا ہی کہ ایک مرتبہ قیصر ٹائی ٹس کے حکم سے بہت سے قیدی صلیب پر چڑھائے گئے اسمین سے تین آدمی اسکے ملاقاتی تھے اُسنے بادشاہ سے انکی سفارش کی اور وہ صلیب پر سے اُتارے گئے اور اُنکا معالجہ کیا گیا مگر انمین سے دو مر گئے لیکن ایک اچھا ہو گیا - حضرت عیسیٰ پانچ چار گھنٹے کے بعد صلیب پر سے اتار لیے گئے تھے اور جو واقعات مذکورہ بالا پیش آئے اُن سے یقین ہوتا ہی کہ وہ زندہ تھے - رات کو وہ لحد سے نکال لیے گئے اور مخفی طور پر اپنے معتقدون کی حفاظت مین رہے - حواریون نے انکو دیکھا ہوگا اور ملاقات کی ہوگی اور پھر کسی وقت (اعمال حوارین باب مین لکھا ہی کہ چالیس دن تک آپ دوبارہ زندہ ہوکر حوارین مین رہے) اپنی موت سے انتقال فرما گئے - بلا شبہہ آپ کو یہودیون کی عداوت کے خوف سے نہایت مخفی طور پر کسی نامعلوم مقام پر دفن کر دیا ہوگا جو اب تک نامعلوم ہی اور یہ مشہور کیا ہوگا کہ یہودیون نے جسکو مصلوب کیا تھا وہ دوبارہ زندہ ہوکر بادلون مین لپٹا ہوا آسمان پر چڑھ گیا - حضرت موسیٰ کی وفات کے وقت بھی نہایت شبہہ تھا کہ بنی اسرائیل جو پہاڑون اور جنگلون مین پھرتے پھرتے اور دشمنون سے لڑتے لڑتے حضرت موسیٰ سے سخت ناراض تھے آپ کی لاش کے ساتھ کیا سلوک کرینگے اسلیے ایک غار مین مخفی طور پر دفن کیا اور آجتک کسی کو اسکا پتہ معلوم نہین (توریت کتاب پنجم باب ۳۴)

حضرت علیؑ مرتضی کا جنازہ بھی خوارج کے خوف سے اسیطرح مخفی بطور پر دفن کیا گیا حالانکہ خوارج کا خوف بہ نسبت یہودیوں کے بہت کم تھا۔ پھر بعضوں نے حضرت علی مرتضے کی نسبت بھی یہی مشہور کر دیا کہ آپ آسمان پر تشریف لیگئے اور بعضوں نے الوہیت کے درجہ پر پہونچا دیا[۱]۔

واقعہ صلیب کے متعلق کلام مجید کی شہادت

اب ہمکو غور کرنا چاہیے کہ اس واقعہ کے متعلق کلام مجید میں کیا لکھا ہے۔ ذیل میں ہم چند آیات درج کرتے ہیں۔

پہلی آیت

اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَہِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ..... (سورۂ آل عمران)

جب خدا نے کہا اے عیسے بیشک میں تجھکو موت دینے والا ہوں اور اپنے پاس اٹھا لینے والا ہوں اور تجھکو پاک کرنیوالا ہوں اُن لوگوں سے جو کافر ہوئے .....

دوسری آیت

مَا قُلْتُ لَھُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ بِہٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ وَکُنْتُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْھِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدٌ۔ (سورۂ مائدہ)

میں نے اُنسے نہیں کہا بجز اُسکے جسکا تو نے مجھکو حکم دیا تھا کہ خدا کی عبادت کرو جو میرا اور تمھارا پروردگار ہے اور جب تک میں انمیں رہا انپر گواہ تھا پھر جب تو نے مجھکو وفات دی تو تو انپر نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔

تیسری آیت

وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا وَّبَرًّا بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا۔ وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا۔ (سورۂ مریم)

اور مجھکو حکم دیا ہے نماز کا اور زکوۃ کا جب تک کہ میں زندہ رہوں اور اپنی ماں کے ساتھ نیکی کرنے کا اور مجھکو جبار اور شقی نہیں بنایا ہے اور مجھپر سلامتی ہے جسدن کہ میں پیدا ہوا اور جسدن کہ مرونگا اور جسدن کہ پھر زندہ ہو کر اٹھونگا (بروز حشر)

[۱] یہ قول غلاۃ کا ہے جنکا پیشرو عبداللہ بن سبا ہے وہ کہتا تھا کہ حضرت علی مرتضے آسمان پر زندہ تشریف لیگئے اور اب دوبارہ نازل ہو کر زمین کو عدل سے بھر دینگے۔ گویا عیسائیوں کی رجعت مسیح کی طرح وہ حضرت علی کی رجعت کا قائل تھا۔ اسی طرح کیسانیہ محمد بن حنفیہ کی رجعت کے قائل ہوے اور انکو مہدی موعود کا لقب دیا۔
(ملل ونحل شہرستانی صفحہ ۱۹۵ و ۱۹۷)

چوتھی آیت

وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۔ (سورۂ نساء)

(یہودی) کہتے تھے کہ ہمنے مسیح عیسی بن مریم رسول خدا کو قتل کر ڈالا حالانکہ نہ انھون نے انکو قتل کیا اور نہ صلیب پر مار ڈالا لیکن انپر (مصلوب پر مار ڈالنے کی) شبہہ کر دیگئی اور جو لوگ کہ اسمین اختلاف کرتے ہین البتہ اس بات مین شک مین پڑے ہین انکو اسکا یقین نہین ہے بجز گمان کی پیروی کے انھون نے اسکو یقینا قتل نہین کیا بلکہ خدا نے اپنے پاس اسکو اٹھا لیا۔

پہلی آیت مین صاف لفظ **متوفیک** واقع ہے جسکے معنی عموما ایسے مقام پر موت کے لیے جاتے ہین خود قرآن مجید سے اسکی تفسیر پائی جاتی ہے جہان خدا نے فرمایا اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتھا۔ ابن عباسؓ اور محمد بن اسحق نے بھی جیسا کہ تفسیر کبیر مین لکھا ہے اس آیت مین "متوفیک" کے معنی "   " کے لیے ہین یہی حال لفظ **توفیتنی** کا ہے جو دوسری آیت مین ہے اور جسکے صاف معنی یہ ہین کہ جب تو نے مجھکو موت دی یعنی جب مین مر گیا اور انمین نہین رہا تو تو انکا نگہبان تھا۔ اس آیت مین ایک اور لفظ بھی قابل غور ہے یعنی **مادمت فیہم** اسکے صاف معنی یہ ہین کہ جب تک مین زندہ تھا اسکی تشریح خود تیسری آیت مین موجود ہے جہان فرمایا ہے **مادمت حیا** پس صاف ظاہر ہے کہ جو معنی حیا کے ہین وہی مطلب فیہم سے نکلتا ہے۔ اسکے بعد ہی **فلما توفیتنی** تو اس سے اور بھی صاف طور سے ظاہر ہو گیا کہ اس لفظ سے حیا ہی مراد تھی اور مطلب بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ جب تک مین ان مین تھا یعنی زندہ تھا تو مین انپر شاہد تھا لیکن جب تو نے مجھے موت دی تو تو ہی انکا نگہبان رہا۔ پس ان آیتون سے اس دنیا ہی مین حضرت عیسی کا زندہ رہنا اور پھر اس دنیا ہی مین اپنی موت سے مرجانا بخوبی ظاہر ہوتا ہے۔

عام طور سے جو کچھ غلط فہمی پھیلی ہے وہ لفظ **رفع** سے جو پہلی اور چوتھی آیت مین واقع ہے حالانکہ اس لفظ سے علی الرغم یہود جو مصلوب کو ملعون کہا کرتے تھے صرف حضرت عیسی کی قدر و منزلت کا اظہار مقصود ہے نہ یہ کہ مجسم آسمان پر زندہ اٹھا لینا۔ تفسیر کبیر مین بعض علما کا قول لکھا ہے کہ لفظ رفع کا تعظیما اور

تفخیماً بولا گیا ہے " قولہ رافعک الی ان المراد الی محل کرامتی وجعل ذلک رفعا الیہ للتفخیم والتعظیم "

اب باقی رہی چوتھی آیت مگر جب یہ تحقیق ہو گیا کہ یہودی یہ دعوی کرتے تھے کہ ہمنے حضرت عیسیٰ کو سنگسار کر کے قتل کیا تھا اور عیسائی یہ یقین کرتے تھے کہ یہود نے صلیب پر حضرت عیسیٰ کو مار ڈالا حالانکہ یہ دونون باتین غلط تھین۔ وہ سنگسار تو ہرگز نہین ہوے صلیب پر البتہ لٹکائے گئے مگر اُسپر مرے نہین ان دونون عقیدون کے رد کرنے کو خدا نے فرمایا کہ ماقتلوہ وماصلبوہ پہلے ما نافیہ سے نفس قتل کا سلب ہوتا ہی اور دوسرے سے کمال صلیب کا کیونکہ صلیب پر چڑھانے کی تکمیل اُسیوقت تھی جب صلیب کے سبب سے موت واقع ہوتی حالانکہ صلیب پر موت واقع نہین ہوئی۔ ولکن شبہ لھم سے اور زیادہ تشریح اس مطلب کی ہوتی ہی تشبیہ مین چار چیزین ہوتی ہین مشبہ مشبہ بہ وجہ تشبیہ اور مشبہ لہ اس آیت مین صرف دو چیزین بیان ہوئین ایک مشبہ جو حضرت عیسے تھے دوسرے مشبہ لہم جو یہودی تھے اور درپے قتل مسیح تھے مشبہ بہ قرآن مین مذکور نہین علمای اسلام نے جب بعض عیسائی فرقون کا یہ قول پایا کہ شمعون یا یہودا صلیب پر چڑھایا گیا تھا تو اُنھون نے یہودا یا شمعون کو مشبہ اور حضرت عیسے کو مشبہ بہ اور یہودا یا شمعون کی تبدیل صورت کو وجہ تشبیہ قرار دیدیا حالانکہ یہان صرف مشبہ بہ محذوف ہی اور وہ موتی ہی اور وجہ تشبیہ وہ حالت ہی جو حضرت عیسیٰ پر طاری ہوئی تھی جسکے سبب وہ مردہ تصور ہوے تھے پس تقدیر آیت کی یہ ہی وماصلبوہ ولکن شبہ لھم بالموتی اسکی زیادہ تصریح اسی آیت کے اگلے لفظون سے ہوتی ہی جہان خدا نے فرمایا وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ مالھم بہ من علم الا اتباع الظن (جو لوگ اسمین اختلاف کرتے ہین وہ شک مین ہین اُنکو کچھ علم نہین ہی بجز گمان کی پیروی کے) اور پھر اسکے بعد تاکیداً اور یقیناً فرمایا کہ اُنھون نے عیسے کو قتل نہین کیا وماقتلوہ یقیناً مگر صلیب کا اس مقام پر کچھ ذکر نہین کیا بلکہ قتل کی نفی کی اور اس سے بخوبی ثابت ہوا کہ اوپر کے الفاظ مین جو صلیب کی نفی کی تھی اُس سے نفی قتل بالصلیب مراد تھی نہ مطلق صلیب کی۔[1]

---

[1] اس استدلال کا ماخذ تفسیر القرآن جلد دوم صفحات ۴۶ لغایت ۵۰ مؤلفہ سید احمد خان ہی۔ مرحوم سرسید کو لوگ مفسر قرآن مانین یا نہ مانین ہمارا تو اسپر عمل ہی کہ ہم یہ نہین دیکھتے کہ کس نے کہا بلکہ یہ دیکھتے ہین کہ کیا کہا ہے

مبین کہ گفت لپسندیدہ گفت گر بشنو   کہ گفت سر در ما انظروا الی ما قال

ان آیات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اصل واقعہ کیا تھا جسپر یہود کی شیخی اور عیسائیون کی وہم پرستی نے پردہ ڈال دیا تھا۔ جبکہ ایک فریق اس معصوم پیغمبر کو معاذ اللہ "مصلوب ملعون" کہتا تھا اور دوسرا فریق توبہ توبہ "مرکر جی اُٹھنے والا خدا کا بیٹا" سمجھتا تھا نبی امی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمکو سچی بات بتادی۔ کیون نہین حضرت عیسےٰ خود پیشین گوئی کر گئے تھے کہ جب روح حق کا ظہور ہوگا تو وہ تمکو تمام ترسچائی کی طرف ہدایت کریگا کیونکہ وہ اپنے طرف سے کچھ نہ کہیگا بلکہ جو کچھ اُسپر القا ہوگا وہی کہیگا۔ وہ تمکو آنیوالی باتون کا نشان بتائیگا اور میری عظمت کریگا (یوحنا باب ۱۶۔ آیات ۱۳ و ۱۴)

وہ روح حق کون ہے ؟ وہی جس نے جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ کا ڈنکہ بجادیا۔ وہی جسکی شان یہ ہے۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔ وہی جس نے حضرت عیسےٰ اور تمام رسول اور نبیوں کی سچی عظمت کرنے کی ہمکو تعلیم دی۔

انتباہ۔ عام طور سے مسلمانون مین بھی واقعہ صلیب کے متعلق غلط فہمی پھیل گئی ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ اہل کتاب کے اقوال احادیث نبوی کے نام سے مشہور ہوگئے ہین لیکن جبکہ کلام مجید کی کھلی ہوئی شہادت موجود ہے تو اسکے مقابلہ مین وہ حجت نہین ہوسکتے۔ علامۂ ابن الجوزی جو فن روایت کے مجتہد اور درایت کے امام تھے فرماتے ہین

کل حدیث رأیتہ یخالف العقول او یناقض الاصول فاعلم انہ موضوع فلا تتکلف اعتبارہ ای تعتبر رواتہ ولا تنظر فی جرحہم او یکون مما یدفعہ الحس والمشاھدۃ او مباینا لنص الکتاب (فتح المغیث صفحہ ۱۱۴)	جس حدیث کو دیکھو کہ عقل کے مخالف ہے یا اصول کے مخالف ہے اسکو جان لو کہ موضوع ہے پھر اس تکلیف کی ضرورت نہین کہ اسکے راویون کی جانچ ہو اور انکے بیان کی تنقید کیجائے یا وہ حدیث جو مشاہدات کے مخالف ہو یا نص قرآن کے (مخالف ہو موضوع سمجھی جائیگی)

خطیب بغدادی فرماتے ہین

ان من جملۃ دلائل الوضع ان یکون مخالفا للعقل بحیث لا یقبل التاویل ویلحق بہ ما یدفعہ الحس	حدیث کے موضوع ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ وہ حدیث اسقدر عقل کے مخالف ہو کہ اسکی تاویل بھی نہ ہوسکتی ہو اسی مین یہ بھی شامل ہے

لے اسکے متعلق ہم اس کتاب کے حصہ دوم مین بحث کرینگے ۱۲

والمشاهدة او یکون منافیا للدلالة الکتاب القطعیة او السنة المتواترة او الاجماع القطعی۔ (تدریب الراوی صفحہ ۹۱)	کہ محسوسات اور مشاہدات اس حدیث کے مخالف ہون یا وہ قرآن کے قطعی مفہوم کے یا حدیث متواتر کے یا اجماع قطعی کے مخالف ہو۔

واقعہ صلیب کی صلیت ظاہر کرنیکے بعد اب ہم پھر عیسائیون کے عقائد کی طرف رجوع کرتے ہین۔

سینٹ پال کے تعلیمات

پال جسکا اصلی نام سال تھا شہر طرطوس کا جس پر اس زمانہ مین رومیون کا قبضہ تھا باشندہ تھا۔ ابتدائے جوش یہودیت مین دین عیسوی کا سخت دشمن تھا اور حواریون کو آزار دیتا تھا یہانتک کہ اسٹیفن حواری کے شہید کرنے مین خود بھی شریک تھا لیکن ایک دن یہ مشہور کرکے کہ مین نے آسمان سے مسیح مصلوب کو نازل ہوتے دیکھا اور انکے ہاتھ پر توبہ کرلی ہے زمرۂ حوارین مین شامل ہونے کا دعوی کیا[۱]۔ حواریون نے پہلے انکار کیا لیکن برنباس کی سفارش سے جماعت مین داخل کرلیا۔ پال کے متعلق اعمال حوارین باب ۹۔ آیات ۲۰ و ۲۹ مین لکھا ہے کہ اُسنے سب سے پہلے مسیح کے ابن اللہ ہونے کا دعوے بے خوف وخطر پیش کیا۔ آخر مین پال حواریون سے خفا ہوکر الگ ہوگیا[۲]۔ اب اسنے اپنے طور پر حضرت عیسےٰؑ کے حالات بت پرست رومیون اور یونانیون کے توہمات کے قالب مین ڈھالکر پیش کیے اور اقوام غیر یہود (جنٹائلز) کا رسول مشہور ہوا۔ اس دعوے کے ثبوت مین ہم دو مثالین پیش کرتے ہین۔

اول ضمیر متکلم کی جگہہ اکثر حضرت عیسے نے خود کو "ابن آدم" کہا ہے جسطرح انبیای بنی اسرائیل کہا کرتے ہین۔ حضرت حزقیل فرماتے ہین "خدا نے مجھ سے کہا کہ اے ابن آدم" گمراہ بنی اسرائیل کی طرف جا اور اُنکو ہدایت کر (کتاب حزقیل باب ۲ آیت ۳) تورات کے ایک دوسرے مقام پر خدا نے بنی اسرائیل کو اپنا بیٹا کہا ہے۔ دیکھو کتاب ہوسیا باب ۱۱ آیت ۱ "خدا کہتا ہے کہ جب اسرائیل بچہ تھا تو مین اسکو پیار کرتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ میرا بیٹا مصر سے آیا ہے"۔

سینٹ پال نے ان الفاظ سے فائدہ اُٹھاکر یونانیون اور رومیون کو جو دیوتاؤن کے توالد اور تناسل کے پیشتر ہی سے قائل تھے یہ تعلیم دی کہ حضرت عیسیٰؑ واقعی ابن اللہ تھے تاکہ آپکی عظمت اُنکے

[۱] اعمال حوارین باب ۹۔ آیات ۴ و ۶۔ [۲] نامہ گلاتیون باب ۲۔

دلون مین راسخ ہوجائے - اسی نکتہ کی طرف کلام مجید مین حق تعالی اشارہ فرماتا ہے -

وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم اور نصاری نے کہا کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے یہ انکا کہنا اپنے موٗنھہ سے

بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ ہے - انکی باتین اگلے کافرون کی ایسی ہو گئی ہین - اللہ

قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ - (سورۃ التوبہ) انکو ہلاک کرے یہ کہان بہکے جاتے ہین -

دوم - بت پرستون کے عقیدہ مین دیوتا مر بھی جاتے ہین لیکن پھر کسی نہ کسی طرح زندہ بھی ہوجاتے ہین مصریون کے دیوتا اسارس کے جسم کے ۱۴ ٹکڑے کیے گئے مگر اپنے بیٹے ہورس کی مدد سے پھر زندہ ہوگیا - بابل والون کی دیوی الیستر دوزخ مین مردون سے بدتر ہوگئی مگر پھر صحیح وسالم واپس آگئی غرض کہ اس قسم کے بہت سے افسانے بت پرستون مین مشہور تھے - پال نے مسیح کا مصلوب ہوکر تیسرے دن مُردون مین سے زندہ ہوکر آسمان پر چڑھ جانا اور باپ کے داہنے ہاتھہ پر بیٹھنا اسی قبیل سے سمجھا[1] یا اور بت پرستون نے بے چون وچرا تسلیم کرلیا -

الغرض حضرت عیسے کو الوہیت کے درجہ پر پہونچانے کے واسطے جو بنیادی پتھر جناب سینٹ پال نے رکھا اُسی پر جوش غلو مین دین عیسوی کی عمارت قائم ہوئی - حق تعالی ارشاد فرماتا ہے

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا اے اہل کتاب (نصاری) دین مین حد سے نہ بڑھو اور اللہ پر وہی کہو

عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ جو سچ ہے سچ تو یہ ہے کہ مسیح عیسے مریم کا بیٹا اللہ کا رسول تھا اور

رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ اسکا کلام تھا جو مریم تک اُسنے پہونچادیا اور اسکی روح تھا پس اللہ

مِّنْهُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ اور اسکے پیغمبرون پر ایمان لاؤ اور تین خدا نہ کہو اس سے باز آؤ

انتَهُوا خَيْرًا لَّكُمْ (سورۃ النساء) یہ تمھارے واسطے بہتر ہوگا -

مسئلہ تثلیث کے متعلق ہم جلد دوم مین بحث کرینگے یہان ہم اب اصل مطلب یعنی عیسائیون کے عقائد متعلق معاد کی طرف رجوع کرتے ہین -

---

[1] اس مقدس جھوٹ کو جناب پال اپنے خط رومیان باب ۳ ورس ۷ مین بہت فخر سے بیان کرتے ہین کہ "اگر میرے جھوٹ کے سبب خدا کی سچائی ظاہر ہوئی اور اُسکی بزرگی زیادہ ہوئی تو کسلیے مین گنہگار گنا جاتا ہون"

حضرت عیسے نے چونکہ صاف کہدیا تھا کہ "مین توریت کو منسوخ کرنے نہین آیا بلکہ پورا کرنے آیا ہون اور جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جاوین توریت کا ایک نقطہ یا ایک شوشہ ہرگز نہ ملیگا"[۵۱] اس لیے اناجیل اربعہ مین حیات بعد الممات اور حشر ونشر کے متعلق وہی یہود کے عقائد قائم رہے لیکن اسقدر اضافہ کے ساتھ کہ مسیح نے مردون کو زندہ کردیا - آپ کی مصلوبی کے وقت نیک لوگون کی لاشین قبرون سے نکل کر اٹھ کھڑی ہوئین[۵۲] - خود یسوع مسیح تین دن مردہ رہنے کے بعد جی اٹھا اور آسمان پر چڑھ گیا اور باپ کے داہنے ہاتھ پر بیٹھ کر قیامت کے دن انصاف کریگا اسدن اسکے قریب حواریون کے واسطے ۱۲ تخت بچھائے جائینگے اور وہ بنی اسرائیل کے ۱۲ اسباط کا انصاف کرینگے متقدین بہشت مین جائینگے جہان خدا اپنی آستین سے انکے آنسو پوچھیگا اور انگور کی شراب پلائیگا منکرین کو جلتی ہوئی آگ مین جھونک دینگے جہان وہ روئینگے اور دانت پیسینگے اور ابدالآباد تک معذب رہینگے[۵۳]

اناجیل اربعہ کا یہ مختصر بیان اعجوبہ پسند عیسائیون کے واسطے کافی نہوا اسلیے پارسیون کے نامہ ارداویراف کی طرح یوحنا نے بھی عالم بالا کی سیر کرکے اپنے مکاشفات لکھے جنکو الہامی سمجھکر جزو اناجیل یقین کرتے ہین - ذیل مین ہم چند مکاشفات کا ترجمہ درج کرتے ہین -

مکاشفات یوحنا اسکے بعد مین نے نگاہ کی تو دیکھا آسمان پر ایک دروازہ کھلا ہے - پہلی آواز جو مین نے سنی صور کی سی تھی جو مجھسے مخاطب ہوئے - اس نے کہا اوپر آ مین تجھے آج وہ باتین دکھاؤنگا جو اسکے بعد ضروری ہونگی - یہ سنتے ہی مین روح مین جا ملا - مین نے ایک تخت لگا ہوا دیکھا

[۵۱] متی باب ۵ آیت ۱۷ و ۱۸ - [۵۲] متی باب ۲۷ آیت ۵۲ -

[۵۳] متی باب ۱۹ آیت ۲۸ و باب ۲۶ آیت ۲۹ - لوقا باب ۱۳ آیت ۲۸ - آجکل عیسائی یہ کہتے ہین کہ اناجیل مین جسمانی لذات بہشت کا تذکرہ نہین ہے لیکن یہ غلطی ہے - انجیل مین تمام تر جسمانی لذات کا ذکر ہے - البتہ متی کے باب ۲۲ مین ایک مقام پر نیکون کو فرشتون سے تشبیہ دیگئی ہے اسکی وجہ یہ تھی کہ صدوقی جو منکر معاد تھے حضرت عیسے سے ایک معما حل کرانے لائے وہ یہ کہ توریت کے احکام کے مطابق اگر کوئی شخص لاولد مرجائے تو اسکا بھائی اپنی بھاوج سے شادی کرکے اولاد پیدا کرے اب فرض کرو کہ وہ بھی لاولد مرگیا عورت دوسرے بھائی کے تحت مین آئی اسی طرح سات بھائیون نے شادی کی اور آخر مین لاولد ہی مری اب قیامت مین یہ عورت کس بھائی کو دی جائیگی - حضرت عیسے نے فرمایا کہ قیامت مین شادی بیاہ کیسا وہان تو لوگ خدا کے فرشتون کی طرح زندگی بسر کرینگے ۱۲ -

اور اُسپر مجھے ایک شخص بیٹھا نظر آیا وہ شخص سنگ یشم اور عقیق کا سا تھا اور ایک قوس قزح جو دیکھنے مین زمرد کے مانند تھی اس تخت کے گرد لپٹی ہوئی تھی - اُس تخت کے آس پاس ۲۴ تخت اور تھے ان تختون پر ۲۴ بزرگ سفید لباس پہنے ہوے دیکھے انکے سر پر سونے کے تاج تھے - بجلی - گرج اور آوازین تخت سے نکلتی تھین اور آگ کے سات چراغ تخت کے آگے روشن تھے - یہی چراغ خدا کی سات روحین ہین - اس تخت کے سامنے شیشہ کا سمندر بلور کی طرح موجین مار رہا تھا اور تخت کے بیچ مین اور تخت کے گرد چار ایسے جاندار تھے جنکے تمام جسم پر آنکھین ہی آنکھین تھین - پہلا جاندار شیر ببر کی طرح تھا - دوسرا بچھڑے کی شکل کا تیسرا آدمی کی شکل کا - چوتھا اُڑتے ہوے عقاب کی صورت کا - ان چارون کے چھ چھ پر تھے اور چارون طرف جسم کے ہر حصہ مین آنکھین تھین اور رات دن انھین قدوس قدوس کہنے کے سوا اور کوئی کام نہین (باب ۴)

پھر مین نے نظر کی تو دیکھا کہ ہر قوم اور ہر فرقے کے لوگ جنکا شمار ممکن نہ تھا سفید جامہ پہنے اور خرمہ کی ڈالیان ہاتھ مین لیے اُس تخت کے آگے اور برّے (حضرت عیسے سے مراد ہی جو فدیہ کے طور پر مصلوب ہوے) کے حضور کھڑے ہین وہ غل مچا مچا کے کہہ رہے ہین نجات ہمارے خدا کو اور اس برّے کو جو تخت پر بیٹھا ہی - (باب ۷)

پھر مین نے دیکھا کہ ایک فرشتہ آسمان سے اُترا اسکے پاس جہنم کی کنجی تھی اور ایک طولانی زنجیر تھی اُسنے اژدہے یعنی شیطان کو پکڑ لیا اور ہزار برس تک قید رکھا اور اسکو تحت الثریٰ مین پھینک دیا اور دروازہ بند کر کے مہر لگا دی تاکہ وہ خلائق کو گمراہ نکرے - مین نے دیکھا کہ تخت بچھا دیے گئے اور انصاف ہونے لگا - جنھون نے یسوع اور کلمۂ حق کی راہ مین سر دیا جنھون نے دجّال کی پرستش نہین کی نہ اُسکا بت پوجا نہ اُسکا نشان پیشانی اور ہاتھون پر لگایا یہ سب لوگ زندہ ہوگئے اور ہزار برس تک مسیح کے ساتھ حکمران رہے لیکن بقیہ مردے ویسے ہی رہے جبتک ہزار برس پورے نہوے - یہ بعثت اولی تھی - مبارک ہی وہ جو اس بعثت اولی مین شریک ہوا اب انپر آخری موت کا زور نہین چل سکتا - یہ لوگ خدا اور مسیح کے نائب ہین اور مسیح کے ساتھ ہزار برس تک حکومت کرینگے

ہزار برس کے بعد شیطان کو قید سے نکالینگے وہ یاجوج اور ماجوج کو جو سمندر کی ریت کی طرح شمار
مین ہین جاکر بہکائیگا اور فساد ڈلوائیگا وہ وسیع زمین مین پھیل جائینگے اور ولیون کے خیمہ کو
اور مقدس شہر کو گھیر لینگے لیکن آسمان سے آگ برسیگی اور اُنکو فنا کردیگی - گمراہ کرنیوالا شیطان
آتشین سمندر مین ڈال دیا جائیگا اور دجال اور جھوٹے پیغمبر بھی اور ان سب کو شب و روز ابدالآباد
تک عذاب ہوتا رہیگا - موت اور دوزخ کو آتشین سمندر مین جھونک دینگے اسکا نام فنای آخر ہے (باب ۲۰)
پھر مجھے بہشت کا نظارہ دکھایا گیا جو جواہرات کی طرح جگمگاتی تھی - اسکی دیوارین بلند اور بڑی
تھین اسمین بارہ ۱۲ پھاٹک تھے جنپر ۱۲ فرشتے دربانی کرتے تھے - ہر پھاٹک پر بارہ اسباط بنی اسرائیل
کے نام درج تھے - دیوار کے بارہ آثار تھے جن پر ۱۲ حواریون اور برہ (مسیح) کے نام منقوش تھے - دیوارین
ہر قسم کے جواہرات مثلاً زمرد عقیق لعل فیروزہ نیلم پکھراج وغیرہ وغیرہ سے بنائی گئی تھین اور پھاٹک
موتیون کے بارہ دانون سے - سڑکین خالص سونے کی اور صاف اور شفاف - (باب ۲۱) اور مین نے
دیکھا کہ آب حیات کا دریا خدا اور برے کے تخت کے نیچے سے بہہ رہا تھا - سڑک کے بیچ مین اور دریا
کے دونون جانب زندگی کا درخت اُگا تھا جسمین بارہ قسم کے پھل تھے جو ہر مہینے پھلتے تھے - اسکی
پتیان قومون کو صحت بخشنے والی تھین - رات کا وہان گذر نہین - نہ شمع کی ضرورت اور نہ آفتاب
کی روشنی کی حاجت ہے کیونکہ خدا خود اُنکو نور بخشتا ہے اور بہشتیونکو وہان ابدالآباد تک رہنا نصیب ہوگا (باب ۲۲)

مکاشفات یوحنا کے طرز پر عیسائیون کے ہولی فادرز (ائمہ دین) اور پاپاؤن اور ولیون
نے معاد کے متعلق جو حالات لکھے ہین اگر انکا اقتباس ہم یہان درج کرین تو ناظرین یہ سمجھینگے
کہ ہم "طلسم ہوش ربا" یا "بیتال پچیسی" کے قصے کہانیان لکھ رہے ہین لیکن حقیقت یہ ہے
کہ مسیحیت کا واہمہ غضب کا خلاق تھا -

انتباہ - افسوس ہے کہ مسلمانون نے بھی اہل کتاب کے اُن بادر ہوا افسانون کو قبول عام
کی سند دے رکھی ہے مثال کے طور پر ہم دجال کا ذکر کرتے ہین -

مکاشفات یوحنا کے مذکورہ بالا اقتباس مین دجال کا مذکور ہوچکا ہے سینٹ پال نامہ دوم

تھسلونیکین باب ۲ آیت ۸ مین کہتا ہے

شیطان کے فساد کے بعد جب دجال جو تمام تر قدرت اور کرشمون اور شعبدون کے ساتھ پیدا ہوگا تو خداوند اُسکو اپنے منہ کی پھونک (دم عیسے) سے بھسم کردیگا اور اپنے نور ظہور سے فنا کردیگا۔

[illegible] عیسائیون نے ان اقوال کی بنا پر دجال کے متعلق عجیب و غریب قصّے گڑھ لیے اور مسلمانون مین بھی وہی روایتین مشہور ہوگئین۔ علامہ ابن خلدون نے ایسے تمام روایات کی غلطی خوب کھول دی ہے۔ لکھتے ہین۔

عرب کے لوگ اہل کتاب نہ تھے اور نہ انہین علم تھا۔ بدویانہ	ان العرب لم یکونوا اهل کتاب ولا علم وانما غلبت علیهم
زندگی اور جہالت انپر غالب تھی۔ جب کسی بات کے دریافت کرنے کا	البداوة والامیة واذا تشوقوا الی معرفة شیء مما تتشوق
شوق ہوتا کہ اسباب کائنات اور ابتدای آفرینش و اسرار وجود سے	الیه النفوس البشریة فی اسباب المکونات وبدء الخلیقة
واقف ہون جنسے آگاہ ہونیکا انسان کی طبیعت کو شوق ہوتا ہے	واسرار الوجود فانما یسألون عنه اهل الکتاب قبلهم
تو اہل کتاب سے دریافت کرتے تھے جو اس زمانہ مین یہودی	ویستفیدونه منهم وهم اهل التوراة من الیهود ومن تبع
اور عیسائی تھے اور بجز ان باتون کے جو عوام جانتے ہین اور	دینهم من النصاری واهل التوراة الذین بین العرب یومئذ
کوئی بات نہین جانتے تھے۔ یہ لوگ زیادہ تر قبیلہ حمیر کے تھے	بادیة مثلهم لا یعرفون من ذلك الا ما تعرفه العامة من اهل
جو یہودی ہوگئے تھے۔ جب مسلمان ہوے تو جن باتون کا احکام	الکتاب ومعظمهم من حمیر الذین اخذوا بدین الیهودیة
شریعت سے جن مین احتیاط کی جاتی ہے تعلق نہ تھا مثلا ابتدای	فلما اسلموا بقوا علی ما کان عندهم مما لا تعلق له
آفرینش اور قرب قیامت کی نشانیون اور فتنون کی خبرین	بالاحکام الشرعیة التی یحتاطون لها مثل اخبار بدء
وہ سب انکی وجہ سے مسلمانون مین رہگئین۔۔۔ کعب احبار	الخلیقة وما یرجع الی الحدثان والملاحم وامثال ذلك
وہب بن منبہ۔ عبد اللہ بن سلام وغیرہ انھین لوگون مین تھے	...... وهؤلاء مثل کعب الاحبار ووهب بن منبه
اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ تفسیرون مین اس غرض کے لیے ایسی حدیثین	وعبد الله بن السلام وامثالهم فامتلأت التفاسیر
نقل ہونے لگین جنکا سلسلۂ روایت انھین لوگون تک	من المنقولات عندهم فی امثال هذه الاغراض
موقوف تھا اور چونکہ احکام اور اعمال سے ان کا تعلق نہ تھا	اخبار موقوفة علیهم ولیست مما یرجع الی الاحکام

فتحری فی الصحۃ التی یجب بھا العمل وتساھل المفسرون جس میں تصحیح کی ضرورت ہوتی لہذا تنقیح بھی نہیں کی گئی
فی مثل ذلک وملأوا کتب التفسیر بھذہ المنقولات تفسیر کی کتابیں انھیں منقولات سے بھر گئیں جن کے
واصلھا کما قلنا عن اھل التوراۃ الذین یسکنون البادیۃ ماخذ عرب کے جاہل یہودی تھے انکو تحقیق سے لگاؤ نہ تھا البتہ
ولا تحقیق عندھم بمعرفۃ ما ینقلونہ من ذلک الا انھم بعد صیتھم مذہبی بزرگ اور عابد وزاہد ہونے کی وجہ سے اُنکی شہرت
وعظمت اقدارھم لما کانوا علیہ من المقامات فی الدین والملۃ فتلقیت وسیع اور عظمت وشان نہایت بلند تھی یہی سبب ہے کہ یہ حدیثیں
بالقبول من یومئذ۔ (مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۳۸۴ طبع بیروت) اُسی زمانہ سے ابتک مقبول چلی آتی ہیں۔

اس عبارت کو غور سے پڑھو اور پھر دیکھو کہ کسطرح اسلام کا نورانی چہرہ روایات اہل کتاب سے گرد آلود ہو گیا ہے
کیا اب بھی ہماری آنکھیں نہ کھلینگی یاایھا الذین اٰمنوا اٰمنوا باللہ ورسولہ (مسلمانو اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ)

دجال کی اصلیت — اصل یہ ہے کہ "دور مسیحا" کی پیشین گوئی میں کتاب دانیال باب ۹ آیات ۲۳ تا ۲۵ میں یہ
بھی بیان کیا گیا تھا کہ اس سے پیشتر ظالمانہ حکومت ہوگی جسمیں دغا و فریب۔ قتل و غارت وغیرہ عام طور پھیل جائینگے
پہلی صدی عیسوی کے نصاریٰ چونکہ مسیح کے بہت جلد آسمان سے دوبارہ تشریف لانے کے منتظر تھے اسلیے
اُنھوں نے قیاصرۂ روم کو دجال تصور کیا چنانچہ قیصر نیرو جس نے عیسائیوں کا قتل عام کیا تھا دجال
مشہور ہوا اسکے نام کے عدد ۶۶۶ نکلتے تھے مکاشفات یوحنا میں لفظ دجال کے بھی اسیقدر عدد تھے
اسلیے سب کو یقین ہو گیا کہ نیرو دجال ہے۔ لیکن نیرو کے بعد ظلم وستم کا بازار ویسا ہی گرم رہا اور مسیح بھی
تشریف نہ لائے اسلیے یہ خیال کیا گیا کہ نیرو پھر زندہ ہوگا اور عالم میں فساد ڈالیگا اسوقت مسیح نازل
ہونگے اور اسکو قتل کر کے ابدی سلطنت قائم کرینگے[1]۔ لیکن جب قیصر قسطنطین نے دین عیسوی اختیار کر کے
یونانی اور رومی مذہب کا خاتمہ کر دیا تو قیصر کے عوض ایران کے آتش پرست ساسانی بادشاہ کو دجال
کا لقب ملا اور یہ مشہور ہوا کہ دجال مشرق[2] (یعنی ایران) سے پیدا ہوگا۔ غرض کہ زمانہ کے رنگ کے ساتھ
دجال کا رنگ بھی بدلتا گیا۔ طرہ یہ کہ عیسائیوں کے مختلف فرقوں نے آپس ہی میں ایک دوسرے کو دجال کہنا

---

[1] انسائکلوپیڈیا آف ریلیجن جلد پنجم صفحہ ۳۸۶۔
[2] "بعد ازاں دجال نیز از اصفہان پیدا شود" کا مصرعہ یہیں سے اُڑایا گیا ہے۔

شروع کیا۔ چنانچہ پروٹسٹنٹ طریق کا بانی لوتھر تقدس مآب پوپ (پاپای روم) کو دجال کہتا ہی۔[1]
دجال کا مادہ دجل ہی جسکے معنی فریب کے ہین عربی مین دجال ایسے شخص کو کہتے ہین جو بڑا فریبی ہو۔
اسمین کچھ شک نہین کہ ہر زمانہ مین دغا اور فریب کا بازار گرم رہا ہی اور ایک نہین سیکڑون دجال پیدا ہوے
اور ہونگے۔ پہلی صدی عیسوی کا دجال اگر نیرو تھا۔ لیوتھر کا دجال اگر پوپ تھا تو اس بیسوین صدی
کا دجال کبیر بھی جدید تہذیب کے پردہ سے آخر نکل ہی آیا " بنی نوع انسان کا ہمدرد " طرابلس کے نخلستان
اور بلقان کے کوہستانون مین اپنے اصلی خون آشام دیو کی صورت مین باوجودیکہ پھر بھی آنکھون مین
خاک جھونکنے کی کوشش بہت کچھ کی مگر بمصداق " جو چپ رہیگی زبان خنجر تو خون پکاریگا آستین کا "
آخر ظاہر ہی ہوگیا۔ " آزادی اور حریت " کا پری پیکر خلق خدا کو اپنی زلف چلیپا کا غلام بنانے
مین آخر کھل کھیلا۔ کیون نہین ؎

گرچہ ہون دیوانہ پر کیون اسکا مین کھاؤن فریب ... آستین مین دشنہ پنہان ہاتھ مین نشتر کھلا
گو نہ سمجھون اسکی باتین گو نہ پاؤن اسکا بھید ... پر یہ کیا کم ہے کہ مجھسے وہ پری پیکر کھلا

(غالب)

۷۔ عقائد اسلام

مسلمانون کے عقائد کا اصل ماخذ قرآن مجید ہے۔
دنیا مین کوئی کتاب جسے اہل مذاہب الہامی یقین کرتے ہین ایسی نہین ہی جو قرآن مجید کے
مقابلہ مین ابتک اپنی اسی حالت مین جسطور پر کہ نازل ہوئی تھی محفوظ رہی ہو۔ سر ولیم میور جیسا
" عیب نمایہ ہنرش در نظر " مستشرق اپنی کتاب لائف آف محمد مین نکتہ چینی کرتے کرتے ایک مقام
پر بے ساختہ لکھ جاتا ہی کہ دنیا مین غالباً کوئی اور کتاب ایسی نہین ہی جسکی عبارت بارہ سو برس تک ایسی
خالص رہی ہو۔[2] کچھ شک نہین کہ حوادث اور فتن مین یہ کتاب تمام الہامی کتابون کے مقابلہ مین جس
حیرت انگیز طریقہ سے محفوظ رہی ہی صاف نظر آتا ہی کہ انسانی طاقت سے بالاتر کسی پوشیدہ قوت نے

[1] ماخوذ از انسائیکلوپیڈیا تحت لفظ اینٹی کرائسٹ (دجال) ۱۲ [2] ماخوذ از علم الحدیث مؤلفہ مولانا عمادی ۱۲

اپنا اعجاز دکھایا ہے۔ ایک ایسی قوم مین جنمین لکھنے پڑھنے کا رواج بمنزلۂ شاذ کے ہوسلہ۔ ایک ایسے زمانہ مین جبکہ ہر طرف سے دشمنون کا نرغہ ہو۔ قریش اعراب ایران اور روم کی زبردست سلطنتین مخالفت پر تلی ہون۔ ایک ایسی حالت مین جبکہ کسی الہامی کتاب کے بجنسہ محفوظ رہنے کی کوئی ایک نظیر بھی موجود نہو علے رؤس الاشہاد یہ دعوی کر بیٹھنا کہ اِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ اور لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ اور پھر اس دعوے کا آجتک جبکہ تیرہ سو برس سے زائد ہو چکے ہین حرف بحرف پورا ہونا اتنا ہی نہین بلکہ فرض کرو کہ آج یکایک اگر یہ کہدیا جائے کہ دنیا مین الہامی کتابون کے جسقدر قلمی اور مطبوعہ نسخے ہون سب کے سب ایک ہی وقت مین فوراً سمندر مین پھینک دیے جائین تو بتاؤ کہ بجز قرآن مجید کے جو سینہ مسلم مین محفوظ ہے وہ کون سی الہامی کتاب ہے جو پھر بجنسہ شائع ہو سکتی ہے۔ پھر اگر اسکی حفاظت کا یہ آلہی انتظام نہین ہے تو کیا ہے؟ مولانا روم فرماتے ہین ؎

مصطفےٰ را وعدہ داد الطاف حق — گر بمیری تو نمیرد این سبق

کس نتاند بیش و کم گردن درو — تو بہ از من حافظے دیگر مجو

اب ہم اس حفاظت آلہی کی کیفیت تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہین۔

جمع و ترتیب قرآن مجید

اہل کتاب کا عقیدہ ہے کہ خدا نے کوہ طور پر اپنے ہاتھ سے پتھر کی تختیون پر توریت کو کھود کر حضرت موسیٰ کو دیدیا۔ حضرت موسیٰ جب اپنی قوم کے سامنے ان الواح کو لائے تو دیکھا کہ آپ کی عدم موجودگی مین بنی اسرائیل گوسالہ پرستی کرنے لگے ہین آپ نے جوش غضب مین الواح کو پھینک دیا جو ٹکڑے ٹکڑے ہو گئین سلہ۔

اب اسکے مقابلہ مین کلام مجید کا حال سنو حق تعالی ارشاد فرماتا ہے

وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعٰلَمِينَ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ (سورہ شعرا) — بیشک اسکو عالمون کے پروردگار نے اُتارا ہے۔ اُسکو اُتارا ہے روح الامین نے تیرے دل پر تاکہ تو ڈرانیوالون سے ہو واضح عربی زبان مین۔

سلہ مشہور مؤرخ بلاذری کا قول ہے کہ جب آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے تو قریش کے تمام قبیلے مین صرف (۱۷) آدمی تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے (فتوح البلدان صفحہ ۴۷۱) سلہ کتاب خروج باب ۳۲ درس ۱۵ و ۱۶۔

کیون نہین۔ قلب محمدی طور تجلی تھا اور مسلمانون کے دل پتھر کی لوحین پھر کیون نہ حیرت انگیز حفاظت کا اعجاز ظاہر ہو
نبوت کے ۲۳ برس کی مدت مین وہ تمام کلام جو مختلف اوقات مین آنحضرت پر بذریعہ وحی نازل ہوا تھا
اُسکا نام قرآن مجید ہے حق تعالی ارشاد فرماتا ہے۔

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا۔ (سورہ بنی اسرائیل)

اور قرآن کو ہمنے حصے حصے کردیے اسلیے کہ تو اسکو ٹھہر ٹھہر کر لوگون کو سنائے اور ہمنے اسکو آہستہ آہستہ اُتارا۔

جب کوئی آیت نازل ہوتی تھی تو آنحضرت صلعم صحابہ کے سامنے تلاوت فرماتے تھے اور کاتب وحی
سے جنمین حضرات علی و عثمان و زید بن ثابت و ابی بن کعب خاص طور سے مشہور ہین لکھوا دیتے تھے
کیونکہ خود آنحضرت صلعم لکھنا پڑھنا نہین جانتے تھے جیسا کہ اس آیت پاک سے صاف ظاہر ہے۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ (سورۂ العنکبوت)

اور نہ تھا تو پڑھتا پہلے اس سے کتاب اور نہ لکھتا تھا تو اُسے داہنے ہاتھ سے اپنے کہ اسوقت شک کرتے جھوٹے۔

احادیث اور آثار بھی اس امر کے شاہد ہین۔ درحقیقت اگر آنحضرت صلعم کو لکھنا پڑھنا آتا ہوتا تو آپکے
عزیز۔ اقارب۔ صحابہ اور رفقا ضرور واقف ہوتے اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ اپنی قوم کے سامنے خلاف
واقع دعوے کرتے کیونکہ ایسی صورت مین مخالفین کو اسکی گرفت کا آسان موقع ہاتھ آجاتا اور عقائد
اسلام کی تصدیق پر ہرگز یقین نکرتے۔ قطع نظر اسکے ایک ایسی خفیف بات کے چھپانے سے فائدہ
کیا تھا۔ آپ کا لکھا پڑھا ہونا منصب نبوت کے کسی طرح مخالف نہ تھا اور نہ اُس سے قرآن مجید کی شان
اور اسکے معجزہ مین اور بے مثل فصاحت و بلاغت مین کچھ فرق آسکتا تھا کیونکہ حروف کے لکھ لینے یا
پڑھ لینے سے کوئی انسان فصیح اور بلیغ نہین ہوسکتا خصوصًا ایسا بزرگ جو افصح العرب والعجم ہو۔

فرانس کا مشہور مستشرق ڈاکٹر موریس جو آجکل گورنمنٹ فرانس کی طرف سے کلام مجید کا ترجمہ کر رہا ہے
اپنے ایک مضمون مین جسمین مشہور مورخ رینانش کے اتہامات کی دھجیان اُڑائی ہین۔ لکھتا ہے
قرآن مجید کی اگر کوئی ایسی منقبت ہوسکتی ہے جس مین کسی طرح کا نقص نہ نکل سکتا ہو تو وہ اسکی فصاحت
و بلاغت ہے۔ وہ عظیم الشان فضیلت جس پر تین سو ملین (۳۰ کرور) انسان فخر کر رہے ہین وہ یہی کہ

کہ مقاصد کی خوبی اور مطالب کی خوش اسلوبی کے اعتبار سے یہ کتاب تمام آسمانی کتابوں کے فائق ہی بلکہ ہم کہہ سکتے ہین کہ قدرت کی ازلی عنایت نے انسان کے لیے جو کتابین تیار کی ہین اب سب مین یہ بہترین کتاب ہی۔ اسکے نغمے انسان کی خیر و فلاح کے متعلق فلاسفہ یونان کے نغمون سے کہین اچھے ہین۔ مجھے امید تھی کہ موسیو رینا س قرآن مجید کے متعلق (اپنی کتاب تاریخ الادیان مین) اتنا سخت فیصلہ کرنے مین میرے ترجمہ قرآن کے مکمل ہونے تک تامل فرمائینگے میرے ترجمہ سے انکو معلوم ہوگا کہ کمال بلاغت اور اعلے مطالب مین قرآن کا درجہ کسقدر بلند ہی۔ ابتک ان سور کی صحت مین انھین جو شک ہی وہ اعتقاد راسخ اور ایمان سلیم سے بدل جاتا۔ یہ عذر کافی نہین ہی کہ وہ قرآن کی زبان نہین جانتے لہذا اس فیصلہ مین انکو معذور رکھنا چاہیے جو ایک بات نہین جانتا اُسکو فیصلہ کرنا کیا ضرور ہے۔ موسیو ساواری اور کازیمرسکی کے ترجمے کافی نہین ہین نہ اُن سے مطلوبہ اغراض حاصل ہو سکتے ہین اور نہ قرآن کی حقیقت سے اطلاع ہوتی ہی[1]۔ (یہی حال سیل اور پالمر کے انگریزی ترجمون کا ہی دیکھین ہمارے بزرگ قوم میجر سید حسن صاحب بلگرامی کہا کرتے ہین۔)

الغرض وحی جو نازل ہوتی تھی اُسکو صحابہ یا تو زبانی حفظ کر لیتے تھے یا جو لکھنا جانتے تھے وہ اُس کو اونٹ کی ہڈی یا کھجور کی چھال یا چمڑے وغیرہ پر لکھ لیتے تھے۔ یہ طریقہ ابتدائے نبوت سے جاری ہوگیا تھا چنانچہ تفسیر اتقان مین لکھا ہی کہ احمد نے اپنی مُسند مین روایت کی کہ حضرت جعفر طیارؓ نے نجاشی بادشاہ حبش کے سامنے سورۂ مریم کی تلاوت کی۔ حق تعالی ارشاد فرماتا ہی واذا سمعوا ما انزل الی الرسول ...... الایہ سورۂ مائدہ۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کے واقعہ مین لکھا ہی کہ آپ نے اپنی بہن کے پاس ایک صحیفہ لکھا ہوا دیکھا[2] جسمین سورۂ حدید کے ابتدائی آیات درج تھے۔ ایسے بہت سے واقعات ہین جنسے صاف معلوم ہوتا ہی کہ قرآن مجید جسقدر نازل ہوتا تھا قلمبند کرنے کے ساتھ تحریر بھی کر لیا جاتا تھا۔

[1] ماخوذ از تہذیب الاخلاق ضمیمہ وکیل مورخہ ۲۸ مئی سنہ ۱۹۱۰ع [2] اصابہ فی معرفۃ الصحابہ ذکر حضرت عمرؓ ۱۲

تفسیر اتقان میں لکھا ہے کہ ابو عبید نے کتاب القراءۃ میں صحابۂ رسول اللہ میں سے جو لوگ قاری تھے انکا ذکر یون کیا ہے کہ مہاجرین میں سے خلفای اربعہ طلحہ سعد ابن مسعود حذیفہ سالم ابی ہریرہ اور ایسے بارہ اور صحابہ اور صحابیہ - صحیح بخاری میں حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ جن صحابیون نے پورا کلام مجید جمع کر لیا تھا وہ چار شخص تھے ابی بن کعب معاذ بن جبل زید بن ثابت - ابو زید اور ایک روایت میں ابو الدرداء -

آیتون کی ترتیب اپنی اپنی سورتون میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی توقیف (ہدایت) اور آپکے حکم سے واقع ہوئی ہے اور اس بارہ میں مسلمانون کا کوئی اختلاف نہیں البتہ سورتون کی موجودہ ترتیب جمہور کے نزدیک صحابہ کے اجتہاد سے قائم ہوئی ہے - اسکی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم کی حیات تک چونکہ وحی کا سلسلہ جاری تھا اسلیے متفرق تحریری اجزاے قرآن ایک کتاب کی صورت میں جمع نہیں کیے گئے لیکن جب آپ نے انتقال فرمایا اور وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا تو متفرق اجزا کو ایک ہی مجلد میں مرتب کرنے کی ضرورت ہوئی - اس واقعہ کو ہم صحیح بخاری سے بجنسہ نقل کرتے ہیں -

عن زید بن ثابت قال ارسل الی ابی بکر عند مقتل	زید ابن ثابت کہتے ہیں کہ مجھکو ابو بکرؓ نے اہل یمامہ کے
اھل الیمامۃ فاذا عمر بن الخطاب عندہ	قتل کے زمانہ میں بلا بھیجا - عمر بن خطاب بھی وہان موجود تھے -
قال ابو بکر ان عمر اتانی فقال ان القتل	ابو بکر نے کہا کہ عمر میرے پاس آئے اور کہا کہ یمامہ کے دن
قد استحر یوم الیمامۃ بقراء القرآن وانی	قرآن کے قاری کثرت سے قتل ہو گئے اور میں ڈرتا ہون
اخشی ان استحر القتل بالقراء بالمواطن	کہ اور موقعون میں بھی قاری کثرت سے مقتول ہون تو قرآن
فیذھب کثیر من القرآن وانی اری ان	بہت سا جاتا رہیگا اور میری یہ رای ہوتی ہے کہ تم قرآن کے
تامر بجمع القرآن قلت لعمر کیف تفعل شیئا	جمع کرنے کا حکم دو - میں نے عمر سے کہا تم وہ کام کیونکر کروگے

۵۱ بخاری باب القراء ۱۲ ۵۲ اس بحث کو سیوطی نے اپنی تفسیر اتقان نوع ہشتم میں نہایت شرح و بسط سے لکھا ہے -

۵۳ جنگ یمامہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ایکسال بعد ۱۲ھ میں واقع ہوئی مسیلمہ کذاب کے مقابلہ میں ۱۲

لم يفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم قال عمر هذا والله خير
فلم يزل عمر يراجعني حتى شرح الله صدري لذلك ورأيت
في ذلك الذي رأى عمر قال زيد قال أبو بكر إنك رجل
شاب عاقل لا نتهمك وقد كنت تكتب الوحي لرسول الله
صلى الله عليه وسلم فتتبع القرآن فاجمعه فوالله لو
كلفوني نقل جبل من الجبال ما كان أثقل علي مما أمرني به
من جمع القرآن قال قلت لأبي بكر كيف تفعلون شيئا
لم يفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم قال
هو والله خير فلم يزل أبو بكر يراجعني حتى
شرح الله صدري للذي شرح له صدر أبي بكر
وعمر فتتبعت القرآن أجمعه من العسب
واللخاف وصدور الرجال حتى وجدت
آخر سورة التوبة مع أبي خزيمة الأنصاري لم أجدها مع
أحد غيره "لقد جاءكم رسول من أنفسكم عزيز عليه
ما عنتم" حتى خاتمة براءة وكانت الصحف عند أبي بكر
حتى توفاه الله ثم عند عمر حياته ثم عند حفصة
بنت عمر (رواه البخاری)

جسکو رسول اللہ صلعم نے نہین کیا[1] - حضرت عمر نے کہا خدا کی قسم یہ
عمدہ بات ہی - عمر اسیطرح مجھسے اصرار کرتے رہے یہانتک کے خدا نے
میرا سینہ اسکے لیے کھولدیا اور مین نے بھی اس کام مین وہ فائدہ
دیکھا جو عمر نے سوچا تھا - زید کہتے ہین کہ ابو بکر نے کہا تم جوان عاقل
آدمی ہو تمپر ہم بدگمانی نہین کرسکتے اور تم رسول اللہ صلعم کے لیے وحی
لکھا کرتے تھے پس قرآن کی جستجو کرکے اسکو جمع کرو - سو خدا کی
قسم اگر کسی پہاڑ کو ہٹا دینے کو کہتے تو مجھپر اتنا گران نہوتا جتنا
کہ قرآن کے جمع کرنے کا حکم گران معلوم ہوا - مین نے ابو بکر سے کہا
تم لوگ وہ کام کیونکر کروگے جسکو رسول اللہ صلعم نے نہین کیا[2]
ابو بکر نے کہا خدا کی قسم یہ کام اچھا ہی - ابو بکر اسیطرح اصرار کرتے رہے
یہانتک کہ خدا نے میرا سینہ اسکے لیے کھولدیا جسکے لیے ابو بکر و عمر کو
خیال دلایا تھا - پس مین قرآن کو تلاش کرکے جمع کرنے لگا
ہڈیون اور سفید پتھر کی تختیون سے اور لوگون کے سینون سے
یہانتک کہ سورہ توبہ کا اخیر مین نے ابو خزیمہ انصاری کے پاس
پایا اور کسی کے پاس نہین پایا "لقد جاءکم رسول من انفسکم
عزیز علیہ ما عنتم" سے براءۃ کے اخیر تک اور یہ صحف ابو بکر کے پاس تھے یہانتک کہ
خدا نے انکو وفات دی پھر عمر کے پاس تھے انکی زندگی تک پھر حفصہ کے پاس جو عمر کی بیٹی تھین -

[1] و [2] شاید کسی کو یہ شبہہ ہو کہ حضرت ابو بکر اور حضرت زید کو پہلے تامل کیون ہوا - اصل یہ ہی کہ صحابہ رسول اللہ صلعم امور دین مین نہایت محتاط تھے کوئی فعل جو عہد رسالت مین نہین ہوا تھا جبتک کہ اسکو بہتر نہین سمجھ لیتے تھے بدعت خیال کرتے تھے - نزول قرآن کا منشا یہ تھا کہ لوگ اسکی مزاولت کرکے ہدایت حاصل کرین نہ یہ کہ جلدون مین باندھکر رکھ چھوڑین (افسوس آجکل ہمارا یہی حال ہوگیا ہی) حضرت ابو بکر کا خیال پہلے اسی طرف رجوع ہوا اسیلیے تامل کیا لیکن حضرت عمر کا منشا دوسرا تھا یعنی فتنہ و آشوب مین تحفظ کے لحاظ سے ایک مجلد تحریر کر لینا چاہیے جبکہ یہ کام سرانجام ہوگیا تو حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت مین نزول قرآن کے منشا کو پیش نظر رکھکر پھر اس مصحف کی نقلین نہین کرائین بلکہ قرآن کے کثرت سے پڑھے جانیکا انتظام کیا چنانچہ تراویح مین کلام مجید کا التزام کے ساتھ مساجد مین پڑھنے کا طریقہ آپکے وقت سے ابتک جاری ہی ۱۲

ابن ابی داؤد نے یحیی بن عبدالرحمن بن حاطب کے طریق سے روایت کی ہو کہ اُسنے کہا عمر رضی اللہ عنہ نے
(مسجد مین) آکر کہا جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بھی قرآن کی تعلیم حاصل کی ہو وہ
آکر اپنے یاد کردہ قرآن کو سنائے اور عمر کسی شخص سے قرآن کا کوئی حصّہ اسوقت تک نہین تسلیم کرتے تھے
جبتک وہ آدمی اپنے دو گواہ نہ لائے" اس روایت سے معلوم ہوتا ہو کہ زید بن ثابت قرآن کو محض لکھا ہوا
پانے ہی پر اکتفا نہین کرتے تھے بلکہ اسکی شہادت ان لوگون سے بھی بہم پہونچالیتے جنھون نے اُسے
سُنکر یا دیکھا تھا اور اسکے علاوہ خود زید حافظ قرآن تھے غرض کہ قرآن مکتوب کے موجود پانے اور خود
حافظ ہونے کے باوجود انکا دو شہادتون کو بھی بہم پہونچا کر اُسے مصحف مین تحریر کرنا حد درجہ کی احتیاط
تھی - ابو شامہ کا قول ہو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی غرض یہ تھی کہ قرآن نہ لکھا جائے مگر اسی اصل سے جو رسول اللہ صلعم کے
روبرو تحریر مین آیا ہو نہ کہ محض یادداشت پر اعتماد کر کے لکھ لیا جائے اسی وجہ سے زید نے سورۃ التوبہ
کے آخری حصّہ کی نسبت کہا ہو کہ مین نے اُسے ابی خزیمہ انصاری کے سوا کسی اور کے پاس نہین پایا"
یعنی اسکو لکھا ہوا صرف انھین کے پاس پایا کیونکہ زید محض یادداشت پر اکتفا نہین کرتے تھے
بلکہ کتابت کو بھی دیکھنا چاہتے تھے [1]

الغرض قرآن مجید جب اس طور پر مرتب ہوا تو سب سے پہلے کاغذ پر لکھا گیا موطا مین منقول ہو -
عن سالم بن عبداللہ قال جمع ابوبکر القرآن فی قراطیس سالم بن عبداللہ کہتے ہین کہ ابوبکر نے قرآن کو کاغذ پر جمع کیا -

اس تحریری مجموعۂ قرآن کو **مصحف** کا لقب دیا گیا - ابن اشتہ کتاب المصاحف مین لکھتے ہین
کہ" جسوقت صحابہ نے قرآن کو جمع کر کے اوراق مین لکھ لیا تو ابوبکر نے اسکے لیے کوئی نام تجویز کرنے کی ہدایت
کی اُسوقت کسی نے سفر اور کسی نے مصحف نام رکھنے کی صلاح دی کیونکہ حبش کے لوگ کتاب کو مصحف
کہا کرتے تھے - اور ابوبکر پہلے شخص تھے جنھون نے کتاب اللہ کو جمع کر کے اسکا نام مصحف رکھا"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ مین ایک دوسرا واقعہ پیش آیا جسکے سبب سے اس مصحف کی نقلین بلاد اسلامیہ مین بانٹی گئین
بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہو کہ حذیفہ بن الیمان عثمان رض کے پاس آئے اور وہ عراق والون کے ساتھ

[1] ماخوذ از اتقان فی علوم القرآن ۱۲

اہل شام سے لڑے تھے آرمینیہ اور آذربائیجان کی فتح مین۔ حذیفہ کو ان دونون ممالک کے مسلمانون کا قرارت مین اختلاف رکھنا سخت پریشان بنا چکا تھا اسلیے اُنھون نے عثمانؓ سے کہا "تم امت کی اس بات سے پہلے ہی خبر لیلو جبکہ وہ یہود اور نصاری کیطرح باہم اختلاف رکھنے والے بنجائے" عثمان نے یہ بات سُنکر بی بی حفصہؓ کے پاس کہلا بھیجا کہ جو صحیفے آپکے پاس رکھے ہین اُنھین بھیجدیجیے ہم نقل کر کے واپس کر دینگے۔ حفصہؓ نے وہ صحیفے عثمان کے پاس بھیجدیے۔ عثمانؓ نے زید بن ثابتؓ۔ عبد اللہ بن زبیرؓ سعد بن العاص اور عبد الرحمن بن الحارث کو انکی نقل کرنے پر مامور کیا اور تینون قریشی صاحبون سے کہا کہ جہان کہین قرآن کے تلفظ مین تمھارے اور زید بن ثابت کے مابین اختلاف آپڑے وہان اس لفظ کو خاص قریش ہی کی زبان مین لکھنا کیونکہ قرآن انھین کی زبان مین نازل ہوا ہی۔ چنانچہ ان چارون صاحبون نے ملکر عثمانؓ کے حکم کی تعمیل کر دی اور جب وہ اُن صحیفون کو مصاحف مین نقل کر کے لکھ چکے تو عثمان نے وہ صحائف بدستور بی بی حفصہ کے پاس واپس بھیجدیے اور اپنے لکھوائے ہوے مصحفون مین سے ایک ایک مصحف ممالک اسلامیہ کے ہر ایک گوشہ مین ارسال کر دیا اور حکم دیا کہ اس مصحف کے سوا اور جسقدر صحیفے یا مصحف پہلے کے موجود ہون انکو سوختہ کر دیا جائے۔ یہ واقعہ ۲۵ھ ہجری کا ہی۔

اتقان مین حارث المحاسبی کا یہ قول درج ہی کہ "لوگون مین یہ بات مشہور ہو رہی ہی کہ قرآن کو عثمانؓ نے جمع کیا مگر در اصل یہ بات ٹھیک نہین۔ عثمان نے تو صرف یہ کیا کہ اپنے اور اپنے پاس موجود ہونیوالے مہاجرین اور انصار کے باہمی اتفاق رای سے عام لوگون کو ایک ہی وجہ سے قراءت کرنے پر آمادہ بنایا کیونکہ انکو اہل عراق اور اہل شام کی قراءتون کے حروف مین باہم اختلاف رکھنے کے باعث فتنہ کا خوف پیدا ہو گیا تھا۔ حضرت علی مرتضےٰؓ فرماتے ہین کہ اگر مین حکمران ہوتا تو مصاحف کے ساتھ وہی عمل کرتا جو عثمانؓ نے کیا ہی۔ قاضی ابوبکر اپنی کتاب الانتصار مین کہتے ہین کہ عثمانؓ نے ابی بکرؓ کی طرح قرآن کو "ما بین اللوحین" (دو دفتیون کے اندر) ہی جمع کر دینے کا قصد نہین کیا بلکہ اُنھون نے

۱؎ یہ ہی اختلاف قراءت کی اصلیت۔ عیسائیون نے جب دیکھا کہ اناجیل کی تحریف اور تلبیس پایۂ ثبوت کو پہونچگئی تو انھون نے محض اپنی کور باطنی سے اختلاف قرارت کی روایت کو تحریف کا مترادف سمجھکر قرآن مجید پر اعتراض کرنے لگے کیا خوب سہ

گر نبیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

تمام مسلمانون کو اُن مروجہ اور ثابت قراءتون پر جمع کر دینے کا ارادہ کیا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول چلی آتی تھین اور جسقدر قراءتین اُنکے سوا پیدا ہو گئی تھین انکو مٹا دینا چاہا -

حقیقت معاد

اب ہم عقائد معاد کی تشریح کلام مجید سے جو بالاتفاق اصل ماخذ ہی ذیل مین درج کرتے ہین لیکن سب سے پہلے یہ دو اصول ذہن نشین کر لینا چاہیے -

دو اصول پہلا اصول - کلام مجید مختلف اوقات مین نازل ہوا ہی اسلیے شان نزول پر سب سے پہلے غور کرنا چاہیے - آنحضرت صلعم جب مبعوث ہوے تو معاد کے متعلق مختلف خیالات تھے ایک گروہ مشرکین حشر و نشر اور عذاب و ثواب کا قائل نہ تھا اور ایسے خیالات کو خرافات سمجھتا تھا - ایک بدوی شاعر کہتا ہی -

اموت ثم بعث ثم نشر   حدیث خرافة یا ام عمرو

مرنا پھر زندہ ہونا پھر چلنا پھرنا   یہ تو خرافات باتین ہین ای عمرو کی مان (شاعر کی بی بی)

ایک گروہ قدیم مصریون کی با (روح بشکل بوم) کو صدی اور ہامہ تصور کرتا تھا - لبید ایک نوحہ مین کہتا ہی -

فلیس الناس بعدك فی نفیر   وما ھم غیر اصداء وھام

(تیرے بعد لوگ نالہ کرنیوالے نہین ہین ہان "صدی" اور "ہامہ" (جوش انتقام مین) چیختے رہین گے)

"ہامہ" اور "صدی" کے متعلق یہ خیال تھا کہ وہ پر دار جانور ہین جو مقتول کے سر سے نکلکر آسمان پر چیختے پھرتے ہین جب تک انتقام نہ لیا جائے - مشرکین کے علاوہ ایک گروہ مجوسیون اور اہل کتاب یعنی یہود اور نصاریٰ کا تھا جو حشر اجساد "و ور مسیحا" اور "رجعت مسیح" کا قائل تھا - کلام مجید مین جہان معاد کا ذکر آیا ہی وہان ان گروہون کے معتقدات کو پیش نظر رکھنا چاہیے تاکہ آیات کے معانی منکشف ہو جائین -

دوسرا اصول - مذاہب عالم مین اگرچہ بہت کچھ تباین اور تخالف ہی لیکن اگر بامعان نظر دیکھا جائے تو اصولاً ایک دوسرے سے وابستہ ہین اتنا ہی نہین بلکہ جسطرح علم الجنین کے ماہرین نے انواع کے جنین مین سابقہ اشکال ارتقائی کا معاینہ کیا ہی اسیطرح علم الادیان کے واقف کار ہر مذہب مین اسکے مقدم مذہب کے معتقدات کا اعادہ صاف نظر آتا ہی - تم اوپر کے صفحات مین پڑھ آئے ہو

کہ مصریوں کا عقیدہ متعلق آسائیرس کس طرح یونانیوں کے عقائد مسٹریز (اسرار) میں عود کر آیا۔ اسی طرح ہنود کا "دور مسیحا" عیسائیوں کے "رجعت مسیح" میں نمودار ہو گیا۔ قرآن مجید چونکہ کائنات ادیان کا "عالم صغیر" ہے[1] اسلیے ضرور ہے کہ اپنے سابقہ "اقالیم" کے مدارج کا پتہ دے۔ اسکے سب سے قریب کے اقالیم نصاری یہود اور زرتشتیوں کے عقائد ہیں یہی وجہ ہے کہ حشر و نشر جزا و سزا وغیرہ میں انہیں مصطلحات کا اعادہ پایا جاتا ہے لیکن جس طرح عالم انسان عالم حیوان سے ممیز ہے اسی طرح معاد کے تمام آیات پر جب من حیث المجموع غور کروگے تو اگر چشم بصیرت کور نہیں ہے تو بیساختہ زبان سے نکل جائیگا ؎

شاہد آن نیست کہ موئے و میانے دارد   بندۂ طلعت آن باش کہ آنے دارد

ان دو اصول کو ذہن نشین کرنیکے بعد اب آیات ذیل پر غور کرو۔

آیات

(۱)

واللہ الذی ارسل الریاح فتثیر سحابا فسقناہ الی بلد میت فاحیینا بہ الارض بعد موتہا کذلک النشور (سورہ فاطر)

وتری الارض ہامدۃ فاذا انزلنا علیہا الماء اہتزت وربت وانبتت من کل زوج بہیج ذلک بان اللہ ہو الحق وانہ یحیی الموتی وانہ علی کل شیء قدیر۔ (سورۃ الحج)

ترجمہ۔ اور اللہ وہ ہے جسنے بھیجا ہے ہواؤں کو پھر اٹھاتے ہیں بادلوں کو پھر ہم اسکو ہانک لیجاتے ہیں مرے ہوئے شہر کیطرف پھر اس سے زندہ کرتے ہیں زمین کو اسکے مرجانیکے بعد۔ اسی طرح مردوں کا زندہ ہونا ہے۔ اور تو دیکھتا ہے کہ زمین خشک ہو گئی پھر جب ہم برساتے ہیں اسپر پانی تو پھولتی ہے اور بڑھتی ہے اور اگاتی ہے ہر قسم کی خوش آیند چیزیں۔ یہ اسلیے ہے کہ اللہ وہی برحق ہے اور یہ کہ وہی زندہ کرتا ہے مردوں کو اور یہ کہ وہی ہر شئے پر قادر ہے۔

استدلال کس لطیف اور مؤثر پیرایہ میں موسم باران کے حیات بخش منظر کا دلفریب نقشہ کھینچکر حیات بعد الممات کی طرف توجہ دلائی ہے جس سے عالم اور جاہل شہری اور دہاتی وحشی اور متمدن سب ہی مستفید ہو سکتے ہیں۔ قدرت نے یہ تمثیل انسان کے سامنے اسی دن پیش کر دی تھی جبکہ اسکو اس دنیا میں پہلے پہل ہوش آیا ہے

---

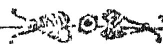
[1] حق تعالی ارشاد فرماتا ہے "وانزلنا الیک الکتاب بالحق مصدقا لما بین یدیہ من الکتاب ومہیمنا علیہ" (سورۃ المائدہ) اور اتاری ہمنے تجھپر کتاب حق کے ساتھ سچا کرنیوالی اگلی کتابوں کو اور سب پر شامل۔

لیکن تم اوپر پڑھ آئے ہو کہ قدیم قومون نے کس طرح اس تمثیل کی اصلیت سمجھنے مین کوتاہی کی اور آواگون کے پھندے مین پھنسکر رہگئے۔ ہنود یہ سمجھے کہ واقعی روحین پانی کی طرح برستی ہین اور سبزہ مین حلول کرکے اُگتی ہین اسی طرح یونانی ؎ الوہی پن مسٹریز کی بھول بھلیان مین سرگردان رہے حالانکہ اس لطیف تمثیل سے حیات بعد الممات کی طرف صرف ذہن منتقل کیا گیا ہے۔ جسطرح کوئی یہ کہے کہ زید شیر ہے تو اس کہنے سے یہ مطلب نہین کہ زید کے دُم بھی ہے بس صرف شجاعت کی طرف ذہن منتقل کیا گیا ہے۔

(۳)

اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا فیمسک التی قضیٰ علیہا الموت و یرسل الاخریٰ الیٰ اجل مسمّیٰ ان فی ذلک لاٰیٰت لقوم یتفکرون (سورۃ الزمر)

ترجمہ۔ اللہ جانون کو مرتے وقت اُٹھا لیتا ہے اور جو نہین مرین انکو سوتے وقت (اُٹھا لیتا ہے) پھر جنپر موت کا حکم لگا چکا انکو تو رکھ چھوڑتا ہے اور باقی جانون کو ایک ٹھہرے ہوے وعدے (موت) تک چھوڑ دیتا ہے بیشک اسمین غور کرنیوالون کے لیے نشانیان ہین۔



خواب موسم باران کا اعجاز چونکہ روزانہ نظر نہین آتا اسلیے اُن آیات مین ایک ایسی تمثیل بیان کی گئی جو ہر روز ادنےٰ اور اعلیٰ سب کو ایک ہی طور پر نظر آتی ہے وہ کیا ؟ خواب (نیند) اسی واسطے اسکو "اخو الموت" کہتے ہین۔ مولانا روم فرماتے ہین ؎

میرہند ارواح ہر شب زین قفس — فارغان نے حاکم و محکوم کس
شب ز زندان بیخبر زندانیان — شب ز دولت بیخبر سلطانیان
نے غم و اندیشۂ سود و زیان — نے خیال این فلان و آن فلان
رفتہ در صحرائے بیچون جان شان — روح شان آسودہ و ابدان شان
چونکہ نور صبحدم سر بر زند — کرگس زرین گردون پر زند
میل ہر جانے بسوئے تن شود — ہر تنے از روح آبستن شود

؎ حکمای طبیعین کی تقلید مین محمد بن زکریا رازی طبیب اور ابو مسلم خراسانی تناسخ کے قائل ہو گئے۔ محدث ابن حزم نے انکی رد مین ایک جدا عنوان الکلام علی من قال بتناسخ الارواح قائم کیا ہے (جزو اول کتاب الفصل صفحہ ۹۰)

اس مضمون کو ڈریپر[1] نے فلسفیانہ طور پر خوب لکھا ہے۔ کہتا ہے۔

ہماری زندگی کا ⅓ حصہ نیند مین گذرتا ہے اور اس زمانہ مین ہم پر عالم خارجی کا کوئی اثر نہین پڑتا۔ سامعہ باصرہ اور دوسرے قوائے معطل ہوتے ہین لیکن وہ کبھی نہ آنکھ جھپکنے والی اور ہر وقت فکر مین ڈوبی رہنے والی نقاب پوش ساحرہ یعنی روح اپنی کنج تنہائی سے اُن تصویرون پر نظر ڈالتی رہتی ہے جو اُسنے جمع کی ہین۔ یہ تصویرین نہ مٹ سکتی ہین اور نہ اُنکا نور گھٹا سکتا ہے اور اُنکو طرح طرح سے ترکیب دے دیکر وہ اس دلکشا اور حیرت انگیز مرقع کی تیاری کا سامان کرتی ہے جسے خواب کہتے ہین۔

اسطور سے قدرت نے انسان کی جسمانی ساخت کا ڈھنگ ہی کچھ ایسا ڈالا ہے کہ بقائے روح اور حیات اخروی کے تصورات بے اختیار اُسکے دماغ مین پیدا ہوتے رہتے ہین۔ غیر مہذب وحشی کو بھی جسکی روح پر جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی ہے خواب مین وہ سہانے جنگل اور دلفریب مرغزار نظر آتے ہین جو اسکی یاد کا سب سے زیادہ خوشگوار حصہ ہین۔ ظاہر ہے کہ عالم خواب کے ان مظاہر کو وہ روح کے وجود اور بقا کی حجت قاطع سمجھتا ہے۔ خود ہم بھی جنکی تہذیب اور تمدن کا آفتاب نصف النہار پر ہے اس قسم کے واقعات سے متاثر ہوئے بغیر نہین رہ سکتے اور جو نتائج ہمارے غیر مہذب آبا و اجداد نے ان سے اخذ کیے تھے وہی ہم بھی نکالتے ہین۔ ہمارے اعلی درجہ کی تہذیب و شایستگی جسطرح ہمین کمزوریون اور بیماریون سے نہین بچا سکتی اسی طرح مقتضیات فطرت کی قید سے بھی آزاد نہین کر سکتی۔ ان اعتبارات سے روی زمین کے کل انسان مساوی الحیثیت ہین۔ ہم خواہ وحشی ہون خواہ تہذیب یافتہ لیکن اس سے ہم کو کسی طرح مفر نہین کہ ہماری فطرت فنا اور بقا کی اُن حقیقتون کو جن سے زیادہ مہتم بالشان اور قلب کو مرعوب کرنے والی حقیقت اور کوئی نہین ہو سکتی ایک نہ ایک وقت ہمارے سامنے پیش کر کے رہتی ہے۔

---

[1] معرکہ مذہب و سائنس صفحہ ۱۹۱ و ۱۹۲

(۴۳)

وَيَقُولُ الْإِنسَانُ أَإِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ أُخْرَجُ حَيًّا أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا۔ (سورہ مریم)

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَن يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنتُم مِّنْهُ تُوقِدُونَ (سورہ یسین)

ترجمہ۔ اور آدمی کہتا ہی کہ کیا جب مین مرجاؤنگا تو پھر (دوبارہ) جلا کر نکالا جاؤنگا کیا اس آدمی کو اتنا شعور نہین کہ جب پہلے وہ کچھ نہ تھا ہمنے اُسکو پیدا کر دیا۔

اور ہمارے لیے مثال مارتا ہی اور اپنی خلقت بھول گیا اور کہا کون جلائیگا ہڈیون کو جب وہ سڑ گلی ہون کہدے وہی اُسے جلائیگا جسنے اُسکو پہلی بار پیدا کیا اور وہ ہر شئے پر دانا ہی۔ وہی جسنے تمھارے لیے سبز درخت سے آگ نکالی پس ناگاہ تم اُس سے تاپتے ہو۔

حشر و نشر انسان اگر اپنی خلقت پر غور کرے تو معاد کے یقین کا راستہ صاف نظر آتا ہی۔ تم باب اول سلولر تھیوری (مسئلہ بیوت) مین پڑھ آئے ہو کسطرح پروٹوپلیزم (مادالحیات) مدارج ارتقا طے کرکے "احسن تقویم" کے درجہ پر پہونچگیا۔ اب فرض کرو کہ ہم کئی لاکھ برس قبل مسیح سمندر کے کنارے کھڑے ہوے اموبا (پہلا جانور) کا تماشا دیکھ رہے ہین کیا اسوقت کسی طور سے بھی یہ خیال ہو سکتا تھا کہ ایک دور ایسا بھی آئیگا جب انیسوین صدی مین اس ناچیز دھبہ کا حشر ڈارون کی شکل مین نظر آئیگا مگر اس عجیب و غریب حشر یعنی "نشاۃ الاولی" کو ہمنے سائنس کی خردبین سے دیکھ لیا اب آیندہ کے واسطے کیون آنکھ بند کرلین اور کیون نہ غور کرین۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ الْأُولَىٰ فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ (سورہ واقعہ) اور بتحقیق تمنے پہلی پیدائش جان لی پھر کیون نہین سوچتے

سچ پوچھو تو پروٹوپلیزم کا اس بے انتہا کاوش و کاہش کے بعد ڈارون بن جانا اس سے لاکھ درجہ مشکل تھا کہ اب جبکہ کارخانہ جاجما یا ہی ایک دوسری شکل مین ڈارون اپنے ادراک کا اصلی مزہ چکھ لے۔ کیون نہین

وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَءُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ وَھُوَ اَھْوَنُ عَلَیْہِ (سورۂ روم) اور وہی ایسا ہے جس نے مخلوق کی ابتدا کی پھر اسکا اعادہ کریگا (دوبارہ پیدا کریگا) اور یہ اسپر آسان ہے۔

لیکن افسوس با این ہمہ وسعت معلومات ان مدعیان علم کی یہ حالت ہے۔

بَلِ ادّٰرَکَ عِلْمُھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ بَلْ ھُمْ فِیْ شَکٍّ مِّنْھَا بَلْ ھُمْ مِّنْھَا عَمُوْنَ (سورۃ النمل) بلکہ انکا علم مختلف ہوگیا آخرت میں بلکہ وہ شک مین ہین بلکہ وہ اس سے نابینا ہین۔

کچھ نہین جسطرح انتخاب طبعی کی بنا پروہ افراد جنمین کوئی نمایان تفوق تھا اور جو ماحول کے اثر سے کشمکش حیات مین غالب آکر "بقای اصلح" کے لقب سے ملقب ہوے اسی طرح وہ نفوس جو حسنات کے ماحول مین تقوے کے امتیازی نشان سے فائز ہوکر قلب منیب[1] کے ہدیہ کے ساتھ "نشأۃ الاخرے" کے عالم مین داخل ہوے وہی بازی لیگئے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا (سورۂ والشمس) بیشک کامیاب ہوا جسنے پاک کیا نفس کو اور بیشک نامراد ہوا جسنے گم کیا اسے

اقوال خمسہ ضرورت ہے کہ ہم یہان اُن اقوال کو جو معاد کے متعلق بیان کیے گئے ہین درج کردین۔

شرح مواقف مین لکھا ہے کہ "معاد کے مسئلہ مین جو اقوال کہے جاسکتے ہین وہ صرف پانچ ہین۔

(۱) صرف معاد جسمانی کا ثبوت اور یہ اُن اکثر متکلمین کا مذہب ہے جو نفس ناطقہ کا انکار کرتے ہین۔

(۲) صرف معاد روحانی کا ثبوت یہ مذہب فلاسفۂ الہیین کا ہے۔

(۳) ان دونون مین سے کسی کا ثبوت نہین۔ فلاسفہ طبعیین مین سے قدما کا یہی مذہب ہے۔

(۴) بالکل سکوت اختیار کرنا یہ مذہب جالینوس سے منقول ہے اسکا قول ہے کہ مجھکو یہ نہین ثابت ہوتا کہ نفس آیا مزاج ہے تو موت کے وقت معدوم ہو جائیگا تو اسکا اعادہ ناممکن ہوگا یا وہ ایک جوہر ہے جو بدن کے خراب ہونے پر باقی رہتا ہے اس حالت مین معاد بھی ممکن ہوگی۔

(۵) دونون کا ثبوت (یعنی جسمانی و روحانی) اور یہی اکثر محققون کا مذہب ہے مثلاً حلیمی۔ غزالی

---

[1] اشارہ ہے اس آیت پاک کی طرف مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِیْبِ ۙ اُدْخُلُوْھَا بِسَلٰمٍ ذٰلِکَ یَوْمُ الْخُلُوْدِ (جو ڈرا رحمن سے غیب پر اور رجوع کرنے والا دل لایا داخل ہو تم جنت مین سلامتی کے ساتھ یہ دن ہمیشہ رہنے کا ہے) (سورہ ق) ۱۲

راغب ابوزید الدبوسی معمر (جوکہ قدیم معتزلیون مین سے ہی) اور عموماً متاخرین شیعہ اور اکثر صوفیون کا یہ لوگ کہتے ہین کہ انسان حقیقت مین صرف نفس ناطقہ کا نام ہی وہی مکلف ہی وہی عاصی وہی مطیع ہی اُسی پر ثواب عذاب ہوتا ہی اور بدن تو بجائے ایک آلہ کے کام دیتا ہی جسم خراب ہو جاتا ہی پھر بھی نفس باقی رہتا ہی پس جب خدا قیامت کے دن مخلوقات کو اٹھانا چاہیگا تو ہر ایک روح کے لیے ایک مخصوص جسم بنادیگا جس سے روح کا تعلق ویسا ہی ہوگا جیسا کہ دنیا مین تھا"

اس پانچوین قول کی تائید شاہ ولی اللہ نے بھی اپنی تصانیف مین کی ہی مگر جسم کے ساتھ "نسمہ"[1] کی اصطلاح قائم کی ہی لکھتے ہین۔

فلا یکون تلک الحیوۃ مبتدءۃ بل التکمیل ما فیہا مجازاۃ فیتقمص تلک الاجساد الی ہیئۃ نسمیۃ و تدخل فی حوادث الحشر (تفہیمات الٰہیہ صفحہ ۳۸۸)

پس یہ زندگی کوئی ابتدائی زندگی نہوگی بلکہ اُسی کی تکمیل کے لیے ہوگی جو اُن مین ہی بطور بدلا دینے کے پھر جسم ایک ہیئت نسمیہ مین اوپر کو چڑھینگے اور حشر کے واقعات مین داخل ہونگے۔

کچھ شک نہین کہ قول پنجم صراط مستقیم ہے بشرطیکہ جسم یا نسمہ یا کوئی اور اصطلاح سے ایک ایسی صورت مراد ہو جو اجمالی طور پر تو مفہوم ہو سکے مگر اُسکی کیفیت مجہول رہے۔ حق تعالی فرماتا ہی۔

وَنُنْشِئَكُمْ فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ (سورۂ واقعہ) اور ہم تمکو پیدا کرین اُس صفت مین جسکو تم نہین جانتے۔

بیشک ہم جانتے نہین کہ کس صورت مین دوبارہ اُٹھائے جائینگے لیکن نشاۃ الاولی کی کھلی ہوئی شہادتون سے اتنا سمجھ سکتے ہین کہ ہم کسی نہ کسی طرح مین اُٹھائے ضرور جائینگے پس یہی صراط مستقیم ہے جو یہود کے "دور مسیحا" اور نصاریٰ کی "رجعت مسیح" کے افراط اور طبیعین اور منکرین معاد کی تفریط کے درمیان سے گذر کر سیدھی منزل مقصود تک چلی گئی ہی۔

[1] حجۃ اللہ البالغہ مین لکھا ہی کہ تمام حیوانات مین بسبب اختلاط اخلاط کے قلب مین بخار لطیف پیدا ہوتا ہی جسکو حرارت غریزی کہتے ہین اُسی سے حیوان کی زندگی ہی جب تک وہ پیدا ہوتا رہتا ہی حیوان زندہ رہتا ہی جب اسکا پیدا ہونا بند ہو جاتا ہی حیوان مرجاتا ہی اسکی مثال ایسی ہی جیسے گلاب کے پھول مین نمی یا کوئلے مین آگ (سائنس کی مثال الکٹرسٹی یا کہربائیت ہی) مگر یہ بخار متولدہ من الاخلاط روح نہین ہی بلکہ مرکب روح یا نسمہ ہی جو روح کو اس سے متعلق ہونے کے لیے مادہ ہی پس روح اس نسمہ سے متعلق ہوتی ہی اور بذریعہ اس نسمہ کے جسم سے ۱۲

(۴)

یَسْئَلُ اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ وَخَسَفَ الْقَمَرُ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ
یَوْمَئِذٍ اَیْنَ الْمَفَرُّ کَلَّا لَا وَزَرَ اِلٰی رَبِّکَ یَوْمَئِذِ اِلْمُسْتَقَرُّ یُنَبَّؤُ الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ
وَاَخَّرَ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِہٖ بَصِیْرَۃٌ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَہٗ۔ (سورۂ قیامہ)

ترجمہ۔ پوچھتا ہی کہ قیامت کا دن کب ہوگا۔ جب آنکھیں پتھرا جائیں اور چاند بے نور ہوجائے اور سورج اور چاند جمع کیے جائیں (اُسدن) آدمی کہے آج کہاں جای فرار ہے۔ کچھ نہیں۔ بچاؤ نہیں ہی۔ تیرے رب کی طرف آج جای قرار ہی۔ جان لیگا آدمی کہ اُسنے کیا آگے بھیجا ہی اور کیا پیچھے چھوڑا ہی بلکہ آدمی اپنی جان پر خود شاہد ہی اگرچہ اپنے عذر پیش کیا کرے

قیامت آدمی پوچھتا ہی کہ قیامت کب آئیگی۔ غافل جب تیری آنکھیں پتھرا گئیں نبضیں چھوٹ گئیں اور دم نکل گیا تو تیری قیامت تو آگئی اب آسمان اور اسکے نورانی اجرام زمین اور اُسکے دلفریب اصنام باقی رہے تو تجھے کیا۔ تیرا آسمان پھٹ پڑا اور تیری زمین پانون تلے سے نکل گئی اب تو ہی اور تیرا نفس تیری نیکی اور بدی خود تجھی پر روشن ہی۔ سچ ہے

من مات فقد قامت قیامتہ — جو مرگیا تحقیق اسکی قیامت قائم ہوگئی

نادانو! اگر تمکو قیامت کا یقین نہیں ہی تو یہ موت کی قیامت جسکو تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو کیا کم ہی۔ مگر نہیں۔ تم سے کہا گیا کہ چاند میں پہلے مخلوقات تھی مگر اب ویران ہے بعض کواکب جو کرۂ زمین سے بھی بڑے تھے منتشر ہوگئے اور کروں میں جا ملے۔ بہت سے ثوابت اور سیارے ضبابۃ النجوم کے متلاطم آتشیں سمندر سے طوفان کی طرح اُٹھے اور امواج کیطرح فضاے کائنات کے ساحل سے ٹکرا ٹکرا کر رہگئے۔ تم نے یہ سب سراپا حیرت داستان سنی اور یقین کرلیا لیکن کیا قیامت ہی کہ اگر تمھارے سامنے یہ دل ہلادینے والی آیت پڑھی جائے

وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ — اور صور پھونکا جائیگا تو جو آسمان میں ہیں اور جو زمین میں ہیں

فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰہُ ثُمَّ نُفِخَ فِیْہِ اُخْرٰی فَاِذَا ھُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّھَا وَوُضِعَ الْکِتٰبُ وَجِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَالشُّھَدَآءِ وَقُضِیَ بَیْنَھُمْ بِالْحَقِّ وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ (سورۃ الزمر)	سب بیہوش ہو جاینگے مگر جنکو اللہ چاہے پھر دوبارہ صور پھونکا جائیگا تو یکایک وہ دیکھتے کھڑے ہونگے اور زمین اپنے مالک کے نور سے چمک اٹھیگی اور اعمالنامہ سامنے رکھا جائیگا اور پیغمبر اور گواہ حاضر کیے جاینگے اور انصاف کے ساتھ انکا فیصلہ ہوگا اور انپر ظلم نہوگا۔

تو کس ڈھٹائی سے یہ کہتے ہو کہ مَا اَظُنُّ السَّاعَۃَ قَائِمَۃً (میں گمان نہیں کرتا کہ قیامت آئیگی)
کیا اسوجہ سے کہ سائنس کی جدید اصطلاحات کے عوض مذہب کے قدیم لغات کا استعمال ہوا ہے
اسلیے یقین نہیں آتا لیکن کچھ سمجھے بھی کہ یہ خطا کسکی ہے سے

چو نشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطاست   سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست

(۵)

فَاَمَّا مَنْ طَغٰی وَاٰثَرَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا فَاِنَّ الْجَحِیْمَ ھِیَ الْمَاْوٰی وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ھِیَ الْمَاْوٰی (سورۂ والنازعات)

ترجمہ لیکن جسنے سرکشی کی اور دنیاوی زندگی کو اختیار کیا پس بیشک دوزخ اُسکا ٹھکانا ہے
لیکن جو ڈرا اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے اور اپنے نفس کو خواہشوں سے روکا پس بیشک جنت اُسکا ٹھکانا ہے

بہشت و دوزخ کسی کا قول ہے کہ انسان کا دل گھڑی کے پنڈلم (لنگر) کی طرح ہر وقت تبسم اور آہ کے بیچ میں حرکت کیا کرتا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ انسان کے تمام تعلقات کا ملخص رنج یا راحت کا احساس ہے اور یہی دو ایسے جذبات ہیں جو برانگیختہ کرنیوالے واقعات اور خارجی تعلقات کے منقطع ہوجانے کے بعد بھی سایہ کی طرح ساتھ رہتے ہیں اتنا ہی نہیں بلکہ جدید تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ جسم کے تمام اجزا فنا ہو جاتے ہیں اور بالکل ایک نیا جسم پہلے جسم کے مشابہ پیدا ہوتا رہتا ہے لیکن اجزاے جسم کے ساتھ کاش ان گذشتہ جذبات کا احساس بھی بدل جاتا مگر نہیں خارجی تعلقات

منقطع ہوجائین اور وہ جسم بھی جسکا اسوقت ان جذبات سے بلاواسطہ تعلق تھا فنا ہوجائے لیکن قلب انسانی کی دنیا مین برق تبسم کی چمک اور دود آہ کی سیاہی مٹائے نہین مٹتی جب قلب انسانی کی فطرت ہی ایسی واقع ہوئی ہی تو بہشت تبسم اور دوزخ آہ نمونہ خود ہم مین موجود ہی اور ہم اسکو اپنی آنکھون سے دیکھتے ہین - ایک طرف

وان جہنم لمحیطۃ بالکافرین[۱] - اور بیشک دوزخ نے کافرون کو ہر طرف سے چھالیا ہی -

کا روح فرسا عالم اور دوسری جانب

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون سنتا ہی بیشک وہ خدا کے دوست ہین انھین کچھ خوف ہی نہ غم

کا دلکش منظر روزن قلب سے صاف نظر آرہا ہی - لیکن اگر تمکو بیداری مین نظر نہین آتا تو خواب کے عجائبات پر غور کرو - علم النفس کے ماہرین نے کہا ہی کہ خواب مین انسان معمولی باتون کو عجیب و غریب شکلون مین دیکھتا ہی مثلاً اسکا بستر نم ہوگیا تو وہ خواب مین دیکھتا ہی کہ مین دریا مین تیر رہا ہون کبھی تنفس کے مد و جزر سے یہ سمجھتا ہی کہ ہوا مین اُڑ رہا ہون - کبھی اسکے کان کے قریب ایک گھنٹی بجے تو دیکھتا ہی کہ لڑائی کا میدان گرم ہی اور توپین چل رہی ہین - ان عجائبات کے علاوہ زیادہ تر ایسا ہوتا ہی کہ قوت متخیلہ اندرونی جذبات کو دلفریب شکلون یا ہولناک تصویرون مین پیش کرتی ہی اور سونے والا باغ و بہار شجر و انہار مار و کژدم اور موذی جانورون کو دیکھکر رنج و راحت کا احساس کرتا ہی حالانکہ پاس والون کو اسکی اس کیفیت کی مطلق خبر نہین - غرض کہ خواب کیا ہی ؟ ایک طلسمات کا عالم ہی اب اسی پر واقعات مابعد الموت کی رنج یا راحت کا قیاس کرلو - اور پھر خیال کو وسعت دیکر اس بیداری کے عالم کا تصور کرو جو خواب مرگ کے بعد پیش ہونے والا ہی - اُسوقت رنج و راحت کا عالم یعنی بہشت اور دوزخ اپنے اصلی رنگ مین نظر آئینگے -

---

۱؎ امام غزالی رح اپنی تفسیر جواہر القرآن مین لکھتے ہین کہ خدا نے یہ نہین کہا کہ دوزخ آیندہ محیط ہو جائیگی بلکہ ابھی اسیوقت محیط ہی - اسطرح لترون الجحیم کی تفسیر کی ہی ای ان الجحیم فی باطنکم (یعنی دوزخ تمھارے اندر موجود ہی) ۱۲

فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید (سورہ ق)

اور ہمنے تجھسے تیرا پردہ اُٹھادیا پس آج تیری نظر تیز ہی (آنکھین کھل گیئن)

انتباہ

اس فریب مین نہ آنا کہ بہشت اور دوزخ کی تصویر چونکہ محسوسات کے رنگ مین کھینچی گئی ہے اسلیے محض خیالی ہی۔ انسان فطرۃً صرف انھین چیزون کو سمجھ سکتا ہی یا اُنھین کا خیال اسکے دل مین آسکتا ہی جو اُسنے بذریعہ حواس محسوس کی ہین لیکن چونکہ قانون ارتقا کے مطابق کوئی چیز یکایک نہین پیدا ہوتی اسلیے ممکن نہین کہ "نشاۃ الاخری" کی رنج و راحت کی تصویر کھینچنے مین موجودہ محسوسات کا رنگ نہ آئے۔

مقصد ہی ناز و غمزہ ولے گفتگو مین کام	بنتا نہین ہی دشنہ و خنجر کہے بغیر
ہرچند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو	بنتی نہین ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

(غالب)

اس مطلب کی توضیح علامہ ابن تیمیہ نے خوب کی ہی فرماتے ہین

ان اللہ سبحانہ وتعالیٰ اخبرنا بما وعدنا بہ فی الدار الآخرۃ من النعیم والعذاب واخبرنا بما یوکل ویشرب وینکح ویفرش اوغیر ذلک فلولا معرفتنا بما یشبہ ذلک فی الدنیا لم نفہم ما وعدنا بہ ونحن نعلم مع ذلک ان تلک الحقائق لیست مثل ہذہ حتے قال ابن عباسؓ لیس فی الدنیا مما فی الجنۃ الا الاسماء۔

(رسالہ فی شرح حدیث النزول)

خدا نے آخرت مین جس راحت و عذاب کا ہمسے وعدہ کیا ہی اسکی خبر اور نیز اُن چیزون کی خبر دی جو کھائی پی لی صحبت کی۔ اور بچھائی جاتی ہین وغیرہ وغیرہ۔ لہذا جن چیزون کا وعدہ ہوا ہی اگر دنیا مین بھی اُنھین سے ملتی جُلتی ہوئی چیزون کا ہمکو علم نہوتا تو ہم ان عدات کو سمجھ ہی نہ سکتے۔ باایںہمہ ہم یہ بھی جانتے ہین کہ یہ واقعات ایسے ہی نہین ہین (جیسے دنیا مین نظر آتے ہین) حتے کہ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہی کہ بہشت مین جو چیزین ہین ان مین سے دنیا مین کوئی چیز بھی نہین ہے اگر ہے تو صرف نام ہی۔

آمین کچھ شک نہین کہ انسان کے سمجھنے کے واسطے بہشت و دوزخ کا بیان جب تک
کہ اُسی کے محاورہ اور بول چال مین ہو مہمل ہے البتہ یہ امر ملحوظ رہیگا کہ وہ بیان اسکی فطرت
کے مطابق سچا اور موثر ہے یا نہین۔ تم اوپر پڑھ آئے ہو کہ رنج و راحت یعنی بہشت اور
دوزخ کی تصویر ہر مذہب نے کھینچی اور اُس مذہب نے بھی جو "خود را فضیحت و دیگران را نصیحت"
کا مصداق ہے یعنی دین عیسوی۔ حضرت عیسٰےؑ نے جو کچھ معاد کے متعلق بیان فرمایا تھا
وہ توراۃ کے عقائد تھے لیکن فرض کرلو کہ آپ نے بالکل نئی باتین بتائین۔ لیکن وہ
ہین کیا؟ بس یہی نہ کہ "۱۲ تخت بچھائے جائینگے اور انگور کی شراب پینے کو ملیگی
اور بدکار جہنم کی آگ مین جلینگے" آخر محسوسات کے پھندے مین پھنسے یا نہین
اور کیونکر نہ پھنستے انسانی محاورہ کے سوا اور کہہ کیا سکتے تھے مگر ہمکو اس سے بحث نہین
روحانیت کے مدعی عیسائیون نے جب خدا کا بیٹا اور بی بی تک یقین کرلیا تو انگور
کی شراب اور مکاشفات یوحنا کی طلسمی داستان کا کیا مضایقہ ہے۔

افسوس تعصب نے پردہ ڈال دیا ہے اور نافہمون نے خلق خدا کو خدا کا کلام
سننے سے بہکا دیا ہے۔ بہشت اور دوزخ کا بیان جس فصیح و بلیغ پیرایہ مین
قرآن مجید مین مذکور ہے وہ تمام انسانون کے واسطے خواہ وہ گیلیلی کے ماہی گیر
ہون خواہ عرب کے چرواہے۔ خواہ ہند اور یونان کے حکما ہون خواہ یورپ اور
ایشیا کے فرمانروا یکسان ترغیب اور ترہیب کا باعث ہے۔ اگر دوزخ کے
آلام کی تفصیل محسوس تشبیہون مین بیان ہوئی ہے تو حقیقت کو بھی کسی بلیغ
پیرایہ مین ادا کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے

نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ۔ — آگ اللہ کی بھڑکائی ہوئی ہے جو دلون پر پہونچ جاتی ہے۔

اسی طرح بہشت کی نعمتون کی تصویر اگر محسوس لذات کے پیرایہ مین کھینچی ہے تو

کس فصیح و بلیغ پیرایہ مین حقیقت سے پردہ اُٹھا دیا ہے - ارشاد ہوتا ہے

فلا تعلم نفس ما اخفی لهم من قرة اعین جزاء بما كانوا يعملون (سورۂ سجدہ)

کوئی نفس نہین جانتا کہ آنکھین ٹھنڈی کرنیوالی نعمتون سے کیا اسکے لیے چھپا کر رکھا گیا ہے جو انکے (نیک) کامون کا بدلا ہے

یہی مطلب ہے اس حدیث شریف کا جو بخاری اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہ کی سند سے روایت کی ہے

قال الله تعالی اعددت لعبادی الصالحین ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر

اللہ تعالی فرماتا ہے کہ مین نے اپنے نیک بندون کے لیے وہ چیز تیار کی ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی اور نہ کسی کان نے سُنی اور نہ کسی انسان کے دل مین بھی اُسکا خیال گذرا -

ختم شد حصۂ اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس پر آشوب زمانہ مین جب تمام عالم مین احساس مذہبی کم ہورہا ہی اور عین دستگیری کی ضرورت کے بجاے طرح طرح کے حملے مذہب پر ہورہے ہین نئی روشنی کا علم عالمگیر ہورہا ہی پرانی تحقیقات کے علما کچھ تو حوادثات عالم ممات کے نذر ہوے جو باقی ہین انمین ایک حصہ تسبیح وعزلت مین گویا روپوش ہین اور اب جو باقی ہین وہ نئے علم وزبان سے ناواقف ہین پھر انکی کون سنتا ہی اور بعض صرف شہرت ونام کے ہین عالم کا رجحان راستی سے ایسا ناآشنا ہورہا ہے کہ عموماً دیکھا جاتا ہی کہ ایک مقولہ کسی معتبر بزرگ دین کا ایسا اچھا نہین دیکھا جاتا ہی جو کسی یورپین کی زبان سے ضعیف پیرایہ مین بھی مقبولیت کا اعلے درجہ پا سکتا ہی اکثر حضرات نے نئی روشنی کے مذاق سے تحریری خدمت کی ہی مثلاً پردہ یا تعلیم نسوان کی بحث مگر اس مسئلہ کو اسقدر اہمیت سے تعلق نہین ہی البتہ اسوقت مین جن حضرات کی توجہ کی ضرورت ہی وہ ایسے ہی با خدا مخلص ہین جیسے ہمارے مکرم مولوی سید نواب علی ایم - اے - (جنکو خدا تعالی نے علاوہ لذات علوم ظاہری کے باطنی حلاوت سے بھی مالامال فرمایا ہی اور جو بفضلہ تعالی روح کی لطافت اور مادہ کی حقیقت کافی طور پر سمجھ سکتے ہین) اور ایسے ہی خدمت کی آپ نے جیسا آپنے کتاب معارج کے ذریعہ سے کی اسکی تعریف میری زبان سے گویا چھوٹا موںھ اور بڑی بات ہوگی ورنہ فی الحقیقت یہ کتاب اپنی آپ مثال ہی بلکہ زمانہ مین امام حجت کا کام دیگی اللہ تعالی قبول فرمائے اور ہمارے محترم دوست کو جزای خیر بخشے - (آمین)

محمد عبد الاحد کسمنڈوی عفی عنہ

اُردو کی دلچسپ کتابیں

مقالات شبلی - شمس العلما علامہ شبلی مرحوم کی تصنیف ہے اسمین مختلف علوم و فنون نیز سلاطین علمائی ہین اور عہد حکومت اسلام مین مسلمانون کے دوسری قومون کے ساتھ تعلقات اور فرقہائی اسلام پر خاص طور پر تفصیلی بحث کی گئی ہے - قیمت

مواعظ قرآنی - خورد سال مسلمان بچون کے لیے ابتدائی تعلیم کے واسطے نہایت مفید ہے - اول سورۂ فاتحہ اور چند سورتین سورۂ فیل تک نماز سیکھنے کو اور بعد ازان قرآن مجید کے مختلف مقامات سے آیات پند و نصائح کیجا جمع کر کے اخلاقی تعلیم دینے کو مع ترجمہ درج کیگئی ہین - ۶ر

اوراد مرشد - مولانا مولوی عبدالاول صاحب جونپوری کی تالیف ہے اسمین مولانا نے مجرب تعویذات و وظائف جمع کر دیئے ہین جنکے ورد سے ہزارون مسلمان دولت نبا و دین سے مالامال ہو گئے - قیمت ۴ر

دروس الادب - مولوی سید سلیمان صاحب ندوی کی تصنیف ہے مبتدی طلبا عربی ادب کے لیے نہایت مفید ہے اور ترتیب مسائل کی ایسی ہے کہ ان میں بھی کامل واقفیت حاصل ہو جاتی ہے - قیمت ۳ر

القول الموجہ فی تحقیق من عرف نفسہ فقد عرف ربہ - حضرت مولانا شاہ علی انور صاحب قلندر کی تصنیف ہے - اسمین مذکورہ بالا احادیث کو بڑی تحقیق کے ساتھ مدلل بحث سے سمجھایا ہے عموماً تمام مسلمانون کو خصوصاً مشائخ اور اہل تصوف کو ضرور دیکھنی چاہیئے

الانتقاد - علامہ شبلی مرحوم کی تصنیف ہے یہ نہایت ضروری اور اہم کتاب ہے جسمین جرجی زیدان مصری کی کتاب تمدن اسلامیہ پر معرکۃ الآرا تنقید اور رد و قدح کی گئی ہے جرجی زیدان کی کیا دیون کو دکھا دیا ہے تاکہ دھوکہ نہ کھایا جائے - قیمت ۸ر

کشف الظلم - یہ کتاب حضرت شاہ مصباح العاشقین چشتی قدس سرہ کے حالات مین ہے قیمت ۸ر

تذکرہ غوثیہ - حضرت سید شاہ غوث علی صاحب قلندر قدس سرہ کے حالات مین نہایت بسیط کتاب اردو زبان مین چھپی ہے ہزارون قصے اور واقعات ہین جو اسرار پند و نصائح پر مبنی ہین - دلچسپ ایسی کہ بے پوری کتاب دیکھے دل نہین مانتا حجم قریب ۵۰۰ صفحہ قیمت

نیک بی بیان - اسمین حلیمہ سعدیہ اور حضرت خدیجہ اور بی بی عائشہ و جناب فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہن کے حالات نہایت تحقیق سے معتبر طریقہ اور دلچسپ طرز مین لکھے گئے ہین - قیمت ۴ر

فصول مسعودیہ - اسکے مصنف قطب اعظم حضرت مولانا شاہ مسعود علی قلندر قدس سرہ ہین یہ کتاب جامع جملہ حالات و کرامات حضرات قلندریہ ہے اور حاوی ہے تمام ملفوظات اور مقالات بزرگان سلاسل عالیہ ستہ پر یعنی قادریہ و چشتیہ و سہروردیہ و فردوسیہ و طیفوریہ و مداریہ - قیمت

شریعت الاسلام - یہ کتاب عربی زبان مین طلبای مصر کے لیے بحکم خدیو عباس حلمی پاشا تصنیف کی گئی تھی - جسکا اردو مین ترجمہ نواب ابو النصر سید محمد علی حسن خان بہادر نے کیا ہے - اسمین ابتدائی ضروری مسائل مذہب اور اسرار شریعت اور اصلی روح روان موجود ہے - قیمت ۶ر

مجموعۂ خطب - مصنفہ حضرت مولانا عبدالاول صاحب جونپوری - ہندوستان مین آجتک ایسا مجموعۂ خطب چھپا نہین - کہ جسمین مختصر مختصر فصیح و بلیغ خطبے عرب العربا کے رنگ پر ہون اور اسکے ساتھ نہایت کارآمد اور ضروری مسائل سلیس اردو زبان مین بیان کیے گئے ہون یہ مجموعہ ایسا ہی ہے اسمین دریا کو کوزہ مین بند کیا ہے عیدین اور نکاح کے بھی خطبے مختصر غیر مخل اسمین موجود ہین - اور کئی خطبۂ ثانیہ جمعہ کے خطبون کے بعد لکھے گئے ہین اور عیدین کا خطبۂ ثانیہ آخر مین ہے - باوجود ان ساری خوبیون کے قیمت بہت کم مقرر کی گئی ہے صرف ۴ر